جلد: ۸ شمارہ: ۴
جلد: ۹ شمارہ: ۱
اکتوبر تا مارچ 18-2017ء

سہ ماہی

سماجی / دینی تحقیقی مجلّہ

مسلسل شمارہ
38-39

نورِ معرفت

خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا نمبر

اداریہ
کتاب شناسی
دینی واخلاقی معارف
مقام ومنزلت حضرت زہرا سلام اللہ علیہا
فاطمہ سلام اللہ علیہا، اسوۂ شجاعت واستقامت
عائلی نظام زندگی کے رہنما اصول
حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بطور نمونہ عمل
خطبۂ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی سند پر تحقیقی نظر
معارفِ نسواں کے متعلق چند شبہات
احادیث نبویؐ میں مقام حضرت زہرا سلام اللہ علیہا
حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، مفسر آیات قرآن

NMT
نور الہدیٰ مرکز تحقیقات
(اسلام آباد)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کلام الامام، امام الکلام

حضرت زہراءؑ کی تدفین کے موقع پر

وَ مِنْ كَلَامٍ لَهُ (علیه السلام) رُوِیَ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَهُ عِنْدَ دَفْنِ سَيِّدَةِ النِّسَاءِ فَاطِمَةَ (علیها السلام) كَالْمُنَاجِي بِهِ رَسُولَ اللهِ (صلی الله علیه و آله) عِنْدَ قَبْرِهِ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ عَنِّي وَ عَنِ ابْنَتِكَ النَّازِلَةِ فِي جِوَارِكَ وَ السَّرِيعَةِ اللَّحَاقِ بِكَ. قَلَّ يَا رَسُولَ اللهِ عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِي وَ رَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِي، إِلَّا أَنَّ فِي التَّأَسِّي لِي بِعَظِيمِ فُرْقَتِكَ وَ فَادِحِ مُصِيبَتِكَ مَوْضِعَ تَعَزٍّ، فَلَقَدْ وَسَّدْتُكَ فِي مَلْحُودَةِ قَبْرِكَ وَ فَاضَتْ بَيْنَ نَحْرِي وَ صَدْرِي نَفْسُكَ، ''فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ راجِعُونَ''. فَلَقَدِ اسْتُرْجِعَتِ الْوَدِيعَةُ وَ أُخِذَتِ الرَّهِينَةُ، أَمَّا حُزْنِي فَسَرْمَدٌ وَ أَمَّا لَيْلِي فَمُسَهَّدٌ، إِلَى أَنْ يَخْتَارَ اللهُ لِي دَارَكَ الَّتِي أَنْتَ بِهَا مُقِيمٌ. وَ سَتُنَبِّئُكَ ابْنَتُكَ بِتَضَافُرِ أُمَّتِكَ عَلَى هَضْمِهَا، فَأَحْفِهَا السُّؤَالَ وَ اسْتَخْبِرْهَا الْحَالَ؛ هَذَا وَ لَمْ يَطُلِ الْعَهْدُ وَ لَمْ يَخْلُ مِنْكَ الذِّكْرُ. وَ السَّلَامُ عَلَيْكُمَا سَلَامَ مُوَدِّعٍ لَا قَالٍ وَ لَا سَئِمٍ، فَإِنْ أَنْصَرِفْ فَلَا عَنْ مَلَالَةٍ وَإِنْ أُقِمْ فَلَا عَنْ سُوءِ ظَنٍّ بِمَا وَعَدَ اللهُ الصَّابِرِينَ.

یعنی: جناب سیدہؑ کے دفن کے موقع پر امام علیؑ نے فرمایا: یارسول اللہؐ! آپ کو میری جانب سے اور آپ کے پڑوس میں اترنے والی اور آپ سے جلد ملحق ہونے والی آپ کی بیٹی کی طرف سے سلام ہو۔ یارسول اللہ آپ کی برگزیدہ (بیٹی کی رحلت) سے میرا صبر و شکیب جاتا رہا میری ہمت و توانائی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن آپ کی مفارقت کے حادثہ عظمیٰ اور آپ کی رحلت کے صدمہ جانکاہ پر صبر کر لینے کے بعد مجھے اس مصیبت پر بھی صبر و شکیبائی ہی سے کام لینا ہوگا۔ جب کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپؐ کو قبر کی لحد میں اتارا اور اس عالم میں آپؐ کی روح نے پرواز کی جب آپ کا سر میری گردن اور سینے کے درمیان رکھا تھا۔

اب یہ امانت پلٹائی گئی، گروی رکھی ہوئی چیز چھڑالی گئی، لیکن میرا غم بے پایاں اور میری راتیں بے خواب رہیں گی۔ یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لئے بھی اس گھر کو منتخب کرے، جس میں آپ رونق افروز ہیں۔ وہ وقت آگیا کہ آپ کی بیٹی آپ کو بتائیں کہ کس طرح آپؐ کی اُمت نے ان پر ظلم ڈھانے کے لئے ایکا کر لیا۔ آپؐ ان سے پورے طور پر پوچھیں اور تمام احوال و واردات دریافت کریں۔ یہ ساری مصیبتیں ان پر بیت گئیں۔ حالانکہ آپؐ کو گزرے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ آپ کے تذکروں سے زبانیں بند ہوئی تھیں۔ آپؐ دونوں پر میرا اسلام جو کسی ملول و دل تنگ کی طرف ہوتا ہے اب اگر میں (اس جگہ سے) پلٹ جاؤں تو اس لئے نہیں کہ آپؐ سے میرا دل بھر گیا ہے اور اگر ٹھہرا رہوں تو اس لئے نہیں کہ میں اس وعدہ سے بدظن ہوں جو اللہ نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۰ سے اقتباس)

Declaration No: 7334

ISSN 2221-1659

سہ ماہی

علمی و تحقیقی مجلّہ

نورِ معرفت

جلد: ۸ شمارہ:۴
جلد: ۹ شمارہ:۱
اکتوبر تا مارچ
2017-18ء
بمطابق
محرم الحرام
تا
جمادی الثانی
۱۴۳۹ھ

مدیر اعلی

سید حسنین عباس گردیزی

مدیر

سید رمیز الحسن موسوی

مجلس ادارت

- ڈاکٹر شیخ محمد حسنین
- ڈاکٹر سید راشد عباس
- ڈاکٹر علی رضا طاہر
- ڈاکٹر کرم حسین ودھو
- ڈاکٹر روشن علی
- ڈاکٹر سکینہ حسین

مجلس مشاورت

- علامہ عقیل حیدر زیدی
- علامہ علی مرتضیٰ زیدی
- ڈاکٹر ساجد علی سبحانی
- علامہ ثمر علی نقوی
- ڈاکٹر سید نثار علی ہمدانی
- ڈاکٹر محمد ریاض

رجسٹریشن

پاکستان، انڈیا: 500 روپے مڈل ایسٹ: 70 ڈالرز یورپ، امریکہ، کنیڈا: 150 ڈالرز

کمپوزنگ/ڈیزائننگ

بابر عباس

پرنٹر

پکٹوریل پریس، آبپارہ، اسلام آباد

نوٹ: ادارے کا مقالہ نگار کی تمام آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

E-mail:noor.marfat@gmail.com

"نَمَت" ایک نظر میں

"نور الہدیٰ مرکز تحقیقات" (NMT) کا نصب العین (Vision) "مملکتِ خداداد پاکستان میں اسلامی تہذیب کی حاکمیّت ہے۔" لہٰذا "اسلامی تہذیب کی حاکمیّت کے قیام کے لئے اسلام کی حقیقی تعلیمات کی ترویج اور پاکستانی قوم میں دینی آگہی کا فروغ"، "نَمت" کا مشن (Mission) ہے۔ "نمت" کی فعالیت محض تعلیمی اور تحقیقی میدان میں محدود ہے اور یہ ادارہ اپنے اہداف کے حصول کے لئے اتحادِ امّت، بین المسالک ہماہنگی، تعمیری تنقید، درکِ متقابل اور تضاربِ آراء کا قائل ہے اور ہر اُس تحقیقی کاوش کو اپنے دامنِ نشرواشاعت میں جگہ دینے کا عہد کیے ہے جو اِس کے مشن سے ہماہنگ ہو۔

"نمت" کے تحقیقی منہج میں اسلامی تعلیمات کے اخذ و استخراج کے لئے قرآن کریم اور سنّت نبوی، اساسی منابع ہیں۔ لیکن یہ سنّت نبوی کے اُس طریق پر اعتماد کرتا ہے جو ائمہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کا طریق ہے۔ نیز ان منابع سے اسلامی تعلیمات کے اخذ و استخراج میں "نمت" اُس روش کا علمبردار ہے جو عقلی برہان، منطقی قیاس اور اجتہادی تتبّع اور تفحّص سے عبارت ہے۔

اب تک یہ ادارہ مختلف موضوعات پر 13 کتابیں اور سہ ماہی مجلّہ "نور معرفت" کے 37 شمارے پیش کر چکا ہے۔ تاہم اسے اپنے مشن کو جاری رکھنے کے لئے دانشوروں، علماء اور اہلِ قلم کے قلمی اور فکری تعاون کے ساتھ، علم دوست احباب کا مالی تعاون بھی درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کرم فرماؤں کو ادارے کے لئے بہتر سے بہتر تحقیقات اور وسائل فراہم کرنے کے توفیق عطا فرمائے! (آمین!)

ڈائریکٹر "نمت"

فہرست

نمبر شمار	موضوع	مؤلف	صفحہ
۱	اداریہ	مدیر	۵
۲	حضرت فاطمہ زہراؑ مفسر آیات قرآن	سید حسنین عباس گردیزی	۹
۳	حضرت فاطمہ زہراؑ بطور نمونہ عمل	نذر حافی	۵۵
۴	خطبۂ حضرت زہراؑ کی سند پر تحقیقی نظر	آفتاب حسین جوادی	۷۳
۵	دینی واخلاقی معارف (خطبۂ حضرت زہراؑ کی روشنی میں)	روشن علی	۱۰۵
۶	عائلی نظام زندگی کے رہنما اصول	صابر حسین سراج	۱۲۹
۷	مقام ومنزلت حضرت زہراء (بحوالہ امام خمینیؒ)	سید رمیز الحسن موسوی	۱۵۵
۸	فاطمہؑ اُسوۂ شجاعت واستقامت (از نظر خطبہ فاطمیہ)	جعفر علی میر	۱۷۵
۹	معارفِ نسواں کے متعلق چند شبہات	سید مزمل حسین نقوی	۱۹۱
۱۰	احادیث نبویؐ میں مقام حضرت زہراء سلام اللہ علیہا	ابن ذاکر موسوی	۲۰۷
۱۱	کتاب شناسی	سید رمیز الحسن موسوی	۲۳۳

اداریہ

اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے مختلف اُمور میں کسی نمونہ عمل شخصیت سے متاثر ہونا یا اُس کی پیروی اور تقلید کرنا انسان کے فطری رجحانات میں سے ہے۔ اسی طرح انسان کی کمال پرستی کی فطرت اُسے اپنے ہدف و کمال تک پہنچنے کے لئے اپنے لئے بہترین نمونہ عمل انتخاب کرنے پر وادار کرتی ہے۔ دین اسلام میں انسان کے اس فطری رجحان کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے لہٰذا قرآن مجید کہ جو انسانوں کی ہدایت اور اُن کے فطری تقاضے پورے کرنے کے لئے نازل ہوا ہے، پیغمبر اکرم ﷺ کا انسانوں کے لئے کامل ترین نمونہ اور اُسوۂ حسنہ کے طور پر تعارف کراتا ہے: ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا'' یعنی: فی الحقیقت تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) میں نہایت ہی بہترین نمونۂ (حیات) ہے، ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔''

سورہ احزاب کی آیہ نمبر ۳۳: ''إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا'' یعنی: بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیتؑ کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

اور حدیث ثقلین ''إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا، كِتَابَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَأَهْلَ بَيْتِي عِتْرَتِي ۔۔۔'' یعنی: میں تمہارے درمیان میں دو امانتیں چھوڑے جا رہا ہوں، تم ان کا دامن تھامے رکھو گے تو ہر گز گمراہ نہ ہوگے: کتاب خدا اور میری عترت جو اہل بیت علیہم السلام ہیں''۔

ان دونوں محکم نقلی ادلہ کے مطابق آنحضرت ﷺ کے بعد آپؐ کے اہل بیت اطہارؑ اُمت کے لئے نمونہ عمل ہیں جو تمام علمی اور عملی میدانوں میں اُمت کی ہدایت و رہنمائی کا فریضہ ادا کرنے پر مأمور ہیں۔

اس خاندان مطہر کی اُسوہ اور نمونہ عمل ہستیوں میں سے ایک اہم ترین ہستی حضرت فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) بھی ہیں۔ البتہ صنعت و ٹیکنالوجی کی ترقی کے اس دور میں یہ سوال اذہان میں پیدا ہوتے ہیں اور

جنہیں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر بخوبی دیکھا جاسکتا ہے کہ اس ترقی یافتہ زمانے میں زندگی گزارنے والی عورت کے لئے کس طرح حضرت زہراؑ کی زندگی نمونہ عمل بن سکتی ہے کہ جو آج سے چودہ پندرہ سو سال پہلے ہو گزری ہیں؟

لیکن قرآن مجید اور دین اسلام کے نزدیک ان نمونہ عمل ہستیوں کی سیرت اور زندگانی کو بطور اُسوۂ حسنہ پیش کرنے سے مراد یہ نہیں کہ نمونہ عمل شخصیت کے اُس زمانے میں انجام پانے والے تمام کاموں اور انفرادی کردار کو اُسی شکل وصورت میں مد نظر رکھا جائے۔ بلکہ حضرت فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) جیسی ذوات مقدسہ کا ہر کام اور ہر قدم ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا تجزیہ و تحلیل کرتے ہوئے بہت ہی آسانی کے ساتھ اس سے انسانی معاشرت کے ایسے اُصول وضوابط استنباط کئے جاسکتے ہیں کہ جو ہر زمان و مکان کے انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں پر منطبق ہو سکتے ہیں۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کی طرح حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت کے بعض ایسے درخشندہ پہلو بھی ہیں کہ جن کو بعینہٖ قابل تقلید بنایا جاسکتا ہے مثلاً جناب سیدہؑ کی عبادت، دعا، اپنے شریک حیات کا احترام، اپنے گھرانے کے افراد سے مہر و محبت اور فقرا و مساکین کے ساتھ ہمدردی وغیرہ۔

پس قرآن مجید کی تعلیمات کی طرح اِن ذوات مقدسہ کا اُسوۂ حسنہ بھی زمان ومکان میں محدود نہیں بلکہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور تمام ادوار میں قابل تقلید ہے۔ اسی نکتہ نظر کے تحت دین اسلام کی ان اُسوہ ہستیوں کی سیرت وحیات طیبہ کا مطالعہ ہر دور وزمان میں جاری رہنا چاہیے۔

''نور معرفت'' کا یہ شمارہ اسی مقصد کو مد نظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ شمارہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ایام شہادت، ولادت (ربیع الثانی وجمادی الاول) کے مہینوں میں شائع ہونا تھا لہٰذا، اس کے تمام مقالات بھی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بارے میں لکھے گئے ہیں اور ان ایام کی مناسبت سے اسے ''خاتون جنت'' نمبر کے عنوان سے پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ گو کہ یہ شمارہ تیار کرنے میں کافی وقت لگ گیا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ تحقیقی وعلمی مقالات کی فراہمی میں مشکلات ہیں جن سے سبھی اہل علم آگاہ ہیں۔

اس شمارے میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی سیرت وزندگانی کے تمام پہلوؤں کو تو پیش نہیں کیا جاسکا ہے اور نہ ہی ''خاتون جنت نمبر'' کا حق ادا ہو سکا ہے، لیکن کسی حد تک خاندان عصمت وطہارت کی اس اہم

ترین ہستی اور رسول اللہ ﷺ کی عظیم بیٹی کی مقدس حیات کے بعض پہلوؤں پر چند مقالات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔

؎ آب دریا را اگر نتوان کشید ہم بہ قدر تشنگی باید چشید

تاثیر سے مقالات فراہم ہونے کی وجہ سے " نور معرفت " کی اشاعت کا دورانیہ بھی بڑھ گیا ہے جس کی وجہ سے دو شمارے (۳۹،۳۸) ایک ساتھ شائع کئے جا رہے ہیں۔ اس شمارے کے مقالات میں زیادہ تر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے خطبۂ فدک میں پیش کئے گئے معارف الٰہیہ کو مد نظر رکھا گیا ہے اور اسی موضوع پر چند مقالے شامل کئے گئے ہیں۔ کچھ مقالے جناب سیدہؑ کی عملی سیرت کو پیش کرتے ہیں اور کچھ جناب سیدہؑ کے مقام و منزلت اور فضائل و مناقب پر لکھے گئے ہیں۔ ایک تحریر میں خواتین خصوصاً حضرت فاطمہؑ کے بارے میں اُٹھائے جانے والے سوالات و شبہات کا جواب دینے کی سعی کی گئی ہے۔ اسی طرح ایک مقالے میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے متعلق لکھی گئی عربی، فارسی اور اُردو کتابوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔

ہم اپنے قارئین سے اُمید رکھتے ہیں کہ اس خصوصی شمارے کے بارے میں ہمیں اپنی قیمتی آراء سے محروم نہیں کریں گے۔ آپ کی تنقیدی رائے سیرت اہل بیت اطہارؑ کے سلسلے کی اس پہلی کڑی کے بعد اہل بیتؑ کی دوسری شخصیات کے عنوان سے تحقیقات پیش کرنے میں ہمارے لئے یقیناً راہنما ثابت ہوگی۔ آخر میں ہم اُن سب احباب اور اہل قلم کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے یہ خصوصی شمارہ تیار کرنے میں ہمارے ساتھ علمی تعاون کیا ہے۔ ہم خداوند متعال سے اُن کی علمی و عملی توفیقات میں اضافے کی دعا کرتے ہیں۔

*****

آیت اللہ شیخ مرتضیٰ مطہریؒ

آیہ ''انا اعطیناك الکوثر'' مخصوصاً ''ان شانئك ھو الابتر'' کے قرینے کی وجہ سے کثرت ذریّت کی طرف اشارہ ہے۔ البتہ ذریت کی کثرت ہی کوثر و خیر کثیر نہیں، بلکہ پاک وطیب ہونا، صالح ونیک ہونا، مصلح ہونا اور اسلام کی ریڑھ کی ہڈی ہونا بھی اس امر میں اہمیت رکھتا ہے۔ لہٰذا فقط کمیت (تعداد) ہی مدّ نظر نہیں، کیفیت (اچھائی) بھی مدّ نظر ہے۔ عملی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی نسل بطن فاطمہؑ سے ہے، درواقع یہی کوثر ہے یعنی؛ خود حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کوثر ہیں، حضرت زہراء سلام اللہ علیہا سے کمیت وکیفیت کے لحاظ سے کثیر خیرات ظاہر ہوئی ہیں۔

بظاہر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا ۱۸ سال کی عمر میں فوت ہوئی ہیں۔ اپنی زندگی کے دوران کیونکہ وہ رسول خدا ﷺ اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی شخصیت اور عظمت کے تحت تھیں لہٰذا اُن کی برکات و خیرات زیادہ ظاہر نظر نہیں آتیں اور ادب کا تقاضا بھی یہی تھا۔ لیکن ایک مشہور ضرب المثل ''ای بسا شاعر کہ بعد از مرگ زاد'' حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اپنی شہادت کے بعد اپنی پاک ذریت اور اولاد کے ذریعے زندہ ہو گئیں۔ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا پاک اور گرم خون اُن اولاد کی رگوں میں دوڑنے لگا۔ قریش میں ہاشمی اور ہاشمیوں میں علوی اور علویوں میں فاطمی سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔ البتہ اسلام کی ریڑھ کی ہڈی بنی فاطمہ ہی ہیں۔ انہی میں سے علماء، حکماء، سیاستدان، شعراء، انقلابی رہنماء اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے اور عظیم مصلحین پیدا ہوئے ہیں۔ یہی ہے ''خمس'' کا راز تاکہ سادات کا نسب ممتاز اور مشخص رہے اور یہی ہے سورۂ شوریٰ کی آیت ۴۲ ''قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی'' کا راز۔ اور یہی اس روایت کا فلسفہ ہے کہ جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ ۴۰ دن تک ریاضت کے ذریعے تذکیہ کرتے ہیں تاکہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا نطفہ منعقد ہو۔ اس کو زندہ نسل کہتے ہیں کہ تیرہویں اور چودہویں صدی میں میرزائے شیرازیؒ، جیسے لوگ پیدا ہوتے ہیں اور تنباکو کی حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں یا سید جمال الدین اسد آبادی جیسے افراد پیدا ہوتے ہیں اور عالمی اسلامی تحریک کی بنیاد رکھتے ہیں جس سے فاطمی خون جوش مارنے لگتا ہے۔

(یادداشت ہای اُستاد مطہریؒ، ج۹، ص ۳۰۳)

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا مفسر آیات قرآن

ڈاکٹر فرشتہ ندری ابیانہ (اسسٹنٹ پروفیسر بو علی سینا یونی ورسٹی، ہمدان)
ترجمہ: سید حسنین عباس گردیزی*
hasnaingardezi@gmail.com

کلیدی کلمات: اسوہ حسنہ، قرآن، معرفتِ الٰہی، احکام کا فلسفہ

خلاصہ

عملی تعلیم وتربیت کا ایک طریقہ اطاعت اور اُسوہ پر عمل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تزکیہ اور تعلیم وتربیت کے لئے بھیجا اور انہیں انسانوں کے لئے عملی نمونہ قرار دیا۔ ان متعارف کرائے گئے عملی نمونوں کی پیروی اور اتباع تعمیری تقلید ہے اور اس کی بنیاد سوچ وفکر پر رکھی ہے۔ دین مبین اسلام دائمی راہنمائی وہدایت اور کردار کا تقاضا کرتا ہے تاکہ تمام زمانوں اور نسلوں میں بشری ضروریات اور تقاضوں کا مناسب جواب اور حل ہونا چاہیے۔ اس لحاظ سے معصومین علیہم السلام کے درمیان حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا جو کہ کوثر، مبارکہ اور منصورہ ہیں جو نہ صرف خیر کثیر، برکت اور نصرت خالص کی تجلی ہیں، بلکہ عورتوں کے لئے عملی نمونہ اور تمام نیک اور صالح افراد کے لئے اُسوہ ہیں۔ اگرچہ (کوثر کی طرح جو قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورہ ہے) ان کی عمر بھی بہت ہی کم تھی۔ معرفت الٰہی اور انسانی سعادت کے معیارات فاطمہ زہراؑ کی نگاہ میں کیا ہیں، انہیں کو بیان کرنا، اِس مقالے کا بنیادی مقصد ہے۔ انہوں نے اس حوالے سے چند چیزوں کو بنیاد قرار دیا ہے جو کہ یہ ہیں: دین اور امانت الٰہی کو قبول کرنا؛ آخری دین کو اختیار کرنا اور کتاب صامت اور ولی ناطق پر ایمان؛ شناخت قرآن؛ اپنے عقیدے اور ایمان اور احکام الٰہی کی حکمتوں کی تبیین وتشریح کی بنیاد پر دینی احکام پر عمل۔ وہ احکام جن کا فلسفہ وحکمت بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: نماز، روزہ، حج، عدل، اولی الامر کی اطاعت، جہاد، صبر، امر بہ معروف، والدین سے نیکی، صلہ رحم، قصاص، نذر کو پورا کرنا، ناپ تول کو پورا کرنا، شرابخوری کی ممانعت، قذف سے پرہیز، چوری نہ کرنا اور شرک سے اجتناب۔

---

*۔ مدرس جامعۃ الرضا، مدیر اعلیٰ مجلّہ سہ ماہی نور معرفت، بارہ کہو، اسلام آباد

تمہید

عملی تربیت میں انسان کو اُسوہ اور نمونہ عمل کی ضرورت

عملی تعلیم وتربیت کا ایک اہم ترین ذریعہ نمونہ عمل اور اُسوہ کی پیروی اور اُسے قبول کرنا ہے۔ انسان کی گفتار اور رفتار کو پیش نظر رکھنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ براہ راست تعلیم وتربیت سے زیادہ انسان دوسروں کے عمل و کردار سے زیادہ متاثر ہوتا ہے اور معاشرہ اس پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔

بچہ اپنے والدین کے انداز اور طرز عمل سے سیکھتا ہے کہ کس طرح کھائے، کس طرح سوئے، کس طرح بات کرئے کس طرح لباس پہنے اور دوسروں سے کس طرح تعلق قائم کرئے۔ ابتدائی طالب علم اپنے استاد کی بات پر توجہ کرنے سے زیادہ وہ یہ غور کرتا ہے کہ اس کے استاد کا طرز عمل اور رویہ کیسا ہے۔ اس وقت علم و عمل کے درمیان مکمل تطبیق کر پاتا ہے اور ویسے کرتا ہے جو اس کا استاد چاہتا ہے۔

اس لحاظ سے بشر کی فطری ضروریات میں سے ایک عملی نمونہ اور اُسوہ کا ہونا ہے تمام اقوام عالم اور معاشروں میں مطلوبہ اہداف ومقاصد کے حصول کے لئے اور معاشرے کی تربیت کے لئے مناسب عملی نمونے اور آئیڈیل کا تعارف بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تعلیم وتربیت اور تزکیہ نفوس کے لئے مبعوث فرمایا ہے اس کے ساتھ ساتھ اُنہیں انسانوں کے لئے اُسوہ اور آئیڈیل بھی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: " لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "(1)

قرآن مجید نے اس آیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہترین نمونہ عمل اور آئیڈیل قرار دیا ہے۔ جن کی پیروی اور تبعیت کرکے مسلمانوں فلاح وکامیابی تک پہنچنے کے لئے دیگر اُمتوں کے لئے نمونہ بن سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: " كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّهِ۔۔۔"(2)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو توحید کے بارے میں آئیڈیل قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: " قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَاؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللهِ وَحْدَهُ۔۔۔ "(3)

اس بیان کی روشنی میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ساتھی توحید پرستی میں استقامت اور ڈٹ جانے کے مسئلہ میں دوسروں کے لئے نمونہ اور آئیڈیل ہیں؛ کیونکہ اُنھوں نے غیر خدا کی عبادت کرنے والوں سے برائت اور دوری اختیار کی اور ان کے اور کافروں کے درمیان ابدی دشمنی اور عداوت بن گئی ہے مگر یہ کہ وہ توحید کی طرف پلٹ آئیں۔

یہ پیروی اور تبعیت تعمیری تقلید کی قسم ہے اور اس کی بنیاد تفکر ہے۔ اس قسم کی پیروی انبیاء کی اصل رسالت کو قبول کرنے کے بعد جاہل کی عالم کی پیروی اور تبعیت کی بنیاد پر ہے جو کہ عقلائے عالم کے نزدیک قابل قبول ہے۔ یہ اس اندھی تقلید کے برخلاف ہے جو قابل مذمت اور ناقابل قبول ہے۔ اندھی تقلید سوچ وفکر کی راہ میں مانع ہوتی ہے اور اس لحاظ سے فرد اور معاشرے کی تباہی کے اسباب فراہم کرتی ہے اسی وجہ سے قران مجید نے ہوا وہوس کی اتباع، متکبر اور جابر انسان کی پیروی اور آباواجداد اور ان کے دین کی جہالت پر مبنی تقلید سے منع کیا ہے اور اُسے مذموم شمار کیا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

"قُلْ هَلْ مِن شُرَكَآئِكُم مَّن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلِ اللّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ أَفَمَن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَن يُتَّبَعَ أَمَّن لاَّ يَهِدِّيَ إِلاَّ أَن يُهْدَى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ "(4)

صرف ذات الٰہی حق کی جانب ہدایت کرنے والی ہے؛ وہ شخص تبعیت اور پیروی کا زیادہ حق رکھتا ہے جو خود حق کی ہدایت پا چکا ہے نہ کہ وہ جو خود ہدایت کا محتاج ہے۔

قرآن کی دیگر آیات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے نمونہ عمل اور آئیڈیل انسانوں کو متعارف کرانے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ہدایت اور کمال کے راستوں کو طے کر سکیں۔ کیونکہ یہ عالی ترین نمونے لغزش سے دوچار نہیں ہوتے، جس کے نتیجے میں ان کے پیروکار بھی لغزشوں کا شکار نہیں ہوتے۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمیں انہی کی پیروی اور اتباع کرنی چاہیے اور انہی کو اپنا نمونہ عمل اور آئیڈیل قرار دینا چاہیے جو راستے کو پہنچانتے ہیں اور خود راستہ طے کر چکے ہیں۔ بصورت دیگر ہم گمراہ ہو کر راستے سے بھٹک جائیں گے۔

طی این مرحلہ بی ہمرھی خضرمکن
ظلمات است بترس از خطر گمراہی۔ (5)

کامل انسان دیگر تمام انسانوں خواہ مرد ہوں یا عورت کے لئے نمونہ عمل ہیں، چنانچہ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے: ''وَضَرَبَ اللهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۔ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ''(6)

ان آیات میں فرعون کی بیوی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم، تمام مومنین کے لئے بعنوان اُسوہ اور نمونہ عمل بیان کی گئی ہیں۔ فرعون کی بیوی آسیہ کو اس لحاظ سے نمونہ قرار دیا گیا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے فرعون اور ظالم قوم سے نجات پانے کی درخواست کی اور دنیاوی نعمتوں کی بجائے بہشت کو طلب کیا۔ یہ امر جناب آسیہؑ کا آخرت پر یقین اور آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے کے مقام کا ثبوت اور علامت ہے۔ ''وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ''(7)

حضرت مریم (سلام اللہ علیہا) کو اس لئے تمام مؤمنین کے لئے اُسوہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ طہارت و پاکیزگی، ایمان اور کلمات الٰہی اور کتب آسمانی کی تصدیق کے لحاظ سے اعلیٰ درجے پر فائز تھیں اور اللہ کی بارگاہ میں خضوع و خشوع کرنے والی اور سر تسلیم خم کرنے والی تھیں۔

یہ مثالیں اور نمونے اسلام کے ظہور اور نزول قرآن کے دور تک تھے۔ اس کے بعد انسانوں کی تربیت کے لئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اور ان کے اہل بیت کرامؑ کو بہترین اُسوہ قرار دیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض بزرگ ہستیاں مقام عصمت پر فائز ہیں، جن کی توصیف اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

''إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ''(8) یعنی؛ بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ (اور شک و نقص کی گرد تک) کو دُور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے۔

اگرچہ خاندان نبوت کے دیگر افراد کے معصوم ہونے کی تصریح نہیں کی گئی ہے، لیکن وہ تربیت یافتہ ہونے اور عصمت کے جاری چشمے سے اس قدر سیراب ہونے کی وجہ سے عصمت کے قریب ترین مقام تک پہنچ ہوئے ہیں۔اس اعتبار سے انہیں انسانوں کی اعلیٰ تربیت کے لئے بعنوان اُسوہ اور نمونہ عمل انتخاب کیا گیا ہے۔

دین مبین اسلام ہمیشہ اور تا قیامت انسانوں کے لئے ہدایت کا راستہ ہے اس کا یہ ابدی کردار تقاضا کرتا ہے کہ تمام ادوار اور تمام نسلوں میں بشری ضروریات کو بطور احسن پورا کیا جائے۔ اب جبکہ نمونہ عمل اور اُسوہ کا ہونا بشر کی بنیادی ترین ضروریات میں سے ہے اس لئے اسلام نے ابدی اور دائمی نمونہ عمل ہستیاں متعارف کرائی ہیں تاکہ تمام انسان ان کی طرف دیکھیں اور ان سے درس لیں۔ یہ آئیڈیل اور عملی نمونے پہلے درجے میں معصومین علیہم السلام ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے دور میں ایک ابدی کردار پیش کیا ہے اور اس میں ممتاز قرار پائے ہیں اگرچہ یہ کردار زمانے کے اعتبار سے ایک مختصر مدت میں انجام پایا ہے، لیکن ارادہ الٰہی سے اتصال کی وجہ سے اس نے لازوال اور زندہ وجاوید اثر چھوڑا ہے۔

اس لحاظ سے معصومین علیہم السلام کے درمیان حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا جو کہ کوثر، مبارکہ اور منصورہ ہیں؛ اگرچہ ان کی دنیاوی حیات (قرآن کی سب سے چھوٹی سورۂ کوثر کی طرح) بہت ہی مختصر تھی، لیکن اس کے باوجود وہ نہ صرف خیر کثیر، برکت، نصرت اور حقیقت کی تجلی ہیں بلکہ تمام عورتوں کے لئے بالخصوص اور تمام نیک اور پاکباز افراد کے لئے نمونہ عمل ہیں۔

معاصرین اور متاخرین کی جانب سے ان کی عدم معرفت اور ان کی مظلومیت کی گواہ تاریخ ہے یہاں تک کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے واضح اور روشن حق سے عمداً یا سہواً غفلت برتی گئی تھی، جسے بیان کرتے ہوئے اُنہیں یہ کہنا پڑا "اِعْلَمُوْا اِنِّی فاطمۃ؛ جان لو! میں فاطمہؑ ہوں۔

اور یہی وہ اہم ترین وجہ ہے جس کی بناء پر حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے ذریعے باقی اصحاب کساء کا تعارف کرایا گیا "ھم فاطمۃ وابوھا وبعلھا وبنوھا" یہ فاطمہؑ ہیں، ان کے بابا ان کے شوہر اور ان کے بیٹے ہیں۔

خطبہ فدک میں دیگر اعلیٰ مضامین اور مطالب کے ساتھ مذکورہ جملہ تمام انسانی پہلوؤں سے مقام فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بیان کیا گیا ہے۔اگرچہ تاریخ اس آئیڈیل خاتون کا تعارف کرانے میں قاصر اور مقصر ہے۔ البتہ تاریخ کے اوراق میں جو تھوڑا بہت تذکرہ ہے اس میں غور وفکر اور باریک بینی، حقیقت کے

متلاشیوں کے لئے ضروری ہے اور اہل نظر کے لئے کافی ہے۔ جن نکات میں غور وفکر اور عمیق مطالعہ کی ضرورت ہے، وہ یہ ہیں:

ا۔اس دور کے عربوں اور دیگر اقوام وملل کی معاشرتی وسیاسی صورتحال اور عورتوں کے بارے میں ان کا سلوک، اور عورتوں کے حقوق اور حدود کے بارے میں جو کچھ قرآن وسنت نے بیان کیا ہے۔ اس سے موازانہ کیا جائے گا اور آج کی دنیا میں عورتوں کی موجودہ حالت اور اس کا دین مقدس اسلام کے اصولوں سے فرق پر مکمل بحث کی جائے گی۔

1. خاتم المرسلین ﷺ کی نسل کو ایک بیٹی جو عطیہ الٰہی اور کوثر تھی، کے ذریعے جاری رکھنے کے متعلق ارادہ الٰہی۔
2. پیغمبر اکرم ﷺ اور حضرت علیؑ کا حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے ساتھ طرز عمل۔
3. حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے مبارک اسماء اور القاب پر توجہ۔ام ابیھا (باپ کا بیٹی کی نسبت بہت زیادہ پیار ومحبت اور احترام کی بناء پر دیا گیا لقب)، فاطمہ (پلیدگیوں سے قطع شدہ)، زہراء (نور عظمت الٰہی سے خلق شدہ اور درخشندہ)، حصان (پارسا)، حرہ (عزت والی خاتون)، محدثہ (ماں کے بطن میں گفتگو کرنے والی اور ملائکہ الٰہی سے باتیں کرنے والی) حانیہ (شوہر اور اولاد پر مہربان)، بتول (پاک)، طاہرہ، مطہرہ، زکیہ، راضیہ، مرضیہ، عذرا، مبارکہ اور کوثر۔ (9)
4. فاطمہ زہرا(س) کا اپنے والد، شوہر، اولاد، رشتہ داروں، ہمسایوں، فقراء سائلین، خادمین، حکام، عورتوں، مردوں اور مہاجرین وانصار سے حسن سلوک اور رویہ۔
5. حضرت فاطمہ زہرا(س) کی گفتگو اور اقوال کا مجموعہ بالخصوص وہ گفتگو جو آپ کے خطبے کے عنوان سے تاریخ میں ثبت اور ضبط ہے۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی شخصیت کا ایک ناشناختہ پہلو ان کی علمی خصوصیات ہیں۔ اس لحاظ سے ان کی شناخت، پہچان اور ان کے وجود کے زوایوں سے علوم کی تطبیق لازم ہو جاتی ہے۔ اس معنی میں کہ بشری علوم ان کے وجود کا ظرف اور قالب نہیں

بن سکتے البتہ معصومین علیہم السلام کے وجودات کا قرآن مجید پر تطبیق، کتاب تدوین کا تمام امور پر احاطہ اور اس کا کتاب تکوین پر منطبق ہونے کے لحاظ سے معصومین علیہم السلام تمام تعلیمات پر مسلط تھے اور ان سب کے حامل تھے۔ خطبہ فدک ان باقی ماندہ آثار میں سے ایک ہے جو علم و عرفان، احساس ذمہ داری (مسئولیت) اور سازندگی کے اعلیٰ وارفع مطالب پر مشتمل ہے۔

معرفت خدا حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی نگاہ میں

جناب سیدہؑ اپنے خطبہ کا آغاز یوں فرماتی ہیں: ''مَا أَنْعَمَ وَ لَهُ الشُّكْرُ عَلَى مَا أَلْهَمَ وَ الثَّنَاءُ بِمَا قَدَّمَ مِنْ عُمُومِ نِعَمٍ ابْتَدَأَهَا وَ سُبُوغِ آلَاءٍ أَسْدَاهَا وَ تَمَامِ مِنَنٍ أَوْلَاهَا جَمَّ عَنِ الْإِحْصَاءِ عَدَدُهَا وَ نَأَى عَنِ الْجَزَاءِ أَمَدُهَا وَ تَفَاوَتَ عَنِ الْإِدْرَاكِ أَبَدُهَا وَ نَدَبَهُمْ لِاسْتِزَادَتِهَا بِالشُّكْرِ لِاتِّصَالِهَا وَ اسْتَحْمَدَ إِلَى الْخَلَائِقِ بِإِجْزَالِهَا وَ ثَنَّى بِالنَّدْبِ إِلَى أَمْثَالِهَا وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ كَلِمَةٌ جُعِلَ الْإِخْلَاصُ تَأْوِيلَهَا وَ ضُمِّنَ الْقُلُوبُ مَوْصُولَهَا وَ أَنَارَ فِي التَّفَكُّرِ مَعْقُولُهَا الْمُمْتَنِعُ مِنَ الْأَبْصَارِ رُؤْيَتُهُ وَ مِنَ الْأَلْسُنِ صِفَتُهُ وَ مِنَ الْأَوْهَامِ كَيْفِيَّتُهُ ابْتَدَعَ الْأَشْيَاءَ لَا مِنْ شَيْءٍ كَانَ قَبْلَهَا وَ أَنْشَأَهَا بِلَا احْتِذَاءِ أَمْثِلَةٍ امْتَثَلَهَا كَوَّنَهَا بِقُدْرَتِهِ وَ ذَرَأَهَا بِمَشِيَّتِهِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِنْهُ إِلَى تَكْوِينِهَا وَ لَا فَائِدَةٍ لَهُ فِي تَصْوِيرِهَا إِلَّا تَثْبِيتاً لِحِكْمَتِهِ وَ تَنْبِيهاً عَلَى طَاعَتِهِ وَ إِظْهَاراً لِقُدْرَتِهِ تَعَبُّداً لِبَرِيَّتِهِ وَ إِعْزَازاً لِدَعْوَتِهِ ثُمَّ جَعَلَ الثَّوَابَ عَلَى طَاعَتِهِ وَ وَضَعَ الْعِقَابَ عَلَى مَعْصِيَتِهِ ذِيَادَةً لِعِبَادِهِ مِنْ نَقِمَتِهِ وَ حِيَاشَةً لَهُمْ إِلَى جَنَّتِهِ۔ ''(10)

یعنی: اس پروردگار کی حمد و ستائش ہے جس کی بے انتہا نعمتوں نے تمام موجودات کو گھیر رکھا ہے۔ شکر ہے خدا کا جس نے خفیہ الہامات کے ذریعے ہمیں شکر گذاری کی تعلیم دی ہے اور ہمیں اپنی حمد و ثناء کرنے کا پابند بنایا میں اس رب کی تقدیس کرتی ہوں جو سب سے زیادہ بخشنے والا ہے، جس نے سب کو نعمت وجود سے سرفراز کیا، نعمتوں کا آغاز اور اختتام اسی کی طرف سے ہے، کوئی اس کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتا۔ اس نے بندوں کو دعوت دی ہے کہ شکر کے ذریعے نعمتوں میں اضافہ کرائیں پھر ان نعمتوں کو مکمل کر کے مزید حمد کا مطالبہ کیا اور انہیں دہرایا۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا وحدہ لاشریک ہے اور اس کے سوا کوئی خالق

نہیں ہے وہ یکتا اور بے مثل ہے، اس کی ابدیت میں سب حیران ہیں اور اس کی ازلیت میں سب سر گردان ہیں، اس میدان میں سوچ و فکر داخل نہیں ہو سکتی، عقل و خرد کو اس میں پر نہیں مار سکتی، وہ ایسی ذات ہے جسے دیکھنے کی آنکھوں میں توانائی نہیں ہے، زبانیں اس کی توصیف سے عاجز ہیں، اس کے مقام عظمت کا کوئی ادراک نہیں رکھتا، اس کی ذات کی حقیقت کو عقل یا نہیں سکتی۔ وہ ایسا خالق ہے جس نے موجودات کو بغیر مادہ کے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چیزوں کو ابتداء سے وجود عطا کرنے والا اور انہیں عدم سے نکال کر ہستی میں لانے والا ہے اُسے تخلیق کے لئے نمونے کی ضرورت نہ تھی۔ مثل و مثال اور نمونے کے بغیر تصویر کو پیدا کیا صرف اپنی قدرت اور مشیئت کے ذریعے۔ اس نے بشر کو عبادت کی دعوت دی تاکہ عبودیت کے ذریعے ثواب کا مستحق قرار پائے، اس نے ثواب کو اطاعت پر موقوف کیا اور عقاب کو معصیت و نافرمانی سے مربوط کیا تاکہ لوگ اس کے غضب سے بچیں اور جنت کی طرف کھینچے آئیں۔

خطبۂ فاطمیہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود حمد سے شروع ہوتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" (11) اور قرآن بیکراں نعم الٰہی کے شمار کرنے سے ناتوانی کے بارے میں فرماتا ہے۔ "إِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا" (12) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہیں گن سکتے ہو۔ اگرچہ اس کی نعمتوں کو شمار نہیں کیا جاسکتا، لیکن ان کو یاد ضرور کرنا چاہیے "وَاذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللّهِ عَلَيْكُمْ۔۔۔" (13) اور اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔ پس ان نعمتوں میں سے سب سے پہلی نعمت کا ذکر حضرت فاطمہؑ نے کیا ہے جو کہ وجود کی نعمت ہے اور پردہ عدم کو چاک کرنا ہے کہ اللہ آسمانوں اور زمین کا خاطر ہے۔

"قَالَ بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ" (14)

حمد و ثنا اس رب کی ہے الحمد للہ رب العالمین ہے جو سب سے پہلا معلم ہے۔ "عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" (15)

وہی خدا جو ہمیں شکر گذاری کا درس دیتے ہوئے فرماتا ہے: "وَاشْكُرُواْ لِي وَلاَ تَكْفُرُونِ" (16)

خالق کی طرف سے مخلوق کو شکر گذاری کی دعوت اور اس سے تقاضا ایک طبعی اور عام بات ہے لیکن خالق کا مخلوق کا شکر کرنے کا کیا معنی ہو سکتا ہے سوائے نعمت کے اتمام اور تکمیل کے؟ پس اس نے ہم پر اپنی

حمد و ستائش کو فرض کیا تاکہ نعمت کو کمال تک پہنچائے اور بندے پر اکرام کا بہانہ مہیا ہو جائے کیونکہ رحمت و فیض ذات حق کی ذاتی صفت ہے فیض کی راہ میں مانع خود بندہ اور قبول کرنے والا ہے۔ پس اس کے فیض اور رحمت کے حصول کے لئے پردہ کا ہٹ جانا اور مانع کا برطرف ہونا ہی کافی ہے۔ اس کے نتیجے میں باران رحمت الٰہی کا نزول ہو جائے اور وہ سراپا ہستی کو اپنے اندر غرق کرلے۔

تمید (حمد و ستائش) کا لازمہ تقدیس (منزہ قرار دینا) چنانچہ جب حمد سب اور تمام (الحمد) ہے تو پھر قداست بھی تمام اور قام ہے اس طرح سے مکمل رحمت وجود بھی محقق ہوئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:

"قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا" (17)

یعنی: فرمادیجئے: اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی ہو جائے تو وہ سمندر میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا اگرچہ ہم اس کی مثل اور (سمندر یا روشنائی) مدد کے لئے لے آئیں۔

اس معرفت کے ساتھ شہادت کا معنی عیاں ہوتا ہے۔ واشھدان لا اِلہ الا اللہ، واحدہ لاشریك لہ۔ وہی ذات جس کی نہ کوئی حد ہے اور نہ انتہا۔ وہ ایسی ذات ہے جو زمانے کی حدود سے ماوراء ہے اور عدم نے اس پر سبقت نہیں لی وہی ہر چیز سے پہلے اور اول ہے۔ "هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ، وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ" (18)

کیونکہ غور و فکر کا لازمہ یہ ہے کہ عاقل معقول پر احاطہ پیدا کرے اور معقول محدود ہو۔ تصدیق کا لازمہ تصور ہے اور تصور کا لازمہ کسی چیز کی ذہنی ترکیب ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ان تمام اوصاف سے بری اور پاک ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی کیونکر تعریف کی جاسکتی ہے، عقل و فکر کس طرح اس وادی میں قدم رکھ سکتے ہیں؟ پس اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر سے باز رہنا چاہئے کیونکہ وہ "قُل هُواللهُ اَحد" (19) ہے۔ خدا کے بارے میں سوال کے جواب میں کہو وہ یکتا اور احد ہے۔ مرکب نہیں ہے بلکہ بسیط ہے، چونکہ وہ اجزاء خارجیہ سے مرکب نہیں ہے، اس لئے اس کا تجزیہ و تحلیل نہیں ہو سکتا اور چونکہ ذہن میں بھی اس کے اجزاء نہیں ہیں، اس لئے اس کی تعریف بھی نہیں ہو سکتی، وہ ماھیت کو قبول نہیں کرتا، کیونکہ ماھیت کا

وجود پر عارض ہونے کا مطلب غیر سے وابستگی اور معلول ہونا ہے جو کہ اس کے واجب الوجود ہونے کے منافی ہے۔

"الحق ماهيته اينة اذ مقتضى العروض معلوليته" پس وہ احد ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ بے نیاز ہے "الله الصمد" (20) جب کسی چیز کے بارے میں عقل سوچنے سے عاجز ہو وہاں پر وہم وخیال کا گزر کیسے ہو سکتا ہے، پس اس کی عظمت وکبریائی کو وہم نہیں پاسکتا اور جب وہم اور عقل کام کرنا چھوڑ دیں تو توصیف میں زبان کی نارسائی معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ زبان سوچ وفکر، وہم وخیال اور مناظر کو ہی بیان کرتی ہے جیسے آنکھ نہ دیکھ سکے اور زبان بیان نہ کرسکے "لاَّ تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ" (21)

انسان صانع، فنکار اور کاریگر ہے لیکن اس کی کاریگری اور ہنر مندی اس عالم وجود کی تقلید اور نقل ہی ہوتی ہے جس کا معمار خدا ہے جس نے بغیر نمونے تصویر اور نقشے کے عام خلقت کو حسن وجمال اور خوبصورتی وزیبائی سے متجلی کیا۔ انسان خود وجود خدا کی تجلی اور اسم اللہ کا مظہر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُسے تعلیم دی ہے۔ "وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا" (22) اور اس کی دیگر تمام مخلوقات حتی ملائکہ پر برتری اور فضیلت کا معیار علم کو قرار دیا۔ "ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلاَئِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلاَءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ قَالُواْ سُبْحَانَكَ لاَ عِلْمَ لَنَا إِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ" (23) پس چونکہ علم وارادہ آدمی کے وجود میں ودیعت کہا گیا ہے اس لئے وہ دوسروں سے ممتاز ہو گیا ہے عبادت اور اطاعت اس کے وجود کے ساتھ قرار پائی تاکہ وہ اجر وثواب کا مستحق بن جائے۔ لیکن اگر نافرمانی اور سرکشی کرے تو وہ عذاب الٰہی کا سزاوار بن جائے۔ یہ سزائیں بھی مخلوق کے لئے عین رحمت الٰہی ہیں اس لئے کہ بندے کو سزا دے کر اللہ تعالیٰ کوئی تشفی کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو سرمایہ حیات اور نوع انسان کی بقاء کا باعث ہے جیساکہ مادی دنیا میں قصاص کا یہی مقصد ہے اور یہ روئے زمین پر بنی نوع انسان کی حیات اور پائیداری کا ضامن ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ"۔ (24)

فاطمہ زہراؑ کی نگاہ میں سعادت بشری کا معیار

جب سے انسان نے اس کرہ خاکی پر قدم رکھا ہے اس وقت سے سعادت وخوش بختی کی تلاش میں ہے۔ سقراط کے نزدیک اخروی خوشبختی کا حصول سعادت ہے۔ افلاطون نے علم و دانش کو انسان کی برتری اور سعادت کا معیار قرار دیا ہے۔ ارسطو نے اعتدال کے نظریے کی بنیاد رکھی، بعض نے مال و دولت، بعض نے طاقت، بعض نے اختیار اور ایک گروہ نے جذبات کو معیار بنایا ہے۔ غرضیکہ ہر ایک نے اپنے گمشدہ کو کسی چیز میں پایا ہے۔

لیکن فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے سعادت اور خوش بختی کا معیار ایمان واعتقادات اوران کے مطابق عمل کو قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے ان کے کلام کو کلامی ابحاث اور عقیدے وایمان کی بنیاد پر احکام دینی پر عمل کے اعتبار سے دو حصوں میں تحلیل کیا جاسکتا ہے۔

الف: کلامی مباحث

ا۔ دین اور امانت الٰہی کو قبول کرنا: اصول دینداری

أَنْتُمْ عِبَادَ اللهِ نُصْبُ أَمْرِهِ وَ نَهْيِهِ وَ حَمَلَةُ دِينِهِ وَ وَحْيِهِ وَ أُمَنَاءُ اللهِ عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَ بُلَغَاؤُهُ إِلَى الْأُمَمِ زَعِيمُ حَقٍّ لَهُ فِيكُمْ وَ عَهْدٌ قَدَّمَهُ إِلَيْكُمْ وَ بَقِيَّةٌ اسْتَخْلَفَهَا عَلَيْكُمْ كِتَابُ اللهِ النَّاطِقُ وَ الْقُرْآنُ الصَّادِقُ وَ النُّورُ السَّاطِعُ وَ الضِّيَاءُ اللَّامِعُ بَيِّنَةٌ بَصَائِرُهُ مُنْكَشِفَةٌ سَرَائِرُهُ مُنْجَلِيَةٌ ظَوَاهِرُهُ مُغْتَبِطَةٌ بِهِ أَشْيَاعُهُ قَائِداً [قَائِدٌ] إِلَى الرِّضْوَانِ أَتْبَاعُهُ مُؤَدٍّ إِلَى النَّجَاةِ اسْتِمَاعُهُ بِهِ تُنَالُ حُجَجُ اللهِ الْمُنَوَّرَةُ وَ عَزَائِمُهُ الْمُفَسَّرَةُ وَ مَحَارِمُهُ الْمُحَذَّرَةُ وَ بَيِّنَاتُهُ الْجَالِيَةُ وَ بَرَاهِينُهُ الْكَافِيَةُ وَ فَضَائِلُهُ الْمَنْدُوبَةُ وَ رُخَصُهُ الْمَوْهُوبَةُ وَ شَرَائِعُهُ الْمَكْتُوبَةُ۔(25)

اے لوگو! اے اللہ کے بندو! تم اپنے پروردگار کے اوامر اور نواہی کے مخاطبین ہو تم اس کے دین اور وحی کے حامل ہو۔ تم اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کے امین ہو۔ یہ تم ہو جنہیں دین الٰہی پر عمل کرنا ہے اور اُسے دوسروں تک پہنچانا ہے اور تمہیں دوسروں کے لئے مثال بننا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: "إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا" (26) یعنی: بے شک ہم امانت کو آسمان، زمین اور پہاڑ سب کے سامنے پیش کیا اور سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور خوف ظاہر کیا پس انسان نے اس بوجھ کو اٹھالیا کہ انسان اپنے حق میں ظالم اور نادان ہے۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید

قرعہ کا بہ نام من دیوانہ زدند (27)

انسان دین و شریعت کے حامل بن گئے تاکہ دین پر عمل کرنے کی صورت میں دوسروں کے لئے نمونہ اور مثال بن جائیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

" كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ" (28)

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے منظر عام پر لایا گیا ہے تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو انسان کامل دوسروں انسانوں کے لئے نمونہ عمل اور امت دیگر امتوں کے لئے نمونہ اور اُسوہ ہے۔ مثالی امت نہ صرف دین پر عمل پیرا ہوتی ہے بلکہ دین کی مبلغ بھی ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ۔ اللهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ۔ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ "۔

پس مومنین خود بھی اعمال بجا لائیں اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید او روصیت کریں تاکہ حق کے اصولوں پر مضبوطی سے عمل کریں۔

۲۔ دین خاتم کو اختیار کرنا، کتاب صامت اور ولی ناطق پر ایمان (اصول نبوت وامامت)

"وَ أَشْهَدُ أَنَّ أَبِي مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ اخْتَارَهُ قَبْلَ أَنْ أَرْسَلَهُ وَ سَمَّاهُ قَبْلَ أَنِ اجْتَبَاهُ وَ اصْطَفَاهُ قَبْلَ أَنِ ابْتَعَثَهُ إِذِ الْخَلَائِقُ بِالْغَيْبِ مَكْنُونَةٌ وَ بِسَتْرِ الْأَهَاوِيلِ مَصُونَةٌ وَ بِنِهَايَةِ الْعَدَمِ مَقْرُونَةٌ عَلَماً مِنَ اللهِ تَعَالَى بِمَآيِلِ الْأُمُورِ وَ إِحَاطَةً بِحَوَادِثِ الدُّهُورِ وَ مَعْرِفَةً بِمَوَاقِعِ الْأُمُورِ ابْتَعَثَهُ اللهُ إِتْمَاماً لِأَمْرِهِ وَ عَزِيمَةً عَلَى إِمْضَاءِ حُكْمِهِ وَ إِنْفَاذاً لِمَقَادِيرِ رَحْمَتِهِ فَرَأَى الْأُمَمَ فِرَقاً فِي أَدْيَانِهَا عُكَّفاً عَلَى نِيرَانِهَا عَابِدَةً لِأَوْثَانِهَا

مُنْكِرَةً لِلّٰهِ مَعَ عِرْفَانِهَا فَأَنَارَ اللهُ بِأَبِي مُحَمَّدٍ ص ظُلَمَهَا وَ كَشَفَ عَنِ الْقُلُوبِ بُهَمَهَا وَ جَلَى عَنِ الْأَبْصَارِ غُمَمَهَا وَ قَامَ فِي النَّاسِ بِالْهِدَايَةِ فَأَنْقَذَهُمْ مِنَ الْغَوَايَةِ وَ بَصَّرَهُمْ مِنَ الْعَمَايَةِ وَ هَدَاهُمْ إِلَى الدِّينِ الْقَوِيمِ وَ دَعَاهُمْ إِلَى الطَّرِيقِ الْمُسْتَقِيمِ ثُمَّ قَبَضَهُ اللهُ إِلَيْهِ قَبْضَ رَأْفَةٍ وَ اخْتِيَارٍ وَ رَغْبَةٍ وَ إِيثَارٍ فَمُحَمَّدٌ ص مِنْ تَعَبِ هَذِهِ الدَّارِ فِي رَاحَةٍ قَدْ حُفَّ بِالْمَلَائِكَةِ الْأَبْرَارِ وَ رِضْوَانِ الرَّبِّ الْغَفَّارِ وَ مُجَاوَرَةِ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ صَلَّى اللهُ عَلَى أَبِي نَبِيِّهِ وَ أَمِينِهِ وَ خِيَرَتِهِ مِنَ الْخَلْقِ وَ صَفِيِّهِ وَ السَّلَامُ عَلَيْهِ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ "(29)

یعنی: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان حق پر ایک ضامن بنایا اور آخری پیغمبرؐ کے ذریعے عہد و پیمان تمہارے لئے بھیجے اور تمہارے لئے اپنے دو جانشین اور خلیفے متعین کئے ایک اللہ تعالیٰ کی نہ بولنے والی کتاب اور دوسرا بولنے والا اللہ کا ولی۔ یہ دونوں رب العزت کے انوار، احکام الٰہی کے حلال وحرام کو بیان کرنے والے اور سچے ہادی الٰہی ہیں ان کی ہدایت اور ارشاد کے انوار کی شعاعیں ہمیشہ جلوہ گر ہیں اور تمہیں ہر لمحے حق وحقیقت کی طرف دعوت دیتی رہتی ہیں۔"

شریعت الٰہی پے در پے انسانوں پر نازل ہوئے تاکہ فراموش شدہ عہد و پیمان ان کو دوبارہ یاد دلائے۔ اس میثاق وعہد و پیمان کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

"وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ"۔(30)

بنی آدم سے عہد لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار کریں گے اور اس پر ایمان رکھیں گے آدمی اپنے عہد پر باقی رہا جب بھی وہ مجبور اور مضطر ہوا اپنے رب کی طرف رجوع کیا، لیکن جب وہ نعمتوں میں غرق ہوا تو اپنے عہد کو توڑ دیا اور شرک کرنے لگا۔ آدمی کی حالت کو قرآن یوں بیان کرتا ہے: "فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ" (31)

پیغمبروں نے انہیں اللہ تعالیٰ سے کہا گیا عہد و پیمان یاد دلایا: "فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ۔ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ۔(32)

پس آپ نصیحت کرتے رہو کہ آپ صرف نصیحت کرنے والے ہی۔ آپ ان پر مسلط اور ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

انبیاء علیہم السلام انسانوں کی ہدایت اور ان کی استعداد کو پروان چڑھانے کے لئے تشریف لائے یہاں تک کہ ان سب سے افضل اور خاتم کی باری آئی۔ وہ نبیؐ جو قرآن کے مطابق "فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ" (33) کے مقام پر فائز ہوئے۔ پس آخری شریعت آپ کے دست مبارک سے لوگوں تک پہنچی اور جب آپؐ رحلت فرما گئے تو آپؐ مطمئن تھے کہ ان کا دین باقی رہے گا کیونکہ دین کی بقاء کا راستہ خود دین میں بتا دیا گیا تھا۔ امامت کو تکمیل دین اور اتمام نعمت کے طور پر بیان کر دیا گیا تھا۔ ارشاد ہوا:

"يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" (34)

چنانچہ جب امامت کا اعلان پہنچ گیا تو نعمتیں مکمل ہو گئیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا۔ دین اسلام سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ اور دین تو صرف اسلام ہی ہے۔ "جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: " إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ " (35) انسان شعور کی اس منزل پر پہنچ گیا جہاں وہ اسلام کو حاصل کرنے کے قابل ہو گیا۔ اسلام کو اپنانے اور اتمام نعمت کا شرف پانے کی توفیق اُسے مل گئی۔ شریعت، عدل و عدالت کی محافظ ہوتی ہے اور عدل و عدالت بنی نوع انسان کی بقاء کا ضامن، شریعت کا دوام اور پائیداری چند عوامل سے وابستہ ہے۔ امامت اور قرآن شریعت کی حفاظت کے دو معتبر ضامن ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے: وَ اِنّی تارِكٌ فيكُمُ الثَّقَلَينِ كِتابَ اللهِ وَعِتْرَتی۔ (36)

اس کی وجہ یہ ہے کہ دین مبین کی بقاء کے لئے دین کے مفسر اور مجری (اجراء کنندہ) کی ضرورت ہے۔ ایسی شخصیت کی تعین کے لئے عقلی طور پر دو راستے موجود ہیں۔ اول:۔ عوام کی طرف سے تعین۔ دوم:۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتخاب۔ پہلا راستہ نہ صرف اختلافات کو ختم نہیں کرتا بلکہ خود اختلاف کا سبب بنتا ہے۔ پس اس کے لئے نص اور انتخاب الٰہی ہی بہترین راستہ ہے۔

۳۔قرآن کی شناخت (قرآنی تعلیمات پر لازمی عمل کرنے کا اصول)

جناب سیدہؑ اس بارے میں فرماتی ہیں: ''كِتَابُ اللهِ النَّاطِقُ وَ الْقُرْآنُ الصَّادِقُ وَ النُّورُ السَّاطِعُ وَ الضِّيَاءُ اللَّامِعُ بَيِّنَةٌ بَصَائِرُهُ مُنْكَشِفَةٌ سَرَائِرُهُ مُنْجَلِيَةٌ ظَوَاهِرُهُ مُغْتَبِطَةٌ بِهِ أَشْيَاعُهُ قَائِداً [قَائِدٌ] إِلَى الرِّضْوَانِ أَتْبَاعُهُ مُؤَدٍّ إِلَى النَّجَاةِ اسْتِمَاعُهُ بِهِ تُنَالُ حُجَجُ اللهِ الْمُنَوَّرَةُ وَ عَزَائِمُهُ الْمُفَسَّرَةُ وَ مَحَارِمُهُ الْمُحَذَّرَةُ وَ بَيِّنَاتُهُ الْجَالِيَةُ وَ بَرَاهِينُهُ الْكَافِيَةُ وَ فَضَائِلُهُ الْمَنْدُوبَةُ وَ رُخَصُهُ الْمَوْهُوبَةُ وَ شَرَائِعُهُ الْمَكْتُوبَةُ ''۔(37)

یعنی: یہ قرآن ہے جس نے تمہارے دل و دماغ کو منور کیا ہے اور تمہیں روشنی بخشی ہے۔ قرآن کے اسرار تم سب پر منکشف اور اس کے ظواہر تم سب پر عیاں اور ظاہر ہو چکے ہیں۔ دوسری اقوام قرآن کے تمہارے پاس ہونے پر رشک کر رہی ہیں اور حسرت کا اظہار کر رہی ہیں۔ قرآن کی پیروی انسان کو رضائے الٰہی تک پہنچا دیتی ہے اور قرآن آیات پر غور و فکر آدمی کو نجات و سعادت کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ قرآن کی بدولت قدرت الٰہی کی نشانیاں اور علامتیں انسانی ادراک کے دائرے میں آجاتی ہیں۔ شریعت کے حلال و حرام کا پتہ قرآن سے چل جاتا ہے جو کہ کامیابی کا سبب ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعے محرمات جو کہ سزا و عقاب کا موجب ہیں، کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن کی برکت سے ہی واضح اور آشکار براہین و دلائل حاصل ہوتے ہیں، بے شمار فضائل اور اعمال میں رخصت کا علم ہوتا ہے، سوچ و فکر کی آزادی اور تحقیق کی اجازت کا پتہ چلتا ہے۔ احکام شریعت میں وسعت اور پابندیوں کا علم بھی قران کے ذریعے ہی ہوتا ہے اور تمام علمی باتیں اسی کے ذریعے ہی ہمیں سکھائی گئی ہیں۔

قرآن کی معرفت اور اعجاز قرآن کے پہلوؤں سے آگاہی پر اسلام کے ابتدائی دور سے ہی علماء نے توجہ دی ہے اور اس بارے میں تالیفات موجود ہیں۔

اعجاز قرآن کے متعدد پہلو

قرآن ایسی کتاب ہے جو احسن الحدیث، بہار قلوب، شفاء قلوب اور احسن القصص ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی تعریف میں سخن کے امام، حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا ہے: ''كِتَابُ اللهِ تُبْصِرُونَ بِهِ وَتُنْطِقُونَ بِهِ وَتَسْمَعُونَ بِهِ وَيَنْطِقُ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ وَيَشْهَدُ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ وَلَا يَخْتَلِفُ فِي اللهِ وَلَا يُخَالِفُ

بِصاحِبِهِ عَنِ اللهِ۔" (38) یعنی؛ یہ کتاب خدا ہے جس میں تمہاری بصارت اور سماعت کا سارا سامان موجود ہے اس میں ایک حصہ دوسرے کی وضاحت کرتا ہے اور ایک دوسرے کی گواہی دیتا ہے یہ احکام خدا کے بارے میں اختلاف نہیں رکھتا ہے اور اپنے ساتھی کو خدا کی شاہراہ سعادت سے جدا نہیں کرتا ہے۔

پس قرآن ایسی کتاب ہے جس میں گذشتہ واقعات اور آئندہ کا علم ہے، جس میں بیماریوں کی شفاء اور انفرادی واجتماعی امور کی اصلاح کا سامان موجود ہے۔ قرآن ایسا نور ہے جو کبھی بجھتا نہیں ہے، ایسا چراغ ہے جس کی روشنی کبھی ختم نہیں ہوتی۔

قرآن، بہترین طرز زندگی کی ہدایت کرنے والا ہے۔ الم ذَلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ۔(39) قرآن، قرآن مبین ہے، فرقان ہے، نور مبین ہے،"تِبياناً لِكُل شَئی" ہے(40) کتاب ہدایت اور پیغمبر اکرم ﷺ کا زندہ جاوید معجزہ ہے، جس کے اندر تمام بشری علوم موجود ہیں اور یہ تمام انسانی ضروریات کو یہ پورا کرنے والا ہے بشرطیکہ اس کی تفسیر اور تاویل کی جائے اور اس کی تاویل اور بطن کو "راسخون فی العلم" کے علاوہ کوئی جانتا نہیں ہے۔ "وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ" (41) اور راسخون فی العلم، صاحبان ولایت اور آئمہ برحق کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ پس ان دو الٰہی گرانقدر چیزوں سے تمسک کرنا چاہئے اور ان سے ہرگز جدا نہیں ہونا چاہئے تاکہ ہدایت اور سعادت کا راستہ طے کیا جاسکے۔ جس طرح یہ دو چیزیں آپس میں جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر پیغمبر اکرم ﷺ تک پہنچ جائیں۔

۴۔ شرک کا ترک کرنا (توحیدی اصول)

سیدہؑ فرماتی ہیں۔ "فَجَعل اللهُ الايمانَ تطهيراً لَكُم مِن الشرك۔" یعنی: "اللہ تعالیٰ نے خلوص عبودیت کے لئے شرک سے پاک ہونا قرار دیا۔"

جناب سیدہؑ احکام الٰہی کے فلسفہ کو بیان کرنے کے بعد پہلے اصول کی طرف لوٹتی ہیں پہلا اصول شرک کو ترک کرنا اور توحید کی طرف جھکنا ہے اس معنی میں کہ احکام کے عملی طور پر انجام دینے کی ضمانت یہی اصول یعنی توحید پر ایمان اور شرک سے دوری ہے۔ اس اصول کی انتہا خدا کی معرفت ہے۔ چنانچہ خدا کی معرفت حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی نگاہ میں یوں مجسم ہوئی ہے: " وَ حَرَّمَ اللهُ الشِّرْكَ إِخْلَاصاً لَهُ بِالرُّبُوبِيَّةِ

فَاتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقاتِهِ وَ لا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ وَ أَطِيعُوا اللهَ فِيمَا أَمَرَكُمْ بِهِ وَ نَهَاكُمْ عَنْهُ فَإِنَّهُ إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَماءُ "۔یعنی: اللہ تعالیٰ نے شرک کو حرام قرار دیا ہے تاکہ ربوبیت کو اپنے لئے خالص فرمائے، اللہ تعالیٰ سے ایسے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے اور ہر گز نہ مرنا مگر اسلام پر، جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ہے ان میں اس کی اطاعت کرو پس بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔(42)

ب: احکام دین پر عقیدے اور ایمان کی بنیاد پر عمل اور احکام الٰہی کے فلسفہ اور حکمتوں کی وضاحت:

جناب سیدہؑ ارشاد فرماتی ہیں: "وَ الصَّلَاةَ تَنْزِيهاً لَكُمْ عَنِ الْكِبْرِ وَ الزَّكَاةَ تَزْكِيَةً لِلنَّفْسِ وَ نَمَاءً فِي الرِّزْقِ وَ الصِّيَامَ تَثْبِيتاً لِلْإِخْلَاصِ وَ الْحَجَّ تَشْيِيداً لِلدِّينِ وَ الْعَدْلَ تَنْسِيقاً لِلْقُلُوبِ وَ طَاعَتَنَا نِظَاماً لِلْمِلَّةِ وَ إِمَامَتَنَا أَمَاناً لِلْفُرْقَةِ وَ الْجِهَادَ عِزّاً لِلْإِسْلَامِ وَ الصَّبْرَ مَعُونَةً عَلَى اسْتِيجَابِ الْأَجْرِ وَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ مَصْلَحَةً لِلْعَامَّةِ وَ بِرَّ الْوَالِدَيْنِ وِقَايَةً مِنَ السُّخْطِ وَ صِلَةَ الْأَرْحَامِ مَنْسَأَةً فِي الْعُمُرِ وَ مَنْمَاةً لِلْعَدَدِ وَ الْقِصَاصَ حَقْناً لِلدِّمَاءِ وَ الْوَفَاءَ بِالنَّذْرِ تَعْرِيضاً لِلْمَغْفِرَةِ وَ تَوْفِيَةَ الْمَكَايِيلِ وَ الْمَوَازِينِ تَغْيِيراً لِلْبَخْسِ وَ النَّهْيَ عَنْ شُرْبِ الْخَمْرِ تَنْزِيهاً عَنِ الرِّجْسِ وَ اجْتِنَابَ الْقَذْفِ حِجَاباً عَنِ اللَّعْنَةِ وَ تَرْكَ السَّرِقَةِ إِيجَاباً لِلْعِفَّةِ وَ حَرَّمَ اللهُ الشِّرْكَ إِخْلَاصاً لَهُ بِالرُّبُوبِيَّةِ فَاتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقاتِهِ وَ لا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ وَ أَطِيعُوا اللهَ فِيمَا أَمَرَكُمْ بِهِ وَ نَهَاكُمْ عَنْهُ فَإِنَّهُ إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَماءُ "(43)

" اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے شرک اور کفر کی پلیدی سے پاکیزگی اور تطہیر کا ذریعہ قرار دیا ہے۔"

ایمان اور عمل، خسارے اور نقصان سے بچنے کا معیار ہیں ایسے خسارے سے بچنے کا ذریعہ ہیں جس میں انسان اپنا اصلی سرمایہ بھی گنوا دیتا ہے، سعادت کے حصول اور خسارے سے نجات کے لئے ایمان ہونا چاہیے اور پھر نیک عمل بجالائے۔ ایمان اس تناور درخت کی جڑ ہے اور عمل صالح اس

درخت کا پھل اور نتیجہ ہے۔ پس پہلے جناب سیدہ نے ایمان کی اہمیت کی بات کی ہے جو کہ شرک وکفر کی نجاستوں سے پاکیزگی اور طہارت کا باعث ہے۔ ایمان سے مراد توحید اور اس کے تمام مراتب پر عقیدہ ہے یعنی توحید نظری اور توحید عملی، اللہ تعالیٰ کو دیکھنا، سمجھنا اور صرف اس کے لئے عمل کرنا، صرف اس کی پرستش کرنا اور صرف اسی سے مدد مانگنا جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔

"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" (44)

توحید ذاتی یا توحید در ذات سے مراد یہ ہے کہ ذات الٰہی کی احدیت پر عقیدہ رکھنا، اُسے ایک خالق ماننا اور ہر قسم کی ترکیب سے اُسے منزہ و پاکیزہ سمجھنا ہے۔

جیسا کہ ارشاد ہے: "قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ" مقام واحدیت سے مراد حق تعالیٰ کو شریک وہمسر سے منزہ و پاک سمجھنا ہے۔ "وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ"

توحید صفاتی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات اور صفات بھی ایک ہیں اور تمام صفات میں بھی واحدنیت ہے (یعنی اس کی صفات ذات سے جدا نہیں میں اور صفات آپس میں بھی جدا نہیں میں) توحید افعالی کا معنی یہ ہے کہ تمام ممکن موجودات اپنے اعمال اور افعال میں مستقل اور خود مختار نہیں ہیں۔ قرآن کی آیت اسی مطلب کی طرف اشارہ کرہی ہے۔" وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللّهَ '' (45) انسان کی ابتدا بھی توحید ہے اور منزل بھی وہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

"إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" (46) توحید کے مدّمقابل شرک اور اس کے تمام مراتب میں۔ شرک کا نتیجہ کفر ہے اس لئے مشرک اور کافر ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں ارشاد الٰہی ہے۔" قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ۔لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ۔وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ۔وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ۔وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ۔لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ" (47) توحید پر ایمان شرک اور کفر کے لئے مانع اور رکاوٹ ہے، کیونکہ ایمان کا ثمر عمل صالح ہے اور شرک وکفر کا نتیجہ پلیدی اور برے اعمال ہیں۔ جس طرح ایمان کی نشانیاں اور علامتیں ہیں اسی طرح عمل صالح کی بھی نشانیاں ہیں۔ اس کی بعض نشانیاں یوں درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کی گئی ہیں:

نماز، زکوۃ، روزہ حج، اولی الامر کی اطاعت، اہل بیت کی امامت، جہاد، صبر، امر بہ معروف، صلہ رحم، والدین سے نیکی، قصاص، نذر کو پورا کرنا، ناپ تول کو پورا کرنا، شراب پینے سے ممانعت، تہمت سے بچنا، چوری نہ کرنا، شرک سے دوری وغیرہ۔

احکام کے فلسفہ سے آگاہی انہیں اچھے انداز سے انجام دینے کا باعث ہے۔ عبادت کے انجام دینے کا ایک عام فلسفہ مولیٰ کے علم کی اطاعت ہے۔ اس لئے ہر عبادی عمل میں قصد قربت ضروری ہے۔ علاوہ ازیں ہر عبادت کا اپنا ایک خاص فلسفہ اور حکمت ہے۔ ان امور میں سے ہر ایک کے بارے میں آگاہی اور معرفت کا مواد قرآن اور روایات اہل بیت علیہم السلام میں موجود ہے۔ جناب سیدہ نے ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ا۔ نماز

آپ نے فرمایا: "وَ الصَّلَاةَ تَنْزِيهاً لَكُمْ عَنِ الْكِبْرِ"۔ "اللہ تعالیٰ نے نماز کو تمہارے دلوں سے کبر و نخوت سے پاک کرنے کے لئے قرار دیا۔"

احساس برتری اور غرور و تکبر انسان کے لئے بہت بڑی آفت ہے اور سعادت کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے، شیطان اسی بیماری میں مبتلا ہوا اور راندہ درگاہ ہوا۔

"إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ" (48) وہ اپنی خلقت کو آگ اور آدم کو مٹی سے خلق شدہ سمجھا اس لئے اس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ قرآن فرماتا ہے: "قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ" (49) یعنی؛ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدمؑ کو گوندھی ہوئی مٹی سے۔

وہ حضرت آدم علیہ السلام کے علمی مقام و مرتبے سے آگاہ نہیں تھا اور ان کی برتری کے سبب کو دریافت نہ کر سکا پس اُس نے خدا پر اعتراض کر دیا اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبی اور گستاخی کا ارتکاب کیا اور اپنے آپ کو آدمؑ کی اولاد کو بہکانے کے لئے خاص کر لیا۔ ارشاد الٰہی ہے: " قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ " (50) یعنی؛ اس (ابلیس) نے کہا: پس اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے (مجھے

قَسم ہے کہ) میں (بھی) ان (افرادِ بنی آدم کو گمراہ کرنے) کے لئے تیری سیدھی راہ پر ضرور بیٹھوں گا (تاکہ انہیں راہِ حق سے ہٹادوں)۔

اور کہا: قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۔ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۔ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۔ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ۔ (51) یعنی؛ ابلیس نے کہا: اے پروردگار! اس سبب سے جو تو نے مجھے گمراہ کیا میں (بھی) یقیناً ان کے لئے زمین میں (گناہوں اور نافرمانیوں کو) خوب آراستہ و خوش نما بنا دوں گا اور ان سب کو ضرور گمراہ کرکے رہوں گا، سوائے تیرے ان برگزیدہ بندوں کے جو (میرے اور نفس کے فریبوں سے) خلاصی پا چکے ہیں۔ اللہ نے ارشاد فرمایا: یہ (اخلاص ہی) راستہ ہے جو سیدھا میرے در پر آتا ہے۔ بیشک میرے (اخلاص یافتہ) بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا سوائے ان بھٹکے ہوؤں کے جنہوں نے تیری راہ اختیار کی۔

قطع نظر اس کے کہ مخلصین پر اس کا کوئی بس نہیں چلے گا، اُسے مہلت دے دی گئی جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے: "وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۔ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ" (52) یعنی؛ میں ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔

پس اخلاص کے مقام پر پہنچنے کے لئے غرور و تکبر سے دوری اختیار کرنا ضروری ہے۔ اور اس مقصد تک پہنچنے کے لئے نماز، بہترین ذریعہ ہے۔ نماز، خالق کائنات کے سامنے پیشانی کو خاک پر رکھنا اور خضوع و خشوع کا اظہار کرنا ہے۔ نماز کے بہت سارے آداب اور اسرار ہیں جو مفصل کتابوں میں مذکور ہیں البتہ بطور خلاصہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ نماز عبادت کا مغز ہے چنانچہ ہر موجود ذات حق کی تسبیح مں مشغول ہے۔ "وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (53) یعنی؛ اور (پوری کائنات میں) کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو، لیکن تم ان کی تسبیح (کی کیفیت) کو سمجھ نہیں سکتے۔

ہر موجود کی تسبیح اس کی وجودی وُسعت کے مطابق ہوتی ہے۔

ہر کس بہ زبانی صفت حمد تو گوید
بلبل بہ غزل خوانی و قمری بہ ترانہ (54)

مخلوقات میں سے بعض اشیاء ہمیشہ قائم ہیں (جیسے درخت) بعض ہمیشہ سجدے میں ہیں اور بعض رکوع میں ہیں۔ بعض چیزیں خاموش اور بعض بولنے والی ہیں۔ انسان عالم خلقت کا نچوڑ اور اس کا سہرا ہے۔ پس اس کی عبادت بھی جامع اور عبادات کی تمام اقسام پر مشتمل ہونی چاہیے۔ نماز تمام انفرادی اور اجتماعی فرائض کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس کا اہم ترین فائدہ کبر و نخوت سے دوری ہے۔ پس نماز قائم کرنا چاہیے اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ نماز میں سستی اور کوتاہی پر اللہ تعالیٰ نے ملامت کی ہے۔ ارشاد ہوا ہے: " فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ " (55) یعنی " تباہی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غفلت برتتے ہیں۔ "

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے نماز سے غفلت اور کوتاہی کے نقصانات کو یوں بیان فرماتی ہیں: " فَقَالَتْ سالتُ ابی رسول اللہ(ص)، لِمَنْ تَهَاوَنَ بِصَلَاتِهِ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَاءِ ـ قَالَ: مَنْ تَهَاوَنَ بِصَلَاتِهِ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَاءِ، ابْتَلَاهُ اللهُ بِخَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً، يَرْفَعُ اللهُ الْبَرَكَةَ مِنْ عمره ويَرْفَعُ اللهُ الْبَرَكَةَ مِنْ رِزْقِهِ ـ وَ يَمْحُو اللهُ عَزَّوَ جَلَّ سِيمَاءَ الصَّالِحِينَ مِنْ وَجْهِهِ ـ وَ كُلُّ عَمَلٍ يَعْمَلُهُ لَا يُؤْجَرُ عَلَيْهِ ـ وَ لَا يَرْتَفِعُ دُعَاؤُهُ إِلَى السَّمَاءِ ـ لَيْسَ لَهُ حَظٌّ فِي دُعَاءِ الصَّالِحِينَ. وَ أَنَّهُ يَمُوتُ ذَلِيلًا ـ وَ يَمُوتُ جَائِعاً ـ وَ يَمُوتُ عَطْشَاناً، فَلَوْ سُقِيَ مِنْ أَنْهَارِ الدُّنْيَا لَمْ يَرْوَ عَطَشُهُ. وَيُوَكِّلُ اللهُ بِهِ مَلَكاً يُزْعِجُهُ فِي قَبْرِهِ. و يُضَيِّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ. و تَكُونُ الظُّلْمَةُ فِي قَبْرِهِ. وَ أَنْ يُوَكِّلَ اللهُ بِهِ مَلَكاً يَسْحَبُهُ عَلَى وَجْهِهِ، وَ الْخَلَائِقُ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ. و يُحَاسَبُ حِسَاباً شَدِيداً. و لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِ، وَلَا يُزَكِّيهِ، وَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ـ " (56)

یعنی؛ میں نے اپنے والد گرامی رسول ﷺ خدا سے ان عورتوں اور مردوں کے بارے میں پوچھا جو نماز میں سستی اور کوتاہی کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو بھی مرد ہو یا عورت نماز میں کوتاہی اور غفلت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے پندرہ بلاؤں میں مبتلا کردے گا۔

1) اللہ تعالیٰ اس کی عمر سے برکت اٹھالیتا ہے۔

2) اس کے رزق و روزی سے برکت ختم کردیتا ہے۔

3) اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے صالحین کے اثرات مٹادیتا ہے۔

4) جو عمل انجام دے گا اس کے اجر سے محروم رہے گا۔

5) اس کی دعا مستجاب نہیں ہو گی۔

6) صالحین کی دعا اس کے شامل حال نہیں ہوں گی۔

7) ذلیل ہو کر مرے گا۔

8) بھوکا مرے گا۔

9) پیاسا مرے گا اس طرح سے کہ اگر دنیا کی تمام نہریں بھی اُسے پلا دی جائیں پھر بھی سیراب نہیں ہوگا اور تشنگی نہیں بجھے گی۔

10) اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جو قبر میں اُسے عذاب دے گا۔

11) اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو تنگ فرمادے گا۔

12) اللہ تعالیٰ اس کی قبر تاریک فرمادے گا۔

13) اللہ تعالیٰ ایسا فرشتہ مقرر کرے گا جو (حشر میں) اُسے منہ کے بل گھسیٹے گا جبکہ تمام خلائق اُسے دیکھ رہی ہوں گی۔

14) اس کا حساب وکتاب بہت سخت ہوگا۔

15) اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا، اُسے پاکیزہ نہیں کرے گا۔ اور اس کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

۲۔ زکات

جناب سیدہؑ نے فرمایا: "وَ الزَّكَاةَ تَزْكِيَةً لِلنَّفْسِ وَ نَمَاءً فِي الرِّزْقِ" یعنی: "زکات کو نفس کی پاکیزگی اور مال وجان میں نشوونما اور روزی میں فراوانی کے لئے واجب قرار دیا۔"

جس طرح نماز انفرادی عمل اور خدا کی بارگاہ میں فریضے کی ادائیگی ہے اُسی طرح زکات اجتماعی ذمہ داری کی انجام دہی ہے جس قدر نماز کے اجتماعی اور معاشرتی پہلو ہیں اسی طرح زکات انسان کی روحانیت میں موثر ہے اس لئے نماز اور زکات کو ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے: " بسم الله الرَّحمن الرَّحيم۔ الم۔ ذَلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ "(57)

قرآن ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں، یہ راہ سعادت میں متقین کے لئے ہدایت ہے۔ غیب پر ایمان رکھنا، نماز قائم کرنا اور زکات ادا کرنا اس گروہ کی علامت ہیں۔ لہٰذا اطاعت اس کی واجب ہے جس میں نماز اور زکات عمل واحد کی صورت اختیار کرچکی ہوں اور یہ امر حضرت علیؑ کی شخصیت میں اجاگر اور متجلی ہوا ہے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے: "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ" (58)

زکات کا فلسفہ جان ومال کی طہارت وپاکیزگی ہے اور یہ مال میں نشو ونما اور بڑھاوا ہے۔ اگرچہ مال ودولت پر حریص افراد یہ خیال کرتے ہیں کہ زکات کی ادائیگی مال میں کمی کا سبب ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ادائیگی ہی ہے جو مال میں افزائش پیدا کرتی ہے بالکل اس باغیان کی طرح جو درختوں کی شاخوں کو اس لئے کاٹتا ہے تاکہ ان کا پھل زیادہ ہو جائے یا اس مالی کی طرح جو پھولدار پودوں کے سروں کاٹتا ہے تاکہ ان کی نشو ونما اور بڑھتوی اچھے انداز سے ہوسکے۔

زکات بخشش اور سخاوت ہے اور بخل اور کنجوسی سے پرہیز کا نام ہے۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اس بارے میں فرماتی ہیں:

قالت: قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ایاك والبخل، فانّها عاهةٌ لا تكون فی كريم اَيّاك وَالبُخل فانّه شَجَرَةٌ فِی النَّار وَ اَغْصَانُها فِی الدّنيا فَمَنْ تَعلَّقَ بِغُصْن مِنْ اغصانها اَدْخَلهُ النَّارَ۔ (59)

آپؑ فرماتی ہیں: "پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخل اور کنجوسی سے اجتناب کریں؛ کیونکہ بخل ایسی آفت اور بلا ہے جو کسی کریم اور بزرگوار شخص میں روا نہیں ہے۔ بخل سے پرہیز کریں؛ یہ ایک ایسا درخت ہے

جو دوزخ میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں جو بھی اس کی شاخوں سے چمٹے گا وہ اسے دوزخ میں گرا دے گا۔"

آپؑ ایک اور حدیث بیان فرماتی ہیں: "قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلیك بالسخاء شَجَرَةٌ مِنْ اَشْجَارِ الجَنَّة، اَغْصَانُها متدلیةٌ اِلیَ الاَرْضِ فَمَنْ اَخَذَ منها غُصناً قَادَهُ ذلك الغصنُ اِلی الجَنَّة۔" (60)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: سخاوت اختیار کرو کیونکہ سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی شاخیں زمین پر لٹکی ہوئی ہیں جو اس کی شاخ کو تھام لے گا وہ اُسے بہشت میں لے جائے گی۔

جود و سخاء کی صفت سے متصف ہونا اور بخل سے اجتناب صرف اس بنیادی عقیدے کی بنیاد پر ممکن ہے کہ روزی اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ پس ہمیں اس کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہیے۔ اس حوالے سے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں وقت سحر نیند میں تھی آپؐ نے میرا پاؤں ہلایا، اور فرمایا: میری بیٹی! اٹھیں اور اپنے رب کی طرف سے روزق وروزی کو نازل ہوتا ہوا دیکھیں اور غافلوں میں سے نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان بندوں میں روزی تقسیم کرتا ہے۔(61)

۳۔ روزہ

وَ الصِّیَامَ تَثْبِیتاً لِلْاِخْلَاصِ: روزے کو اخلاص کے اثبات کے لئے واجب قرار دیا ہے: قبولیت عمل کی شرط اخلاص ہے؛ کیونکہ میزان یعنی قیامت کے دن اعمال کو جانچنے کا ترازو حق ہے۔" وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذٍ الْحَقُّ " (62) یہ لامحدود اخلاص ہی ہے کہ جو عمل کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور صرف مخلصین ہی نجات کے راستے پر گامزن ہیں۔ قرآن میں آیا ہے: "قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ۔ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ"۔(63)

جبکہ ریاکاری عمل کو تباہ وبرباد کرتی ہے اور اسے بے قیمت بناتی ہے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے: "وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا" (64) یعنی؛ اور (پھر) ہم ان اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو (بزعمِ خویش) انھوں نے (زندگی میں) کئے تھے تو ہم انہیں بکھرا ہوا غبار بنادیں گے۔

تمام عبادتی اعمال خلوص کے ساتھ انجام پانے چاہییں تاکہ ان کی قدر و قیمت ہو، ان عبادات میں سے روزہ خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں امساک (نو چیزوں سے پرہیز) کا پہلو ہے۔ جس کے بیرونی ظاہر دیگر عبادی اعمال سے کمتر ہیں۔ اس لئے روزے کی حکمتوں میں سے ایک اخلاص کے تحقیق کو ثابت کرنا ہے۔ اسی وجہ سے تمام الٰہی ادیان میں روزے کا خاص مقام ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" (65)

"روزہ تم پر فرض کیا گیا ہے جس طرح پہلے والی اُمتوں پر واجب تھا شاید کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔"

روزہ تقویٰ کے لئے بہترین طریقے سے زمین ہموار کرتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر روزہ دار متقی ہو لیکن روزہ دار میں تقویٰ کا امکان زیادہ ہوتا ہے پس تقویٰ کے خوبصورت لباس کو زیب تن کرنے کے لئے روزہ لازمی شرط ہے۔ اگرچہ کافی اور وافی شرط نہیں ہے۔

اخلاص، عمل کی شرط ہے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اس پر تاکید کی خاطر فرماتی ہیں:

مَنْ اَصْعَدَ اِلی اللہ خالص عبادتہ اَصبط اللہ الیہ اَفْضَل مَصْلحتَہ" (66)

جو بھی اپنی خلوص بھری عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ارسال کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی اعلیٰ ترین مصلحت کو اس کی طرف بھیجے گا۔ فرمایا:

"مایصنع الصائم و بصیام اذالم یَصَنْ لِسانَہُ و سَمْعَہُ و بَصَرَہُ و جوارحہ" (67)

جو روزہ دار روزے کی حالت میں اپنے زبان، کان، آنکھ اور اعضاء کی حفاظت نہ کرے وہ روزہ دار نہیں ہے۔

۴۔ حج

"وَ الْحَجَّ تَشْيِيداً لِلدِّينِ" یعنی: "حج کو دین کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کلمہ توحید کی عظمت اور سربلندی کے لئے قرار دیا۔"

فروعات دین میں سے ایک مناسک حج کا انجام دینا ہے۔ حج کا فلسفہ کیا ہے یہ موضوع قدیم سے محققین کی توجہ کا مرکز رہا ہے اس پر بہت زیادہ کتابیں لکھی گئی ہیں ہر صاحب استطاعت مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ اس عادت کو انجام دے۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً" (68)

یہ اعمال ہر سال معین ایام میں "الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ" (69) اور خاص مقام (مکہ) میں انجام دیئے جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے "وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ" (70) یہ مناسک اسلام کی عظمت اور شعائر دینی کی سربلندی کو ظاہر کرتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے: "ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ۔ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَى مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ" (71)

حج توحید کا مظہر سمبل (Symbol) ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام توحید کی علامت اور فرامین الٰہی کی خالص اطاعت کا نشان تھے۔ حج حضرت ابراہیمؑ کی میراث ہے۔ قرآن فرماتا ہے: " وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ" (72) یعنی: اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے بیت اللہ (یعنی خانہ کعبہ کی تعمیر) کی جگہ کا تعین کر دیا (اور انہیں حکم فرمایا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو (تعمیر کرنے کے بعد) طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھنا۔

یہ مناسک پیغمبر اسلام ﷺ کے ذریعے سے دوبارہ زندہ ہوئے۔ توحید کلمہ (اتحاد وحدت) کے ذریعے کلمہ توحید کی عظمت کو اجاگر کیا۔ ارشاد ہوتا ہے: "لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ" (73) یعنی: تاکہ وہ اپنے فوائد (بھی) پائیں اور (قربانی کے) مقررہ دنوں کے اندر اللہ نے جو مویشی چوپائے ان کو بخشے ہیں ان پر (ذبح کے وقت) اللہ کے نام کا ذکر بھی کریں۔

۵۔عدل

''وَ الْعَدْلَ تَنْسِیقاً لِلْقُلُوبِ وَ طَاعَتَنَا نِظَاماً لِلْمِلَّةِ''۔یعنی:''اور عدل کو اللہ تعالیٰ باہمی روابط اور دِلوں کو جوڑنے کے لئے قرار دیا''

عدل الٰہی کا عقیدہ تمام شیعوں اور بعض اہل سنت کے فرقوں کا عقیدہ ہے، جس کی بنیاد آیات قرآن اور روایات ہیں۔ عدل الٰہی پر ایمان و عقیدہ معاشرتی، عدل وانصاف کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اسی وجہ سے انسانیت کی تاریخ میں یہ دونوں ایک ساتھ رہے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی نفی دوسرے کا انکار شمار کیا گیا ہے معاشرتی عدل کا نفاذ، حدود وقیود کی پابندی اور دوسرے افراد کے قانونی حقوق کا خیال رکھنا۔ لوگوں کے درمیان اچھے تعلقات اور صحیح روابط کا باعث بنتا ہے جس کا نتیجہ تالیف قلوب ہوتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس ظلم معاشرے کو پراکندہ اور معاشرتی تعلقات کی بنیادیں اکھیڑ دیتا ہے ارشاد الٰہی ہے:''إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ ''یعنی؛ بیشک اللہ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے۔(74)

'' وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ''یعنی: اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں۔(75)

''فَلاَ تَتَّبِعُواْ الْهَوَى أَن تَعْدِلُواْ ''یعنی: سو تم خواہشِ نفس کی پیروی نہ کیا کرو کہ عدل سے ہٹ جاؤ (گے)۔(76)

'' يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ لِلّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ''یعنی: اے ایمان والو! اللہ کے لئے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی سخت دشمنی (بھی) تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم (اس سے) عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو (کہ) وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے، اور اللہ سے ڈرا کرو، بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہے۔(77)

'' يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ ''یعنی: جس کی نسبت تم میں سے دو عادل شخص فیصلہ کریں۔(78)

" وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُواْ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى "یعنی: اور جب تم (کسی کی نسبت کچھ) کہو تو عدل کرو اگرچہ وہ (تمہارا) قرابت دار ہی ہو۔(79)

" وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ "یعنی: اور تمہارے درمیان جو لکھنے والا ہو اسے چاہئے کہ انصاف کے ساتھ لکھے۔(80)

" إِنَّ اللّهَ لاَ يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ "یعنی: بیشک اللہ ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔(81)

" إِنَّ اللّهَ لاَ يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَـكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ "یعنی: بیشک اللہ لوگوں پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ (خود ہی) اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔(82)

" فَمَا كَانَ اللّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَـكِن كَانُواْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ "یعنی: پس اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ (انکارِ حق کے باعث) اپنے اوپر خود ہی ظلم کرتے تھے۔ (83)

" وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلاَ تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا "یعنی: اور ہم قیامت کے دن عدل و انصاف کے ترازو رکھ دیں گے سو کسی جان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔(84)

عدل پر ایمان کا مطلب، میزان اور اعمال کے معیار کی کسوٹی کا عقیدہ ہے جس کا نتیجہ عمل میں یہ ہوتا ہے کہ اعمال ان معیارات کے مطابق انجام پاتے ہیں۔ اس وجہ سے عدل کو مستقلات عقلیہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شارع مقدس اس کی تائید فرماتا ہے اور ضمانت دیتا ہے نہ کہ اس کو ایجاد کرتا ہے اور وجود میں لاتا ہے عدل کا عقیدہ، متکلمین کی اصلاح میں "حسن وقبح ذاتی یا عقلی" کی بحث کا نتیجہ گردانا جاتا ہے اور اس پر کئی اور اثراب مرتب ہوتے ہیں۔

۶۔اولی الامر کی اطاعت

وَ طَاعَتَنَا نِظَاماً لِلْمِلَّةِ وَ إِمَامَتَنَا أَمَاناً لِلْفُرْقَةِ ۔یعنی: "ہمارے خاندان کی اطاعت کو اجتماعی امور کی بطریق احسن انجام دہی اور ہم اہل بیتؑ کی امامت کو اختلافات، تفرقہ بازی اور لغزشوں سے حفظ وامان اور بچاؤ کے لئے قرار دیا۔ ارشاد رب العزت ہے:

"أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ" (85)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت ور ہبری کیوں لازمی اور واجب ہے اس بارے میں کلامی موضوعات میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے اور اس پر متقن دلائل دیئے گئے ہیں۔ امامت پر نص اور تصریح، نبوت خاتم کے تسلسل اور دوام کا بہترین راستہ ہے۔

امامت کو ثابت کرنے کے لئے حکماء یعنی فلاسفہ وہی دلیل پیش کرتے ہیں جو نبوت کی ضرورت کو ثابت کرتی ہے۔ اور وہ اجتماعی نظام کی حفاظت ہے۔ اس لئے اجر رسالت ذوالقربی کی محبت و مودت کو قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

"قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ" (86)

اس کا فائدہ بھی لوگوں کو ہی ہے کیونکہ یہ مودت ہدایت کے راستے کی طرف راہنمائی کا سبب ہے۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں:

قال لی رسول اللہ(ص) یا فاطمۃ مَن صَلی عَلَیْكِ غَفَرَ اللہُ لَہ وَاَلْحَقَہُ بِی حَیْثُ کُنْتُ مِنَ الجَنَّۃِ۔ (87)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: جو بھی آپؐ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا اور جنت میں جہاں میں ہوں گا وہیں اُسے اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملحق فرمائے گا۔

ایک اور حدیث بیان فرمائی: قالت: قال رسول اللہ(ص) اَیّما رَجُل صَنَعَ اِلیٰ رَجُل مِن وُلدِی صَنَیْعَۃً فَلَمْ یُکَافِئہ عَلَیْھَا فانَّا المُکافِی لَہُ عَلَیْھَا۔ (88)

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی میری اولاد میں کسی کا کوئی کام انجام دے گا اور اس سے معاوضہ نہیں لے گا تو میں اُسے اس کا معاوضہ دوں گا۔

آپؑ مزید حدیث بیان کرتی ہیں: "قالت: اِنَّ اَبی(ص) نَظَرَ اِلی عَلی علیہ السلام وقال: ھذاو شیعَتُہُ فِی الجَنَّۃِ"۔ (89)

آپؑ نے فرمایا میرے بابا نے علیؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ اور ان کے شیعہ بہشت میں ہیں۔

انہوں نے ایک اور حدیث بیان فرمائی: "قالت: قَالَ لِی اَبِی مَنَ سَلَمَ عَلیَّ وَعَلَیكِ ثَلَاثَۃَ ایّامٍ فَلَہُ الجنَّۃ"۔ (90)

میرے بابا نے مجھے فرمایا جو شخص مجھ پر اور آپ پر تین دن سلام بھیجے اس پر جنت واجب ہے۔

۷۔ جہاد

''وَالْجِهَادَ عِزًّا لِلْإِسْلَامِ'' یعنی: اور جہاد کو ملت اسلامیہ کی عزت، وقار اور سربلندی کے لئے قرار دیا۔
اللہ کی راہ میں جہاد فروعات دین میں سے ایک ہے۔ جہاد بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے لئے کھولا ہے۔ جہاد مسلمانوں کی عزت، سرفرازی اور افتخار کا باعث ہے۔ عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے: "فَإِنَّ العِزَّةَ لِلّهِ جَمِيعًا" (91) ۔ ''إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّهِ جَمِيعًا''۔ (92)
اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے عزت سے نوازتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ۔۔۔" (93)
اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے ہرگز ذلت قرار نہیں دی۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے: "وَلِلّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ" (94)
" وَلَن يَجْعَلَ اللّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلاً" (95) یعنی: اللہ تعالیٰ مومنین پر کافروں کے تسلط پر ہرگز راضی نہیں ہے اس لئے ان کے لئے کوئی راستہ نہیں دیا گیا۔
اس پروگرام کو عملی جامعہ پہنانے کے لئے کفار کے غلبہ اور تسلط کے لئے تمام راستوں کو بند کردینا چاہیے اور مؤمنین کی عزت اور تسلط کو برقرار رکھنے کے لئے جہاد بہترین ذریعہ ہے۔ اس لئے جہاد مؤمنین پر واجب کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے دور میں جہاد ابتدائی ان کی اجازت سے واجب تھا اور جہاد دفاعی مسلم معاشرے کے ہر فرد پر واجب ہے اور اس جہاد کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تنزیل قرآن پر جنگیں لڑی گئیں اور امام علی علیہ السلام کے دور میں جنگیں تاول قرآن پر ہوئیں۔ تاریخ اسلام کا اہم ترین حصہ انہی جنگوں کے واقعات پر مشتمل ہے۔ ان جنگوں کا نتیجہ اسلام کا پھیلاؤ اور اس کا استحکام تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوا۔ مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہوا اور مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشکیل ہوئی۔ اس لئے مجاہدین پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایتیں ہوئیں اور

ان کے لئے اجر عظیم قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد الحرام کی تعمیر جیسے اہم امور کو جہاد کے مقابلے میں آسان و سہل بیان کیا گیا۔ ارشاد ہوا:

"أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّهِ" (96)

اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں مجاہدین کے شامل حال ہو سکیں۔

"وَالَّذِينَ هَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أُوْلَـئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّهِ" (97)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے بلند درجات ہیں۔

"الَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللّهِ۔۔۔" (98)

مجاہدین اللہ تعالیٰ کے راستے پر ہدایت یافتہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

"وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔۔۔" (99)

وہ ہدایت جس کا مؤمنین ہر روز کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں۔

"اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" (100)

پس جہاد کا حق ادا کرنا چاہیے۔ فرمایا: "وَجَاهِدُوا فِي اللّهِ حَقَّ جِهَادِهِ" (101)

۸۔ صبر

" وَالصَّبْرَ مَعُونَةً عَلَى اسْتِيجَابِ الْأَجْرِ" یعنی: صبر کو اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا کرنے کے لئے قرار دیا ہے۔ صبر دین کی اخلاقی اور عرفانی تعلیمات اور احکامات میں سے ہے اور اسے دین کے لئے بمنزلہ سر قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی اخلاق کی کتابوں میں صبر کے موضوع، اس کی اقسام اور فوائد کے بارے میں بہت اعلیٰ اور بلند پایہ مطالب بیان کئے گئے ہیں۔ اس کی اہم ترین اقسام مصیبت پر صبر، معصیت پر صبر اور عبادت میں صبر ذکر کی گئی ہیں۔

جناب سیدہ نے اجر کا مستحق ہونے کو صبر کا ثمر قرار دیا ہے کیونکہ انسان کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق نہیں ہے، لیکن کمی وکاستی پر صبر سے وہ استحقاق پیدا کرلیتا ہے۔اس لئے صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے فرمایا: "فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُوْلُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ"۔(102)

صبر کے کچھ اثرات اور ثمرات ہیں۔ جیسے عمل صالح کی انجام دہی، رضائے الٰہی کا حصول اور نماز کو قائم کرنا، توکل علی اللہ، نجات اور کامیابی کا حصول، اور امر الٰہی کی ہدایت (103) اس لحاظ سے صبر کا فائدہ خود انسان کی طرف لوٹتا ہے۔ارشاد ربانی ہے: "وَأَن تَصْبِرُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ۔" (104)

اگرچہ صبر کرنا ایک مشکل امر ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے: "فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ" (105)

صبر اور نماز سے مدد لینا ایک قرآنی حکم ہے اور صبر کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے: "وَاسْتَعِينُواْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلاَّ عَلَى الْخَاشِعِينَ" (106)

۹۔ نیکی کا حکم دینا

جناب سیدہؑ نے فرمایا: " وَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ مَصْلَحَةً لِلْعَامَّةِ "یعنی: امر بالمعروف کو عمومی فائدے اور مصالح کے لئے قرار دیا ہے۔

دینی واجبات میں سے ایک اور واجب نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے، اس کے واجب ہونے کا سبب عمومی مصالح کی حفاظت ہے۔ دین اسلام کی خاتمیت اور دین میں عدم تحریف کی متعدد وجوہات میں ان میں سے ایک دین کے اصول وفروغ کا قابل اطاعت ہونا ہے۔ امامت ایسا اصول ہے جو دین کی حفاظت کے لئے مدّ نظر رکھا گیا ہے امر بہ معروف اور نہی از منکر فروعات دین میں سے ہے۔

اس واجب الٰہی کی انجام دہی کو اللہ پر ایمان، اقامہ نماز اور حدود الٰہی (107) کی حفاظت کے ہم پلہ قرار دیا گیا ہے۔ امت مسلمہ کی دیگر امتوں پر برتری اس فریضہ الٰہی کی ادائیگی کی مرہون منت ہے۔ قرآن فرماتا ہے: "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّهِ۔" (108)

امر بہ معروف اور نہی از منکر کی کچھ شرائط اور درجات ہیں جن کا ذکر فقہی، اخلاقی اور عرفانی کتب میں کیا گیا ہے۔ اسی طرح طرح یہ مسئلہ معتزلہ کے اصول میں سے ہے اور شیعہ مذہب کے فروعات میں شامل ہے۔ جس پر کلامی کتابوں میں مفصل گفتگو ہوئی ہے۔

۱۰۔ والدین سے نیکی

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: "وَ بِرَّ الْوَالِدَيْنِ وِقَايَةً مِنَ السُّخْطِ "یعنی: اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ نیکی کو اپنے غضب سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

والدین سے نیکی اور حسن سلوک اسلامی اخلاقی تعلیمات کا روشن پہلو ہے۔ قرآن کریم میں اس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ اولاد سے نیکی بشر کی فطرت میں ہے۔ اس لئے اس بارے میں انسانوں کو اولاد سے خود نیکی اور احسان کی تاکید نہیں کی گئی ہے، بلکہ اس کی مصادیق کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کے مصلحتوں کو تشخیص نہ دینے کی بنیاد پر کہیں وہ یہ چاہتے ہوئے اولاد کے نقصان اور ضرر کے اسباب مہیا نہ کر دیں۔ لہٰذا اولاد سے حد سے زیادہ وابستگی اور محبت سے خبر دار کیا گیا ہے۔ فرمایا:

"لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلاَ أَوْلاَدُهُم مِّنَ اللّهِ شَيْئًا وَأُولَـئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ "-(109) اور "فَلاَ تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلاَ أَوْلاَدُهُمْ۔۔۔"(110)

لیکن ماں باپ کے متعلق نیکی واحسان کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے مبادا اولاد ان سے غفلت برتے اور ان کے حقوق ادا نہ کرے۔ والدین سے حسن سلوک کو عبادت الٰہی کے بعد دوسرا درجہ دیا گیا ہے۔ "لاَ تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً" یعنی: اللہ کے سوا (کسی اور کی) عبادت نہ کرنا، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔(111)۔ "وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا "یعنی اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو (112)۔ " أَلاَّ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا "یعنی: یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو (113)۔ " وَقَضَى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ

إِحْسَانًا"یعنی: اور آپ کے رب نے حکم فرمادیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو۔(114)

انسان کو اپنے ماں باپ کی محبتوں کی قدر جاننی چاہیے اور شکر گذار ہونا چاہئے جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر گذار ہوتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:"أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ۔۔۔ " یعنی: تو میرا (بھی) شکرادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ (تجھے) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔(115)

انسان کو والدین سے نیکی کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا"یعنی: اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم فرمایا۔(116)

نیکی واحسان کے مصادیق میں سے ایک ان کے لئے مغفرت طلب کرنا ہے۔ قرآن کے مطابق یوں کہیں: "رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ"(117) ان تمام تاکیدات کی وجہ کیا ہے؟

جناب سیدہؑ غضب الٰہی سے امان کو والدین سے نیکی کا نتیجہ سمجھتی ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مجاز حقیقت کا پتہ دیتا ہے، پس جس کسی نے اپنے والدین کے غضب سے اپنے آپ کو بچالیا۔ اُس نے غضب الٰہی سے بھی نجات حاصل کرلی اور جس نے اپنے ماں باپ کی خدمات اور زحمات کی قدر دانی نہیں کی وہ حتماً اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کو بھی نہیں جانتا۔

۱۱۔ صلہ رحم

"وَصِلَةَ الْأَرْحَامِ مَنْسَأَةً فِي الْعُمُرِ وَمَنْمَاةً لِلْعَدَدِ"یعنی: صلہ رحم کو اس نے عزیز واقارب کے درمیان تعلقات وروابط اور قومی وحدت کے لئے قرار دیا ہے۔

اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں سے رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات برقرار رکھنا ہے۔ قرآن فرماتا ہے: "وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَن يُوصَلَ"یعنی: اور جو لوگ ان سب (حقوق اللہ، حقوق الرسول، حقوق العباد اور اپنے حقوقِ قرابت) کو جوڑے رکھتے ہیں، جن کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے (118)

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا رشتہ داری کے دائرے کو اتنا وسیع سمجھتی ہیں کہ صلہ رحمی کا نتیجہ اور ثمرہ قومی وحدت قرار دیتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ انسان جو ذاتی خود غرضی کے دائرے سے نکل کر خاندان

سے مربوط اور وابستہ ہو جاتا ہے اور پھر خاندان کے دائرے سے نکل کر اپنے شہر، ملک اور اُمت سے تعلق جوڑ لیتا ہے، وہ مفادات عامّہ اور قومی وحدت کا محافظ بن جاتا ہے۔ وہ اپنے مفادات کو معاشرے کے عمومی مفادات اور مصالح پر قربان کر دیتا ہے۔

۱۲۔ قصاص

فرمایا: ''وَالْقِصَاصَ حَقْناً لِلدِّمَاءِ وَالْوَفَاءَ''

قصاص اسلام کے فقہی احکام میں سے ایک حکم ہے۔ قرآن کی نظر میں قصاص کا فائدہ اجتماعی حیات کی حفاظت ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ "یعنی: اور تمہارے لئے قصاص (یعنی خون کا بدلہ لینے) میں ہی زندگی (کی ضمانت) ہے اے عقلمند لوگو! تاکہ تم (خوں ریزی اور بربادی سے) بچو۔(119)

آیت صاحبان عقل و خرد سے مخاطب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائی طور پر قصاص ایک طرح کی بے رحمی نظر آتی ہے۔ لیکن اگر اس کے فوائد میں غور و فکر کیا جائے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ اجتماعی زندگی کی حفاظت، انفرادی زندگی کی حفاظت کئی درجہ بالاتر ہے۔ پس مجرم کو سزا دینا دیگر انسانوں کی جانوں کو بچانے کے لئے بہت ضروری امر ہے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ یہ امر یعنی قصاص تقویٰ کا باعث ہے جس طرح روزہ کا فلسفہ تقویٰ کا حصول ہے۔ قصاص بھی اسی مقصد کے لئے واجب قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ ظاہری لحاظ سے قصاص اور روزے میں بہت زیادہ فرق ہے۔ لیکن حقیقت میں دونوں ایک ہی ہدف اور مقصد کے لئے مقرر کیے گئے ہیں البتہ اس فقہی حکم کے ساتھ ایک اور اخلاقی نصیحت میں بھی کی گئی ہے جو اس کی لطافت میں اضافہ کرتی ہے۔ فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ "یعنی: اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کئے جائیں، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت،

پھر اگر اس کو (یعنی قاتل کو) اس کے بھائی (یعنی مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ (یعنی قصاص) معاف کر دیا جائے تو چاہئے کہ بھلے دستور کے موافق پیروی کی جائے اور (خون بہا کو) اچھے طریقے سے اس (مقتول کے وارث) تک پہنچا دیا جائے، یہ تمہارے رب کی طرف سے رعایت اور مہربانی ہے، پس جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے (120)

یہ آیت مؤمنین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتی ہے کبھی ایک مؤمن خطا اور غلطی کا مرتکب ہوتا ہے جس کا فقہی حکم قصاص ہے اور مقتول کے ورثاء کو حق حاصل ہے کہ وہ قصاص کا مطالبہ کرئے لیکن اگر وہ اپنے حق کو چھوڑ دیں اور مجرم کو معاف کر دیں تو انہوں نے نہ فقط یہ کہ کوئی برا کام نہیں کیا بلکہ انہوں نے نیک عمل انجام دیا ہے اور انہوں نے مجرم پر احسان کیا ہے۔ اس طرح کی رعایت اور تخفیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس قصاص کو انجام دینے میں کمی اور رعایت کا لحاظ کیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو سزا میں کمی کی جائے تاکہ کہیں ان امور میں حدود سے تجاوز نہ ہو جائے اور زیادتی کا ارتکاب نہ ہو جائے۔

پس معلوم ہوا کہ قصاص کو اس لئے واجب کیا گیا ہے تاکہ حدود سے تجاوز، زیادتیوں اور اجتماعی طور پر زیادہ روی کو روکا جائے۔ البتہ اس حکم کو اجراء کرتے ہوئے معافی، تخفیف اور اور رعایت کا لحاظ ضرور رکھا جائے۔ اور یہ صاحب حق اور وارث کو اختیار ہے اور اس کا فیصلہ کرنا بھی انہی کا حق ہے۔

۱۳۔ نذر کو پورا کرنا

فرمایا: "وَ الْوَفَاءَ بِالنَّذْرِ تَعْرِيضاً لِلْمَغْفِرَةِ" یعنی: نذر کو پورا کرنا مغفرت اور بخشش کے حصول کا باعث قرار دیا ہے۔

سعادت بشری کی ضامن قرآن کی تعلیمات میں سے ایک نذر کو پورا کرنا ہے جس کی بہت زیداہ تاکید کی گئی ہے۔ وفاء اور استیفاء کا معنی پورا کرنا اور بھر دینا ہے۔ وفاء کی قسمیں ہیں ان میں سے ایک یہی وفائے عہد یعنی وعدہ پورا کرنا ہے اس کا ایک نمونہ نذر کو پورا کرنا ہے جس کا مطلب اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدے کو پورا کرنا ہے۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی نظر میں نذر کو پورا کرنے کا فائدہ مغفرت الٰہی کا حصول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کیے گئے عہد کو پورا کرنے کی جزا اللہ تعالیٰ کا انسان سے کیا گیا وعدہ کا پورا ہونا ہے۔ اور اللہ کا انسان سے وعدہ وہی مغفرت الٰہی ہے۔

"وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ۔۔۔" یعنی: اور تم جو کچھ (بھی) اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔(121)

۱۴۔ ناپ تول پورا کرنا

پھر فرمایا: "وَ تَوْفِيَةَ الْمَكَايِيلِ وَ الْمَوَازِينِ تَغْيِيراً لِلْبَخْسِ" یعنی: اللہ تعالیٰ نے ناپ تول کو پورا کرنے کو باہمی اعتماد اور اموال کو نقصان وزیان سے بچانے کا ذریعہ بنایا ہے۔

ناپ تول کو پورا کرنے سے مراد اقتصادی معاملات کو مکمل درست اور دیانتداری سے انجام دینا ہے۔ یہ چیز بیچنے یا بنانے والے اور خریدنے والے یا خدمات لینے والے کے درمیان اعتماد کا سبب بنتی ہے اور یہ باہمی اعتماد معاشی ترقی اور معاشرے کے افراد کے ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ اس وجہ سے اسلام میں اس پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: " وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذا كِلْتُمْ وَزِنُواْ بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ" یعنی: اور ناپ پورا رکھا کرو جب (بھی) تم (کوئی چیز) ناپو اور (جب تولنے لگو تو) سیدھے ترازو سے تولا کرو۔(122)

معاشرتی لحاظ سے ایک اور خرابی یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والے یا گرانفروشی کرنے والے دوسروں سے انصاف اور دیانتداری کی توقع رکھتے ہیں۔ قرآن ان کی اس خاصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں مطفف (ناپ تول میں کمی کرنے والا) کہتا ہے اور ان کے لئے "ویل (جہنم کی ایک وادی) کی نوید سناتا ہے کیونکہ یہ اپنے عمل کی برائی سے آگاہ ہیں اور اپنی فطرت اور عمل کے برخلاف عمل انجام دیتے ہیں۔ پس ان کی حالت ان سے کہیں بدتر ہے جو اپنے عمل کی برائی سے واقف نہیں ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: "وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۔ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُواْ عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ۔ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ۔ أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ" یعنی: بربادی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے، یہ لوگ جب (دوسرے) لوگوں سے ناپ لیتے ہیں تو (ان سے) پورا لیتے ہیں، اور جب انہیں (خود) ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں، کیا یہ لوگ اس بات کا یقین نہیں رکھتے کہ وہ (مرنے کے بعد دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔(123)

اس عمل کا نتیجہ ایک طرح سے قیامت سے انکار کی صورت میں نکلتا ہے اس لئے اس پر خاص توجہ دی گئی ہے۔

۱۵۔ شراب خوری کی ممانعت

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: " وَ النَّهْيَ عَنْ شُرْبِ الْخَمْرِ تَنْزِيهاً عَنِ الرِّجْسِ "یعنی: شراب پینے سے نہی رجس اور پلیدی سے دور رہنے کے لئے کی گئی ہے۔

شراب خوری ان حرام کاموں میں سے ہے جن کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ دیگر برائیوں اور آلودگیوں کو یہ اپنے ساتھ لاتی ہے۔ پس اس سے اجتناب کا مطلب گندگی اور نجاستوں سے دوری اختیار کرنا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: "إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ " یعنی: شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈلوادے۔(124)

شراب خوری اور جوئے کا سب سے بڑا نقصان لوگوں کے درمیان دشمنی اور عداوت ہے حالانکہ دین کا ہم و غم اخوت، دوستی اور بھائی چارے کا قیام ہے۔ پس شیطان ان محرمات کے ارتکاب کی تاویل اور توجیہ کرتا ہے تاکہ اس ذریعے سے دشمنی ایجاد کرے اور خرابی پیدا کرے۔ قرآن مجید اس شیطانی توجیہ کے جواب میں فرماتا ہے: " يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا" یعنی: آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں ان کے جواب میں کہو کہ یہ ایک عظیم گناہ ہے البتہ اس کے کچھ فوائد بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدہ سے کئی گناہ زیادہ ہے۔(125)

۱۶۔ الزام تراشی اور تہمت لگانے سے اجتناب

"جناب سیدہ نے فرمایا: وَ اجْتِنَابَ الْقَذْفِ حِجَاباً عَنِ اللَّعْنَةِ" یعنی: کسی پر ناروا الزام لگانا سے اجتناب کو لعنت سے بچنے کے لئے پردہ قرار دیا ہے۔

محرمات الٰہی میں سے ایک اور کسی پر بدکاری کا الزام اور تہمت لگانا ہے کیونکہ لوگوں کی آبروریزی کرنا اور الزام لگانا تو آسان کام ہے۔ اگرچہ وہ جرم ثابت نہ ہی ہو، لیکن جو عزت چلی جائے وہ دوبارہ لوٹ کر نہیں آتی اس لئے اسلام نے اس سے نہایت سختی سے منع کیا ہے اور قذف (بدکاری کی تہمت لگانے) پر سخت سزا مقرر کی ہے تاکہ لوگ ثبوت اور دلیل کے بغیر دوسروں کی آبرو سے کھیلنے کی جرات نہ کر سکیں۔ ناروا تہمت لگانے سے اللہ اور بندوں کی لعنت پڑتی ہے پس لعنت اور پھٹکار سے بچنے کے لئے قذف سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۱۷۔ چوری سے بچنا

"بی بی ارشاد فرماتی ہیں: وَ تَرْكَ السَّرِقَةِ إِيجَاباً لِلْعِفَّةِ "یعنی: "چوری سے اجتناب کو عفت و پاکیزگی اور اجتماعی امن وامان کے لئے قرار دیا"

چوری ایک ایسی معاشرتی برائی ہے جو اکثر معاشروں میں عام ہے۔ معاشرتی امن وامان کے قیام کے لئے قرآن مجید نے خاص احکام مقرر فرمائے ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام کا ابتداء ہی سے چوری سے بچنے پر زور دیا گیا ہے اور اِسے بیعت رضوان کے معاہدہ کی شرائط میں شرک نہ کرنے کی شرط کے ساتھ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: "يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ۔۔۔" یعنی: اس بات پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی۔(126)

یہ اس مطلب کو بیان کرتی ہے کہ اس وقت چوری نہ فقط مردوں میں بلکہ عورتوں میں بھی رائج اور عام تھی چنانچہ پیغمبر اکرم ﷺ سے بیعت کرتے ہوئے عورتوں نے بھی شرک نہ کرنے کے ساتھ چوری نہ کرنے پر عہد پیمان باندھا۔ اسلام نے اس معاشرتی برائی کے خاتمے کے لئے عملی راہ حل بیان کئے ہیں اور وہ چور کے ہاتھ کی انگلیاں کاٹنا ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ قرآن مجید بیان فرماتا ہے:

"وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُواْ أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا " یعنی: اور چوری کرنے والا (مرد) اور چوری کرنے والی (عورت) سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو اس (جرم) کی پاداش میں جو انہوں نے کمایا ہے (127)۔

مذکورہ آیت مجیدہ میں سارق کو سارقہ سے پہلے ذکر کرنے میں ظریف نکات پوشیدہ ہیں خصوصاً دوسری آیت میں زانی کا زانیہ سے پہلے تذکرہ کے لحاظ سے۔

نتیجہ: اس مقالے میں درج ذیل قابل توجہ نکات کو بیان کیا گیا ہے۔

1) انسان کے لئے اُسوہ اور نمونہ عمل کی ضرورت اور اہمت

2) عقائد اور اعمال میں مطابقت کا لازمی ہونا

3) قرآن مجید اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے بیانات کی روشنی میں احکام کا فلسفہ بیان کرنا۔

ان کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ عملی تربیت اور تعلیم کا اہم ترین ذریعہ نمونہ عمل کی پیروی ہے اور انسان کی فطری ضروریات میں سے ایک اس کے سامنے سیرت و کردار کا ماڈل کا ہونا ہے۔ اس لحاظ سے ان ہستیوں کی پیروی کرنا چاہیے جو راستے کو جانتے اور پہنچانتے ہوں اور خود اس راستے کو طے کر چکے ہوں بصورت دیگر ہم منحرف اور گمراہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے: انسان کامل دوسرے انسانوں خواہ مرد ہوں یا عورت، کے لئے نمونہ اور اُسوہ ہیں۔

خطبہ فدک اعلیٰ وارفع مطالب کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ، تمام انسان پہلوؤں سے حضرت فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کے مقام مرتبے کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ یہ مقام و مرتبہ علم و عرفان، احساس ذمہ داری، اور سازندگی کی تمام بلندیوں اور مدارج کا حامل ہے۔ آپؑ فرماتی ہیں:

"اِعلموانّی فاطمۃ" جان لیں! میں فاطمہؑ ہوں۔

یہ خطبہ آیات الٰہیہ کی تفسیر و تبیین ہے۔ چنانچہ جناب سیدہ نے اصول دین کی پہلی اصل اور بنیاد معرفت اللہ کو قرار دیا ہے اور سعادت بشری کا معیار اور کسوٹی عقیدے اور عمل میں مطابقت اور ہم آہنگی کو قرار دیا ہے۔

کلامی مباحث میں دین اور امانت الٰہی کو قبول کرنے کو دینداری کی بنیاد قرار دیا ہے آخری دین کی پیروی، قرآن مجید اور ولی ناطق پر ایمان کو بعنوان اصل نبوت و امامت ذکر کیا ہے تعالیم قرآنی پر مقید ہونے اور

عمل کرنے کے لئے شناخت قرآن کو بنیاد قرار دیا ہے۔ شرک سے اجتناب اور توحید پر ایمان کو احکام دینی پر عمل کی بنیاد قرار دیتے ہوئے عقیدے کو عمل کے لئے اساس بنایا ہے اسی طرح احکام الٰہی کی حکمتوں اور مصلحتوں کے بیان کو عمل کی بنیاد بیان کیا ہے۔

احکام اسلامی میں سے اہم ترین کو ان کے فلسفے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے نماز، زکات، روزہ، حج، عدل وانصاف، اولی الامر کی اطاعت، جہاد، صبر، نیکی کا حکم دینا، والدین سے نیکی، صلہ رحمی، قصاص، نذر کو پورا کرنا، ناپ تول کو پورا کرنا، کم فروشی اور گرانفروشی کی ممانعت، شراب خوری سے ممانعت وغیرہ۔

یہ وہ تمام امور ہیں جن کی بیناد پر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو مفسر قرآن کہا جاتا ہے، کیونکہ جو کچھ انہوں نے بیان فرمایا ہے وہ قرآنی تعلیمات اور مفاہیم کا ہی بیان ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ سورۂ احزاب، آیت ۲۱

2۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۱۰۔ (یعنی؛ تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔)

3۔ سورۂ ممتحنہ، آیت ۴۔ (یعنی؛ بیشک تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) میں اور اُن کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ (اقتداء) ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ہم تم سے اور اُن بتوں سے جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو بالکل بیزار ہیں، ہم نے تم سب کا کھلا انکار کیا ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور نفرت وعناد ہمیشہ کے لئے ظاہر ہو چکا، یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ۔)

4۔ سورۂ یونس، آیت ۳۵۔ (یعنی؛ آپ (ان سے دریافت) فرمایئے: کیا تمہارے (بنائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف رہنمائی کر سکے، آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی (دینِ) حق کی ہدایت فرماتا ہے، تو کیا جو کوئی حق کی طرف ہدایت کرے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے یا وہ جو خود ہی راستہ نہیں پاتا مگر یہ کہ اسے راستہ دکھایا جائے (یعنی اسے اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جائے جیسے کفار اپنے بتوں کو حسبِ ضرورت اٹھا کر لے جاتے)، سو تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم کیسے فیصلے کرتے ہو)

5۔ دیوان حافظ۔ غزل نمبر ۴۸۸

6۔ سورۂ تحریم، آیت ۱۲،۱۱۔ (اور اللہ نے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں زوجۂ فرعون (آسیہ بنت مزاحم) کی مثال بیان فرمائی ہے، جب اس نے عرض کیا: اے میرے رب! تو میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنادے اور مجھ کو فرعون اور اُس کے عملِ (بد) سے نجات دے دے اور مجھے ظالم قوم سے (بھی) بچالے۔ اور (دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریم کی (بیان فرمائی ہے) جس نے اپنی عصمت و عفّت کی خوب حفاظت کی تو ہم نے (اس کے) گریبان میں اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے فرامین اور اس کی (نازل کردہ) کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی)

7۔ سورۂ اعلیٰ، آیت ۱۷۔ (حالانکہ آخرت (کی لذت و راحت) بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔)

8۔ سورۂ احزاب، آیت ۳۳

9۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۳، ص ۳۵۷؛ شہید اول، المزار، ص ۲۰؛ سید بن طاووس، اقبال الاعمال، ص ۱۰۰-۱۰۲

10 ۔ طبرسی، الاِحتجاج علی اِہل اللجاج، ج ۱، ص ۹۹

11۔ سورۂ حمد۔ آیت ۱

12۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۳۴

13۔ سورۂ معائدہ، آیت ۷

14۔ سورۂ انبیاء، آیت ۵۶

15۔ سورۂ علق، آیت ۵

16۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۲

17۔ سورۂ کہف، آیت ۱۰۹

18۔ سورۂ حدید، آیت ۳

19۔ سورۂ اخلاص، آیت ۱

20۔ سورہ اخلاص، آیت ۲

21۔ سورۂ انعام، آیت ۱۰۳

22۔ سورۂ بقرہ، آیت ۳۱

23۔ ایضاً، آیت ۳۲،۳۱

24۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۹

25 ۔ طبرسی، الاِحتجاج علی اِہل اللجاج، ج ۱، ص ۱۰۰

26 ۔ سورۂ احزاب آیت ۷۲

27۔ دیوان حافظ، غزلیات، غزل نمبر: 184

28 ۔ سورۂ آل عمران: ۱۱۰
29 ۔ طبرسی، الاِحتجاج علی اِہل اللجاج، ج۱، ص ۱۰۰
30 ۔ اعراف: ۱۷۲
31 ۔ عنکبوت: ۶۵
32 ۔ سورۃ الغاشیہ: ۲۱۔۲۲
33 ۔ سورۂ نجم: ۱۰
34 ۔ سورۂ مائدہ: ۶۷
35 ۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۹
36 ۔ مسند احمد، جلد ۲، ص ۱۴، ط اوّل
37 ۔ طبرسی، الاِحتجاج علی اِہل اللجاج، ج۱، ص: ۱۰۰
38 ۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۳۳
39 ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۔۲
40 ۔ سورۂ نحل، آیت ۸۹
41 ۔ سورۂ آل عمران، آیت ۷
42 ۔ طبرسی، الاِحتجاج علی اِہل اللجاج، ج۱، ص ۱۰۰
43 ۔ ایضاً
44 ۔ سورہ فاتحہ: ۶
45 ۔ سورۂ انفال، آیت ۱۷
46 ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۶
47 ۔ سورۂ کافرون، آیت ۱۔۶
48 ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۳۴
49 ۔ سورہ اعراف، آیت ۱۲
50 ۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۶
51 ۔ سورۂ حجر، آیت ۳۸۔۴۲
52 ۔ ایضاً، آیت ۴۰
53 ۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۴۴

54۔ کشکول: شیخ بہائی

55 ۔ سورۂ ماعون، آیت ۵۔ ۴

56 ۔ الہمدانی، احمد الرحمانی، فاطمہ الزہراء بھجۃ قلب مصطفیٰ، ج۱، ص۲۳۵ ۔ مجلسی، باقر، بحار الانوار (الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار (علیہم السلام)): ج۸۰ / ص۲۱، طبعۃ مؤسسۃ الوفاء، بیروت / لبنان، سنۃ: 1414 ھ

57 ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۔ ۳

58 ۔ سورۂ مائدہ، آیت ۵۵

59 ۔ الہمدانی، احمد الرحمانی، فاطمہ الزہراء بھجۃ قلب مصطفیٰ، ج۱، ص۲۶۶

60 ۔ ایضاً

61 ۔ مسند فاطمۃ الزہراء، ص۲۱۵

62 ۔ سورۂ اعراف، آیت ۸

63 ۔ سورۂ ص، آیت ۸۳، ۸۲

64 ، سورۂ فرقان، آیت ۲۳

65 ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۳

66 ۔ الہمدانی، احمد الرحمانی، فاطمہ الزہراء بھجۃ قلب مصطفیٰ، ج۱، ص۲۶۵

67 ۔ ایضاً، ص۳۰۵

68 ۔ آل عمران، آیت، ۹۷

69 ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۷

70 ۔ سورۂ حج، آیت ۲۵

71 ۔ سورۂ حج، آیت ۳۲۔ ۳۴

72 ۔ سورۂ حج، آیت ۲۶

73 ۔ سورۂ حج، آیت ۲۸

74 ۔ سورۂ نحل، ۹۰

75 ۔ سورہ شوریٰ، آیت ۱۵

76 ۔ سورۂ نساء، آیت ۱۳۵

77 ۔ سورۂ مائدہ، آیت ۸

78 ۔ سورۂ مائدہ، آیت ۹۵

79 ۔ سورۂ انعام، آیت ۱۵۲
80 ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۸۲
81 ۔ سورۂ نساء، آیت ۴۰
82 ۔ سورۂ یونس، آیت ۴۴
83 ۔ سورۂ توبہ، آیت ۷۰
84 ۔ سورۂ انبیاء، آیت ۴۷
85 ۔ سورۂ نساء، آیت ۵۹
86 ۔ سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳
87 ۔ الہمدانی، احمد الرحمانی، فاطمہ الزہراء بہجۃ قلب مصطفیٰ، ج ۱، ص ۲۸۷
88 ۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۲۲۵
89 ۔ احقاق الحق، ج ۷، ص ۳۰۸
90 ۔ الہمدانی، احمد الرحمانی، فاطمہ الزہراء بہجۃ قلب مصطفیٰ، ج ۱، ص ۲۶۷
91 ۔ سورۂ نساء، آیت ۱۳۹
92 ۔ سورۂ یونس، آیت ۶۵
93 ۔ سورۂ آل عمران، آیت ۲۶
94 ۔ سورۂ منافقون، آیت ۸
95 ۔ سورۂ نساء ط، آیت ۱۴۱
96 ۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۹
97 ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۱۸
98 ۔ سورۂ توبہ، آیت ۲۰
99 ۔ سورۂ عنکبوت، آیت ۶۹
100 ۔ سورۂ حمد، آیت ۵
101 ۔ سورۂ حج، آیت ۷۸
102 ۔ سورۂ احقاف، آیت ۳۵
103 ۔ دیکھئے: سورۂ ہود، آیت ۱۱، سورۂ رعد، آیت ۱۲، سورۂ نحل، آیت ۴۴، سورۂ مومنون، آیت ۱۱۱، سورۂ سجدہ، آیت ۲۴۔
104 ۔ سورۂ نساء، آیت ۲۵

105 ۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۸۶
106 ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۴۵
107 ۔ دیکھئے: سورۂ آل عمران، آیت ۱۱۰، سورۂ توبہ، آیت ۱۱۲، ۷۱
108 ۔ سورۂ آل عمران، ۱۱۰
109 ۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۰
110 ۔ سورۂ توبہ، آیت ۵۵
111 ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۸۳
112 ۔ سورۂ نساء، آیت ۳۶
113 ۔ سورۂ انعام، آیت ۱۵۱
114 ۔ سورۂ اسراء، آیت ۲۳
115 ۔ سورۂ لقمان، آیت ۱۴
116 ۔ سورۂ احقاف، آیت ۱۵
117 ۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۴۱
118 ۔ سورۂ رعد، آیت ۲۱
119 ۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۷۹
120 ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۸
121 ۔ سورۂ انفال، آیت ۶۰
122 ۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۳۵
123 ۔ سورۂ مطففین، آیت ۱۔۴
124 ۔ سورۂ مائدہ، آیت ۹۱
125 ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۱۹
126 ۔ سورۂ ممتحنہ، آیت ۱۲
127 ۔ سورۂ مائدہ، آیت ۳۸

حضرت فاطمہ زہراءؑ بطور نمونہ عمل

نذر حافی*
nazarhaffi@gmail.com

کلیدی کلمات: کمال، انسان، نمونہ، معراج، قرآن، حدیث، مفسرین، اوصاف، فضائل

خلاصہ

کمال کا حصول ہر انسان کا فطری حق ہے، جب انسان فطرت کے تقاضوں کے مطابق کمال کے حصول کی جستجو کرتا ہے تو پورا نظامِ فطرت یعنی نظام کائنات اس کی مدد کرتا ہے۔ اس دنیا میں ہر مادی انسان کے لئے ضروری ہے کہ کوئی الٰہی ہادی اس کو کمال کی طرف لے جائے۔

انسان کسی پتھر کی طرح نہیں ہے کہ کوئی دوسرا اسے اٹھا کر بلندی، معراج یا کمال کے مقام پر رکھ دے، بلکہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ اپنے نمونہ عمل یعنی اپنے ہادی کو پہچانے، اس کی معرفت کے ساتھ اس کی اتباع کرے اور جب انسان صحیح اور کامل ہادی کی اتباع کرتا جائے گا تو وہ خود بخود کمال کی منازل کو طے کرتا جائے گا۔

خداوند عالم نے جن شخصیات کو بنی نوع انسان کے لئے نمونہ عمل اور رول ماڈل بنا کر خلق کیا ہے، ان میں سے ایک ہستی حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیھا کی بھی ہے۔ آج کے اس پر آشوب دور میں ضروری ہے کہ اس شخصیت کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے تاکہ اولادِ آدم آپ کی سیرت کو بطریقِ احسن سمجھ کر اس پر عمل کر کے مادی و معنوی کمالات کو حاصل کر سکے۔

بصورت دیگر کوئی شخصیت کتنی ہی جامع کیوں نہ ہو اگر اس کی سیرت پر عمل نہ کیا جائے تو معاشرے کو اس سے جو فائدہ پہنچنا چاہیے وہ نہیں پہنچ پاتا۔ اگر ہم اپنے معاشرے کو انسانیت کی بلندیوں اور ملکوت کے اعلی درجات پر دیکھنا چاہتے ہیں تو یہ آج بھی ممکن ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم خود بھی حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی عملی شخصیت اور حقیقی فضائل سے آگاہ ہوں اور اور اپنی آئندہ نسلوں کو بھی اس معظّمہ بی بیؑ کی سیرت و کردار سے متعارف کروائیں۔

*۔ فاضل قم، محقق علوم اسلامیہ، مدرسہ امام خمینیؒ قم

مقدمہ

انسان فطری طور پر کمال کو پسند کرتا ہے، صرف پسند ہی نہیں کرتا بلکہ کمالات کو اپنانا چاہتا ہے، کسی بھی کمال کو اپنانے کے لئے اس کمال کی مطلوبہ تمارین اور مشقیں کرنی پڑتی ہیں۔یعنی کسی بھی قسم کے کمال کے حصول کے لئے تین چیزیں بنیادی طور پر ضروری ہیں:

۱۔انسان میں کمال کے حصول کا شوق ہو

۲۔انسان میں اس کمال کے حصول کی صلاحیت ہو

۳۔انسان اس کمال کے حصول کے لئے محنت کرے

انسان میں کسی کمال کے حصول کا صرف شوق ہو اور صلاحیت نہ ہو اور یا پھر اس کے حصول کے لئے ضروری و مطلوبہ محنت و مشق نہ کرے تو وہ اس کمال کو حاصل نہیں کر سکتا۔

کمالات کے حصول کے لئے انسان کو ہمیشہ ایک اسوہ حسنہ اور نمونہ عمل کی ضرورت رہتی ہے۔انسان ایک ایسا وجود ہے جو قدم قدم پر ہدایت اور رہنمائی کا محتاج ہے۔چنانچہ ہر الٰہی انسان اپنی زندگی میں ہر روز کم از کم پانچ مرتبہ خداوند عالم سے یہ دعا کرتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم (پروردگار تو مجھے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا رہ)۔ (1)

یہ دعا ہر صحیح و سالم انسان کی تمنّا اور آرزو ہے، اس کے بعد عمل کی باری آتی ہے، عمل کے لئے ضروری ہے کہ انسان مقام کمال کو پانے کے لئے ٹھیک طرح سے اعمال انجام دے اور یہی خداوند عالم بھی انسان سے چاہتا ہے، چنانچہ ارشاد پروردگار ہوتا ہے:

الَّذِی خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیاۃَ لِیَبْلُوَکُمْ أَیُّکُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (2)

ترجمہ: "جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو تاکہ آزمائے تم کو کونسا تم میں سے اچھا ہے عمل میں"

اب عمل کی اچھائی کے لئے انسان کو ایک میزان اور کسوٹی کی ضرورت ہے۔ایک ایسی کسوٹی جس پر انسان اپنے اعمال کی اچھائی و برائی کو جانچ سکے، چنانچہ خدا نے یہ کہہ کر اس کسوٹی اور میزان کا بھی اعلان کر دیا:

لَّقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُولِ اللہِ أُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (3)

ترجمہ: "تمہارے لئے رسول کی زندگی نمونہ عمل ہے"

یعنی صرف رسول ﷺ کی زبان سے کہی ہوئی حدیث ہی نمونہ عمل نہیں بلکہ رسول ﷺ کی عملی زندگی بھی رول ماڈل ہے۔

پس ہر کمال کے متلاشی اور سالک الی اللہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال کو رسول کے اعمال کی میزان پر پرکھے۔

اب رسول کے اسوہ حسنہ پر عمل کے لئے رسول ﷺ کی صحیح شناخت ضروری ہے چنانچہ قرآن مجید نے رسول ﷺ کا مختصر اور جامع تعارف کروانے کے لئے کچھ یوں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (4)

ترجمہ: "محمد فقط رسول ہیں۔"

اب نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط رسول ہونے کے ناطے سب سے پہلے ایسے گھرانے کو تشکیل دیا جس سے دنیا کی ہر نجاست دور رہی (5) اور یہ گھرانہ بھی پورے عالم بشریت کے لئے نمونہ عمل قرار پایا۔

رسول ﷺ کے گھرانے کا کوئی بھی فرد محض اس لئے نمونہ عمل نہیں ہے کہ وہ رسول کا قریبی رشتے دار ہے بلکہ وہ اس لئے نمونہ عمل ہے کہ اس کے اپنے اعمال رسول ﷺ کے اعمال کے مطابق ہر رجس اور نجاست سے دور ہیں۔

سورہ احزاب کی تینتیسویں آیت: إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا کا ترجمہ مولانا شبر احمد عثمانی نے کچھ اس طرح کیا ہے کہ بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دُور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے۔

اور وہی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرا کر خوب پاک و صاف کر دے اور ان کے رتبہ کے موافق ایسی قلبی صفائی اور اخلاقی ستھرائی عطا فرمائے جو دوسروں سے ممتاز و فائق ہو۔ (جس کی طرف "يُطَهِّرَكُمْ" کے بعد "تَطْهِيرًا" بڑھا کر اشارہ فرمایا ہے) یہ تطہیر و اذہاب رجس اس قسم کی نہیں جو آیت وضوء میں "وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ"

(مائدہ۔٦) سے یا "بدر" کے قصہ میں " لِيُطَهِّرَكُمْ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَا لشَّيْطَانِ" (انفال رکوع ۲) سے مراد ہے۔ بلکہ یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو اکمل اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔ (6)

ظاہر ہے جب کوئی ہستی اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے طہارت کے اس مقام پر پہنچ جائے کہ قرآن اس کی طہارت کی گواہی دے تو ایسی ہستی رسولِ اعظم کے اسوہِ حسنہ پر عمل کرنے کی وجہ سے محبوبِ خدا کہلائے گی۔

ارشاد پروردگار ہے کہ "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"، حبیب کہہ دیجئے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔

پس اہلِ بیتؑ وہ ہستیاں ہیں جو ظاہری و باطنی طہارت اور محبوبِ خدا ہونے کی وجہ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہمارے لئے نمونہ عمل ہیں۔اُن ہستیوں میں سے ہر ہستی اپنے فضائل و اعمال کے اعتبار سے خصوصی عروج کی حامل ہے۔

اس وقت ان ہستیوں میں سے ہم فقط حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی ذات گرامی کے اسوہِ حسنہ پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں گے۔ قارئین کو یاد رہے کہ ہمارا مقصد سیّدہ دو عالم سلام اللہ علیہا کے فضائل و مناقب پر روشنی ڈالنے کے بجائے اُن کے اسوہ حسنہ کو اجاگر کرنا ہے۔

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی شخصیت پر بطور نمونہ عمل نگاہ ڈالنے کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

سب سے پہلے جنت میں حضرت فاطمہؑ داخل ہونگی۔(7) ظاہر ہے کہ ہر وہ شخص جس کے دل میں جنت میں داخلے کی تمنّا، آرزو اور خواہش ہے وہ اس عظیم بی بی کے نقش قدم پر چلنے کی ہر ممکن سعی و کوشش کرے گا۔ ہم اس معظّمہ خاتونؑ کی زندگی کا بطور اسوہِ حسنہ مطالعہ کرنے کے لئے ان کی زندگی کے ادوار کو چند مرحلوں میں تقسیم کر لیتے ہیں:

الف: بحیثیت بیٹی　　ب: بحیثیت بیوی　　ج: بحیثیت ماں

د: بحیثیت عابدہ وزاہدہ　　ر: بحیثیت مدافع اسلام　　س: بحیثیت جامعِ اوصاف

خاتونِ جنت، بحیثیت بیٹی

سب سے پہلے ہم رسول ﷺ کی دخترِ گرامیؑ کی شخصیت کا بطور بیٹی جائزہ لیتے ہیں۔ آپ کی تاریخ ولادت میں اگرچہ اختلاف پایا جاتا ہے تاہم اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ بعثت کے پانچویں سال بیس جمادی الثانی کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کے بطن اطہر سے اس دنیا میں تشریف لائیں۔

یوں کائنات کے سب سے عظیم انسان کے گھر میں کائنات کی سب سے عظیم خاتون کی ولادت ہوئی، یہ ولادت پھولوں کے حصار میں نہیں بلکہ کانٹوں کے محاصرے میں ہوئی، کفّار مکہ پیغمبرِ خدا کو ابتر یعنی بے نام و نشان اور بے نسل ہونے کے طعنے دیا کرتے تھے کہ ایسے میں خدا نے اس بیٹی کو عطا کرکے ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیا:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

ترجمہ: "بے شک ہم نے آپ کو کوثر دی۔ پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

اس سورہ میں خداوند عالم نے اپنے حبیب ﷺ کو تسلی دی ہے کہ ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے اور آپ کا دشمن ابتر ہے۔ لفظ کوثر کی مفسرین نے مختلف تفسیریں کی ہیں یہاں تک کہ فخر رازی نے اس بارے میں پندرہ اقوال نقل کئے ہیں۔ تفسیر المیزان سمیت متعدد علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ کوثر یعنی خیر کثیر کے متعدد مصادیق میں سے ایک روشن ترین مصداق حضرت فاطمہؑ کا وجود مبارک ہے۔

اس سورہ کے تناظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بی بی، رسولِ دو عالم کے لئےؑ اپنی ولادت سے ہی خیر کثیر ہے۔ یعنی یہ فقط ایک بیٹی نہیں ہے بلکہ یہ بیٹی کے قالب میں اللہ کی طرف سے رسول ﷺ کو خیر کثیر عطا کیا گیا ہے اور اس خیر کثیر کے ذریعے رسول ﷺ کو طعنے دینے والوں کا منہ بند کیا گیا ہے۔

جب اس بی بی کی عمرِ مبارک فقط دو سال ہوئی تو شعبِ ابی طالب میں مسلمانوں کا محاصرہ کیا گیا۔ نبی ﷺ کی یہ اکلوتی بیٹی ان بھوک، افلاس اور مشکلات کے دنوں میں، دو سال کی عمر میں شعبِ ابیطالب میں دیگر مسلمانوں کے ہمراہ محصور رہی۔ اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں تین سال تک آپ نے شعب ابیطالب کی قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ (8)

شعبِ ابیطالب کا محاصرہ دراصل مسلمانوں کی تربیت کے لئے ایک بنیادی مرحلہ تھا، جس طرح ایک بیج کو زمین کے اندر دفنایا جاتا ہے اور وہ زمین کے نیچے سخت دباو کو برداشت کرنے کے بعد زمین کی سخت جلد کو ننھی سی کونپل سے چیر کر باہر نکل آتا ہے اور تند و تیز ہواوں، طوفان اور شدید موسم کے مقابلے میں کھڑا ہو جاتا ہے، اسی طرح شعب ابیطالب کے دوران مسلمانوں کی روحانی و جسمانی تربیت کی گئی تاکہ وہ بدترین مشکلات اور خوفناک حالات کا مقابلہ کر سکیں، اس تربیتی مرحلے میں حضرت خاتون جنتؑ بھی ان مسلمانوں کے درمیان موجود تھیں۔

اس سخت اور کٹھن دور میں بی بیؑ کے خیر کثیر وجود کو دیکھ کر پیغمبر اسلام ﷺ کو کتنا حوصلہ ملتا ہوگا اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔

بعثت کے دسویں سال جب رسولِ گرامی ﷺ کی دختر نیک اخترؑ کی عمر فقط پانچ یا چھ سال تھی تو پیغمرِ اسلام پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ، اس سال حضرت ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہؑ کا انتقال ہوگیا۔ ان دو بزرگوار شخصیتوں کے انتقال سے گویا پیغمبرِ اسلام کی کمر ٹوٹ گئی تھی اور پیغمبرؐ نے اس سال کا نام عامُ الحزن یعنی غم کا سال رکھا۔

پیغمبرِ اسلام ﷺ کی زندگی میں آنے والے اس خلا کو سیّدہ زہراؑ نے کم سنی کے باوجود اس محبت اور خدمت سے پُر کیا کہ آپ اُمُّ ابیھا کی کنیت سے مشہور ہوئیں۔اُمُّ ابیھا یعنی اپنے باپ کی ماں۔ یہ اس منفرد بی بی کا منفرد مقام ہے جو کائنات کی کسی اور خاتون کے حصّے میں نہیں آیا۔یعنی آپ اس مشکل ترین دور میں فقط نبی اکرم ﷺ کی ایک بیٹی نہیں تھیں بلکہ بیٹی ہونے اور نمونہ عمل ہونے کے اعتبار سے اُمِّ ابیھا تھیں۔

(9)آپ کمال معنویت و بشریت کے اس درجے پر فائز تھیں کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

أن اللّٰہ لیغضب لغضب فاطمة، ویرضی لرضاھا۔(10)

ترجمہ: ”بے شک اللہ فاطمہؑ کے غضب کی وجہ سے غضبناک ہوتا ہے اور آپ کی رضا سے راضی ہوتا ہے۔“

کتنا باعظمت ہوگا وہ باپ، جس کی بیٹی کی عظمت یہ ہے کہ اس کی ناراضی سے اللہ ناراض اور اس کی خوشی سے اللہ خوش ہوتا ہے، بلکہ رسولِ خدا ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

فاطمة بضعة منی؛ من آذاها فقد آذانی، و من أحبها فقد أحبنی (11)

ترجمہ: "فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی ہے اور جس نے اس سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی ہے۔"

یہ فقط کسی عام باپ اور بیٹی کی محبت نہیں ہے بلکہ یہ رسولِ دوعالم ﷺ کی محبت ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخصیت بیٹی ہونے کے اعتبار سے بھی بے مثل اور نمونہ عمل ہے۔

انسان ہر کسی سے اپنے ظرف کے مطابق محبت کرتا ہے، پیغمبر اسلام کی حضرت فاطمہ الزہراؑ سے محبت عام انسانوں یا عام باپ بیٹی سے قطعاً مختلف ہے چونکہ خود پیغمبرِ اسلام بھی ہمارے لئے نمونہ عمل ہیں اور ان کی بیٹی بھی ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہیں۔

دنیا جہاں میں جتنی بھی بیٹیاں ہیں اگر وہ سعادت مند بننا چاہتی ہیں تو رسولِ اسلام کی بیٹی کے اسوہ حسنہ کا مطالعہ کریں اور ان کی سیرت پر عمل کریں۔

خود پیغمبرِ اسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ فاطمہ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں۔(12) یہاں پر یہ بات ذہن میں رہے کہ خود پیغمبرِ اسلام عالمین کے لئے نبی اور رحمت ہیں۔(13) اور آپ نے عالمین کی عورتوں کی سردار اس بی بیؑ کو قرار دیا ہے۔ پس سردار وہ ہوتا ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہے اور جس کے نقشِ قدم پر عمل کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی آدمی اپنے سردار کے دائرہ اطاعت سے نکل جائے تو اس کی سرزنش کی جاتی ہے اور اسے سزا دی جاتی ہے۔

بلا شبہ اسلامی معاشرے میں مسلمان خواتین کے پاس حضرت فاطمہ زہراؑء کی اطاعت کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ نجات ہی نہیں ہے۔

حضرت فاطمہ زہراءؑ بحیثیت بیوی

حضرت فاطمہؑ کی حضرت امام علیؑ کے ساتھ شادی کی تاریخ مشخص کرنے میں بھی مورخین کا اختلاف ہے بعض نے ماہ ذی الحجہ میں کہا ہے، (14) بعض نے ماہِ شوال میں کہا ہے (15) اور بعض نے دیگر کچھ

تاریخیں بھی بیان کی ہیں۔شادی کے وقت علمانے بی بی کی عمر، نو اور گیارہ سال سے چودہ سال کے درمیان بتائی ہے۔ (16)

جیساکہ ہم جانتے ہیں کہ امام علیؑ کی تمام تر زندگی جدو جہد اور جہاد سے عبارت ہے، آپ جب بھی جنگوں سے لوٹتے تو بنتِ پیغمبرؐ آپ کے زخموں پر مرہم لگاتیں، آپ کی تلوار کو دھوتیں اور آپ کی ڈھارس بڑھاتیں یہاںتک کہ کائنات کے سب بڑے عادل اور منصف مزاج انسان علی ابن ابیطالب نے آپؑ کے بارے میں یہ گواہی دی ہے کہ خدا کی قسم اپنی ساری زندگی میں کبھی میں بی بی پر غضبناک نہیں ہوا اور کبھی بی بیؑ نے بھی مجھ پر غصہ نہیں کیا۔(17)

شادی کے بعد بی بیؑ نے محض ایک ناز و نعم سے بھرپور زندگی نہیں گزاری بلکہ امورِ خانہ داری کے ساتھ ساتھ اپنے شوہر کی مثالی رفیقِ حیات ثابت ہوئیں۔

آپ نے ایک مثالی بیوی ہونے کے ناطے مثالی بچوں کو پروان چڑھایا اور اپنے شوہر کی اجتماعی و انفرادی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں بھرپور تعاون کیا۔

کتبِ تواریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے گھریلو امور کو نبی اکرم ﷺ نے میاں بیوی کے درمیان تقسیم کردیا تھا، اندرونِ خانہ کا کام کاج آپ انجام دیتی تھیں اور بیرونِ خانہ کے کام امیرالمومنینؑ کے سپرد تھے۔ اگرچہ امیرالمومنینؑ بھی گھر کے کاموں میں آپ کا ہاتھ بٹاتے تھے لیکن کام کرنے کی وجہ سے آپ کے مقدس ہاتھوں پر زخموں کے نشانات پڑ گئے تھے۔(18)اس کے باوجود آپ نے کبھی امورِ خانہ داری کو اپنے لئے بوجھ نہیں سمجھا اور کبھی بھی امام علیؑ سے اس بارے میں کوئی شکایت نہیں کی۔

آپ صرف ایک مثالی بیٹی ہی نہیں بلکہ ایک مثالی بیوی بھی ہیں، ایک ایسی بیوی کہ جن کی عظمت کا معترف امام علیؑ جیسا عظیم انسان بھی ہے۔ قابلِ ذکر ہے کہ دنیا میں قوّت برداشت کے اعتبار سے انسان دو طرح کے ہیں، بعض چھوٹی چھوٹی مشکلات سے بھی بوکھلا جاتے ہیں اور بعض بڑی بڑی مشکلات کو صبر اور حوصلے سے سر کر جاتے ہیں۔

حضرت امام علیؑ کے صبر اور حوصلے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو دنیا مشکل کشا کے لقب سے یاد کرتی ہے اور دنیا میں امام علیؑ کے نام کو، عظمت، شجاعت، بہادری اور آرام و سکون کا استعارہ سمجھا جاتا ہے لیکن امام علیؑ، حضرت فاطمہؑ کے وصال مبارک کے موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

بِمَنِ العَزاءُ یا بِنتَ مُحمَد؟ کُنتُ بِكِ اَتَعزی فَفیمَ العَزاء مِن بَعدِكِ

اے دختر محمد ﷺ! اب مجھے کیسے سکون ملے، میرا سکون آپ سے تھا، آپ کے بعد سکون کہاں۔(19)

یقیناً ایسی بیوی کائنات کی بیویوں کے لئے نمونہ عمل ہے جو امام علیؑ جیسے شجاع اور بہادر مرد کے لئے باعث آرام و سکون تھی۔

ہر انسان اپنے ظرف اور ہمت کے مطابق بے قراری کا اظہار کرتا ہے، حضرت فاطمۃ الزہراؑ جب اس دنیا سے رخصت ہوئیں تو آپ کے شوہر یعنی حضرت امام علیؑ نے آپ کے ہجر اور فراق کے دکھ کو پیغمبر اسلام ﷺ کی رحلت کے مساوی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم آپ کے جانے سے میرے لئے رسولِ خدا کی موت کا دکھ تازہ ہو گیا ہے۔ (20)

بحیثیت ایک بیوی ہونے کے آپ اس مقام و مرتبے پر فائز تھیں کہ امام علیؑ جیسے شجاع انسان کے لئے اس دکھ کا سہنا محال تھا۔ یہ فقط ایک بیوی سے محبت کی وجہ سے ایسا نہ تھا بلکہ اس لافانی و لاثانی محبت کے پیچھے دخترِ رسول ﷺ کا اللہ کی راہ میں وہ مجاہدانہ کردار موجزن تھا جس کی یاد امام علیؑ کو بے تاب کئے ہوئے تھی۔

اب بھی مومنینِ کرام کی بیویاں اگر اپنے لئے امیر المومنینؑ کی اس بیوی کو نمونہ عمل بنا لیں تو اسلامی معاشرہ عزت و عظمت اور عطوفت و مہربانی کی مثالیں آج بھی قائم کر سکتا ہے۔

حضرت فاطمہؑ بحیثیت ماں

ایک مثالی بیوی اور بیٹی ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت فاطمہؑ ایک مثالی اور کامل ترین ماں بھی ہیں۔ایک نمونہ عمل بیٹی اور اسوہ حسنہ کی حامل بیوی ہونے کے ناطے آپ بطریقِ احسن جانتی تھیں کہ بہترین، مثالی اور کامل ترین ماں کسے کہتے ہیں۔

یوں آپ صرف ایک ماں ہی نہیں ہیں بلکہ کائنات کی ساری ماوں کے لئے نمونہ عمل ہیں۔آپ کی گود میں ایسے بچوں نے تربیت پائی ہے جن کے فضائل و مناقب سے زمین وآسمان کی وسعتیں پر ہیں۔

آپ کے ہاں چار بچوں کی ولادت ہوئی جن میں سے دو بچے یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ امام معصوم بنے اور دو بیٹیاں حضرت زینبؑ اور حضرت کلثومؑ واقعہ کربلا کی سفیر ٹھہریں۔

کتب تواریخ میں ایک اور بچے حضرت محسنؑ کا ذکر بھی ملتا ہے ، جن کے بارے میں شکم مادر میں ہی شہادت کے واقعات منسوب ہیں۔

خاتون جنتؑ نے صرف چار بچوں کو نہیں پالا بلکہ اپنے حسنِ عمل سے بچوں کی ایسی تربیت کی کہ خود آپ کے بچے بھی اہلِ عالم کے لئے نمونہ عمل ہیں۔

ہم مختصراً فقط یہ عرض کریں گے کہ اگر بزبانِ رسالتؐ ،

الحَسَنُ و الحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ أَھْلِ الْجَنَّةِ

امام حسن اور امام حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں(21)اور یہ بلا شبہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمانِ رسول ﷺ ہی ہے کہ الجنة تحت اقدام الامھات جنت ماوں کے قدموں تلے ہے(22) حضرت امام حسن اور حسینؑ بھی کمالات کے جن مدارج پر فائز ہیں اُن کمالات کا دریا حضرت فاطمہؑ کے قدموں سے ہی اُبلتا ہے وہ چاہے شہادت کا دریا ہو یا کوثر کا۔

اسی طرح آپ کی دونوں بیٹیوں کی زندگی میں بھی حق گوئی، بیباکی اور دین کی حفاظت کا جو پہلو نمایاں نظر آتا ہے اس میں بھی دراصل بی بی دو عالمؑ کی تربیت ہی چھلک رہی ہے۔

آپ کی شخصیت آپ کے بچوں کے سامنے صرف کھلی ہوئی کتاب کی طرح نہیں تھی بلکہ ایک عملی مربّی کی سی تھی۔خدا پر توکل، خدا کے رسول کی اطاعت، شب و روز عبادت ، دوسروں کے لئے جانثاری، اعمال میں خلوص، سخت حالات کے باوجود سخاوت، ہر حال میں حسنِ نیت، گنہگاروں کے ساتھ عفو و درگزر ، آنے والوں کے ساتھ مہمان نوازی،اپنے پیکر میں خلقِ عظیم اور غیرت دینی جیسے تمام اوصاف آپ نے بچوں کو گھٹی میں پلائے تھے۔

بے شک آپ کی اولاد نے اسلام اور توحید کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے لیکن بلاتردید ایسی اولاد کی تربیت کا سہرا دُخترِ رسولؐ کے سر جاتا ہے۔

حضرت امام حسنؑ سے روایت ہے کہ ایک شب میری والدہ گرامی ساری رات عبادت کرتی رہیں، یہاںتک کہ سپیدہ سحر نمودار ہوگیا، میں سنتا رہا ساری رات میری والدہ ماجدہ، ہمسایوں، عزیز و اقارب اور مسلمین کے مسائل کے حل کے لئے دعا کرتی رہیں، صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ اے والدہ گرامی آپ نے اپنے لئے کیوں دعا نہیں کی اس پر جناب سیّدہؑ نے شہزادے کو جواب دیا:

یا بُنَیَّ الجارُ ثُمَّ الدّارُ

اے میرے نونہال! پہلے پڑوسی پھر گھر (23)

یہ ہے وہ نظریہ حیات، وہ سوچ، وہ فکر اور وہ راہِ بندگی جس پر آپ نے اپنے بچوں کی تربیت کی۔ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ آپ کی آل کو قرآن مجید میں صادقون، مطهرون، فائزون، متوسّمین، راسخون فی العلم، سابقون، مقرّبون، متقون، خاشعون، مصطفون، ابرار، اولوالامر، اهل الذکر، وارثان کتاب، آیات، نذر، امّت هادی به حقّ، بیوت اذن الله ان ترفع و یذکر فیها اسمه، خیر البریّه و اولوالالباب جیسے القابات سے یاد کیا گیا ہے۔ (24)

اگر دنیا بھر کی مائیں جناب سیدہؑ کو اپنا رول ماڈل اور نمونہ عمل جان کر اپنے بچوں کی تربیت کریں تو یقینا اس سے ہمارے معاشرتی و سماجی حالات سنور جائیں گے اور مسلمان دنیا و آخرت کی سعادت سے بہرہ مند ہونگے۔

بحیثیت عابدہ و زاہدہ

ایک مثالی بیٹی، نمونہ عمل بیوی اور بہترین ماں ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایسی عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں کہ فرشتے بھی آپ پر درود و سلام بھیجتے تھے۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اہل مدینہ رات کے وقت حضرت امام علیؑ کے گھر سے ایک نور کو بلند ہوتے دیکھتے تھے، انہوں نے اس نور کے بارے میں پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ جب میری بیٹی فاطمہؑ محرابِ عبادت میں کھڑی ہوتی ہے تو ہزاروں فرشتے اس پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور اسے عالمین کی عورتوں کی سردار کے لقب سے پکارتے ہیں (25)

اسی طرح ایک اور حدیث ہے کہ جب جناب سیدہؑ محرابِ عبادت میں کھڑی ہو جاتی تھیں تو آسمان پر ملائکہؑ کے لئے ایک ستارہ چمکنے لگتا تھا، اور خدا فرشتوں سے فرماتا تھا کہ اے فرشتو! دیکھو میری بہترین کنیز فاطمہؑ میری عبادت کر رہی ہے۔ وہ میری بارگاہ میں کھڑی میری ہیبت سے لرز رہی ہے اور پورے خضوع و خشوع کے ساتھ میری عبادت کر رہی ہے۔ (26)

سیرت کی کتابوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ بی بی صرف ذکر و اذکار اور نماز و دعا میں مشغول نہیں رہتی تھیں بلکہ آپ عبادت کو قربِ الٰہی کا وسیلہ سمجھتے ہوئے اپنی تمام تر مشکلات بھی عبادت کے ذریعے حل کرتی تھیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات آپ کی شان میں نازل ہوئی ہیں، جیسا کہ سورہ انسان یا سورہ دہر کے بارے میں علمائے اسلام اور مفسّرین کا کہنا ہے کہ یہ سورہ جناب سیدہؑ کے صبر اور سخاوت کی وجہ سے اہل بیتؑ رسول اور خصوصاً ان کی شان میں نازل ہوا ہے۔

اس سورہ کے نزول کے بارے میں مفسرین کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیمار ہو گئے، اس موقع پر حضرت امام علیؑ، سیّدہ دو عالمؑ اور ان کی کنیز فضہؓ نے منت مانی کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے شفایاب ہونے پر وہ سب تین دن روزے رکھیں گے۔

جب دونوں شہزادوں کو شفا مل گئی تو دونوں شہزادوں سمیت اہل بیت رسول ﷺ نے روزہ رکھا، افطاری کے لئے حضرت فاطمہؑ نے پانچ روٹیاں پکائیں، عین افطار کے موقع پر سائل نے آکر روٹی کا سوال کیا، سب نے اپنے اپنے حصے کی روٹی سائل کو دیدی، اسی طرح تین دنوں تک ہوا۔

تیسرے دن پیغمبرؐ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے اور بیٹی کو مصلے پر مشغولِ عبادت پایا، اس وقت جبرائیل امین، نبی اکرم ﷺ پر سورہ انسان لے کر نازل ہوئے اور پیغمبر سے فرمایا کہ خداوند عالم ایسے اہل بیتؑ کی وجہ سے آپ کو مبارکباد دیتا ہے۔ (27)

حضرت فاطمہؑ کی خداوند عالم کی بارگاہ میں عبودیت اور بندگی بھی اپنی مثال آپ تھی۔ آپ نے اپنے تمام اجتماعی وسیاسی امور کے ساتھ انفرادی زندگی کے فرائض اور خدا کے ساتھ دعا و مناجات کے فریضے کو بھی بطریق احسن ادا کیا۔

بحیثیت مدافع اسلام

اپنی مختصر سی زندگی میں خاتون جنتؑ شعبِ ابی طالب سے لے کر میدان مباہلہ تک اور میدانِ مباہلہ سے لے کر اپنے آخری سانس تک مسلسل اسلام کا دفاع کرتی رہیں، ایک طرف تو آپ شعبِ ابی طالب میں دن کی شدید گرمی میں جھلس جاتی تھیں اور رات کی شدید سردی میں ٹھٹھرتی تھیں اور دوسری طرف ہر جنگ اور ہر غزوے میں کبھی اپنے والد کے زخم دھو رہی ہوتی تھیں اور کبھی اپنے شوہر کے زخموں پر مرہم لگا رہی ہوتی تھیں، کبھی اپنے والد بزرگوار کی تلوار کو صیقل کرتیں اور کبھی اپنے شوہر نامدار کی شمشیر کو تیز کرتیں۔

کبھی گھر کے امور انجام دیتیں اور کبھی مستورات کو احکام سکھاتیں، کبھی اہلِ مدینہ کے دروازوں پر بیداری کے لئے دستک دیتیں اور کبھی دربار میں جا کر خطبہ ارشاد فرماتیں۔

المختصر یہ کہ آپ کی ساری زندگی ضرب و حرب، علم و عمل، جدوجہد، تحریک و حریت اور بیداری و شعور سے عبارت ہے۔ آپ صرف اہلِ اسلام کے درمیان رہ کر اسلام کی حفاظت نہیں کرتی تھیں بلکہ جب نجران کے عیسائیوں نے پیغمبرِ اسلام ﷺ کے ساتھ مباہلے کا فیصلہ کیا تو کائنات کی ساری مسلمان عورتوں میں سے صرف آپ کو رسولِ اسلام نے اسلام کے دفاع کے لئے منتخب کیا۔

مفسرین کے مطابق اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو حکم دیا:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ (61)

پھر جو کوئی تجھ سے اس واقعہ میں جھگڑے بعد اس کے کہ تیرے پاس صحیح علم آچکا ہے تو کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں بلائیں، پھر سب التجا کریں اور اللہ کی لعنت ڈالیں ان پر جو جھوٹے ہوں۔ (28)

یہ حکم تب دیا گیا جب یمن میں نجران کے علاقے کے رہنے والے عیسائیوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور پیغمبر اسلام سے کہا کہ آیئے ہم آپس میں مباہلہ کرتے ہیں، یعنی جھوٹوں پر لعنت کریں گے جو جھوٹا ہوگا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا، اس کے بعد اللہ نے بھی اپنے حبیبؐ کو مباہلے کا حکم دیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "ابناءنا" ہمارے بیٹوں کی جگہ فقط امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو ساتھ لیا اور "نساءنا" ہماری خواتین کی جگہ صرف حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کو ہمراہ لیا اور "انفسنا" ہمارے نفوس کی جگہ صرف اور صرف حضرت علیؑ کو اپنے ساتھ لیا۔ (29)

یوں حضرت فاطمہ الزہراؑ نے اسلام کے دفاع کے لئے غیر مسلم دشمنوں کا بھی سامنا کیا اور میدان مباہلہ میں دشمنانِ اسلام کا سر جھکا کر واپس پلٹیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب پیغمبرِ اسلام کے بعد امورِ خلافت کو نمٹانے کے لئے بعض لوگوں نے سقیفہ بنی ساعدہ کے ذریعے اس مسئلے کو حل کرنا چاہا تو بی بی دو عالمؑ جس طرح مباہلے کے روز اسلام کی حفاظت کے لئے گھر سے نکلی تھیں اُسی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے موقف کو بیان کرنے کے لئے گھر سے نکلیں اور ارباب اقتدار سے متعارض ہوئیں۔

اگر جہانِ اسلام کی خواتین، اس معظّمہؑ بی بی کو نمونہ عمل سمجھ کر ان کی اطاعت میں اسلام کا دفاع کریں تو آج بھی معاشرے سے بدعات و انحرافات اور خرافات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

مجموعہ اوصاف

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایک شخصیت میں بہت زیادہ صفات خصوصاً متضاد صفات جمع نہیں ہو سکتیں اور اگر ایسا کہیں ہوا بھی ہے تو زیادہ سے زیادہ حضرت امام علیؑ کے بارے میں یہ اعتراف کیا جاتا ہے کہ آپ میں متضاد صفات جمع تھیں، مثلاً آپ بیک وقت ادیب بھی تھے اور جنگجو بھی، نرم دل بھی تھے اور عدالت میں سخت بھی، وغیرہ وغیرہ۔۔۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امام علیؑ کے علاوہ حضرت فاطمہ زہراؑء نے بھی ایک ایسی مختصر اور بھرپور زندگی گزاری ہے کہ گویا کائنات کے تمام کمالات کو آپ نے اپنے اندر سمو لیا ہے۔آپ جس طرح اپنی کم سنی کے باعث نوعمر ننھی سی بچی ہیں اُسی طرح اپنی لطافت و نزاکت اور فہم و شعور کے باعث اُمُّ ابیھا بھی ہیں،آپ جس طرح ایک گھریلو خاتون اور ماں ہیں اُسی طرح اپنے شوہر کی مشیر اور شریک جہاد بھی ہیں، آپ جس طرح شرم و حیا اور حجاب کا مجسمہ ہیں اُسی طرح دشمنانِ اسلام کے خلاف پیکرِ غضب ہیں، آپ جس طرح خواتین کے لئے اسوہ ہیں اسی طرح مردوں کے لئے بھی نمونہ عمل ہیں۔

آپ جس وقار کے ساتھ ، اسلام کی حقانیت کو بیان کرنے کے لئے نجران کے عیسائیوں کا سامنا کرنے کے لئے نکلتی ہیں،آپ اسی طرح خلافت کے منصب کو بچانے کے لئے مدینے کے مسلمانوں کے دروازوں پر دستک دیتی ہیں،آپ جس طرح محرابِ عبادت میں کامل یکسوئی کے ساتھ مشغولِ حق ہو جاتی ہیں ،آپ اسی طرح مسلمانوں کے دربار میں کامل فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتی ہیں، آپ ایک طرف تو روزے کے باوجود اپنے سامنے کا کھانا افطار کے وقت سائل کو دے دیتی ہیں لیکن دوسری طرف اصولوں کی پاسداری کے وقت فدک کو معاف نہیں کرتیں۔

آپ ایک طرف جنگ و جدال میں مشغول اپنے والدِ ماجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے شوہر نامدارؑ کا ہاتھ بٹاتی ہیں اور دوسری طرف حسنین کریمینؑ اور زینبؑ و کلثومؑ جیسی اولاد کی تربیت کرتی ہیں۔ہاں آپ سو فیصد علی ابن ابیطالبؑ کی ہم کفو اور ہم پلہ ہیں۔

آپ صرف مختلف فضائل اور اوصاف کا مجموعہ نہیں ہیں بلکہ آپ اپنے شوہر نامدار کی طرح عالم بشریت کے لئے ایک نمونہ عمل اور اعمال کی کسوٹی ہیں۔

نتیجہ :

دینِ اسلام اس لحاظ سے غنی ہے کہ اس کا دامن عظیم شخصیات سے بھرا پڑا ہے۔دینِ اسلام کے مطابق ہر دور میں انبیائے کرام کو بنی نوعِ انسان کے لئے ایک رول ماڈل اور نمونہ عمل کی حیثیت حاصل رہی ہے۔سب سے آخر میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پورے عالم بشریت کے لئے نمونہ عمل اور رول ماڈل قرار دیا گیا ہے۔

امتِ مسلمہ کے ہر فرد کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ہر عمل پیغمبرِ اسلام کے اعمال کے مطابق ہو، اللہ نے پیغمبرِ اسلام کو مبعوث ہی اس لئے کیا ہے تاکہ لوگ اُنہی کے نقش قدم اور انہی کے راستے پر چلیں۔ چونکہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی ظاہری زندگی صرف تریسٹھ برس ہے جبکہ آپ قیامت تک کے لئے اسوہ حسنہ اور نمونہ عمل ہیں۔ اس لئے پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اپنے بعد بھی کچھ ہستیوں کو نمونہ عمل قرار دیا ہے جنہیں ہم اہل بیتؑ کہتے ہیں۔

پیغمبرِ اسلام کا ارشاد ہے:

مَثَلُ أهلِ بَيتی مَثَلُ سَفينَةِ نُوحٍ؛ مَن رَكِبَها نَجا و مَن تَخَلّفَ عَنها غَرِقَ

میرے اہل بیت سفینہ نوحؑ کی مانند ہیں جو اُس میں سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے منہ موڑا وہ ہلاک ہوا۔

ان اہلبیتؑ میں سے ایک ہستی حضرت فاطمہ زہراؑء بھی ہیں، آپ کی شان میں قرآن مجید کی متعدد آیات نازل ہوئی ہیں اور آپ کے فضائل کے بارے میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، جن کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بھی اپنے والد ماجد ﷺ کی طرح عالم بشریت کے لئے نمونہ عمل ہیں۔

آپ کی سیرت اور تاریخ پر مختلف زاویوں سے تحقیق کرنے کی گنجائش ہر دور میں موجود رہی ہے تاکہ ہر دور کے تقاضوں کے مطابق آپ کی شخصیت سے استفادہ کیا جاسکے۔

اس تحقیق سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بہت ہی کم عمر پانے کے باوجود حضرت فاطمہ زہراؑء اپنے اندر مختلف فضائل و مناقب اور اوصاف حسنہ کا سمندر لئے ہوئے تھیں اور آج کے مضطرب اور پریشان زمانے کو ضرورت ہے کہ وہ امن و سکون، تعلیم و تربیت، عدل و انصاف، مساوات و معنویت اور زہد و تقویٰ کے حصول کی خاطر آپ کی عملی زندگی اور جدوجہد سے آشنائی حاصل کرے۔

*****

حوالہ جات

1۔الفاتحہ : ۵

2۔سورہ ملک : ۲

3۔احزاب ۲۱

4۔آل عمران : ۱۴۴

5۔إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ، احزاب ۳۳

6۔ تفسیر عثمانی در زیل آیہ تطہیر

7۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ [وآلہ] وسلم : اِول شخص یدخل الجنة فاطمة ، میزان الاعتدال، الذہبی، ج ۲، ص ۶۱۸ ؛ لسان المیزان، ابن حجر، ج ۴، ص ۱

8۔سیرہ ابن ہشام، ج 1، ص 375، ابن سعد، طبقات، ج 1، ص 208 و طبرسی، اعلام الوری، ص 50 - 49، بیہقی، دلایل النبوۃ، ج 2، ص 311 و 312

9۔اسد الغابہ، جلد 5، صفحہ 520

10۔ کنز العمال : ج ۱۲، ص ۱۱۱، مستدرک صحیحین : ج ۳، ص ۱۵۴، میزان الاعتدال : ج ۱، ص ۵۳۵۔

11۔ صواعق المحرقہ : ۲۸۹، الامامۃ والسیاسۃ : ص ۳۱، کنز العمال : ج ۱۲، ص ۱۱۱، خصائص النسائی : ۳۵، صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابۃ۔

12۔المستدرک صحیحین : ج ۳، ص ۱۷۰، وابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء : ج ۲، ص ۳۹، والطحاوی فی مشکل الآثار : ج ۱، ص ۴۸، وشرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید : ج ۹، ص ۱۹۳، والعوالم : ج ۱۱، ص ۱۴۱۔ ۱۴۶۔

13۔وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ، انبیا ۱۰۷

14۔ابن شہر آشوب، المناقب، ج 3، ص 357، قم، 1379 ق

15۔ شیخ طوسی، الأمالی، ص 43، دار الثقافۃ، قم، 1414 ق.

16۔انصاری، اسماعیل، الموسوعۃ الکبری عن فاطمۃ الزہراء، ج 4، ص 21، دلیل ما، قم، 1428 ق 16 بحار الانوار، ج 43

17۔بحار الانوار، ج 43

18۔استفادہ از ناسخ التواریخ، حالات حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا)، ص 417

19۔رحمانی ہمدانی/ فاطمۃ الزہرا بہجۃ قلب مصطفیٰ/ ص 578/ بہ نقل از مجمع الروایۃ.

20۔سید محمد کاظم قزوینی/ فاطمۃ الزہرا من المہد الی اللحد/ دار الصادق بیروت/ چاپ اول/ صص 610- 609

21۔ شیخ صدوق، الامالی، ص 57، بیروت، اعلمی، چاپ پنجم، 1400 ق؛ ہلالی، سلیم بن قیس، کتاب سلیم بن قیس الہلالی، محقق، مصحح، انصاری زنجانی خوئینی، محمد، ج 2، ص 734

22۔ میزان الحکمہ : ح 22691

23۔ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۸۱ و ۸۲
24۔ مختلف تفاسیر کی طرف رجوع کریں
25۔ در مکتب فاطمہ، ص 171
26۔ بحار الانوار، ج 43، ص 172
27۔ الکشاف، ج 4، ص 670؛ مجمع البیان، ج 10، ص 611 - 614؛ روح المعانی، مج 16، ج 29، ص 269 - 270.
28۔ آل عمران ۶۱
29۔ زمخشری، تفسیر الکشاف

خطبۂ حضرت زہراءؑ کی سند پر تحقیقی نظر

علامہ آفتاب حسین جوادی *

کلیدی کلمات: علمائے حدیث ورجال، علمائے اہل سنت، علمائے شیعہ، اہل بیت اطہارؑ، حضرت علیؑ، حضرت ابو بکر، روایان حدیث

خلاصہ

خطبۂ حضرت فاطمہؑ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، نظریہ توحید، سرور کائناتؐ کا مقام ومرتبہ اور بعثت کے اغراض ومقاصد، امت اسلامیہ کی ذمہ داریاں اور نظریہ امامت وخلافت، قرآن مجید کی اہمیت اور شریعت کے احکام اور ان کا فلسفہ، اپنے شوہر نامدار کی جانفشانیوں کا تذکرہ اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے وقت کے خلفا، مہاجرین وانصار اور خواتین کے سامنے احتجاج فرمایا ہے۔ تاریخ کے مختلف راویوں نے متعدد اسناد سے یہ تاریخ ساز خطبہ نقل کیا ہے اگر راویان حدیث میں سے جس کسی سے محبت اہل بیتؑ کی خوشبو آتی تو ارباب اقتدار کی جانب سے ان پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی اور انہیں مطعون ومجروح کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی۔ مگر اس کے باوجود خانوادہ نبوتؐ کی عظمت کے متعلق احادیث اور ان سے مروی خطبے سینہ بہ سینہ چلے آتے رہے اور اس دوران جب بھی کبھی راویان حدیث کو وعظ یا تحریر کے ذریعے بیان کا موقع ملا تو انہوں نے برملا اظہار کر دیا حتی کہ مخالف طبقہ کے سنجیدہ افراد بھی ان حقائق کو بیان کیے بغیر نہ رہ سکے۔ البتہ بعض بے رحم قلمکاروں نے قلم وقرطاس کے ذریعے حضرت خاتون جنتؑ پر گذرے مصائب کو چھپانے کی حتی المقدور سعی نافرجام کی ہے، لیکن تاریخ آخر تاریخ ہوتی ہے جو امتداد زمانہ کے باوجود ہر دور میں اپنے سینے میں موجود سچائیاں منظر عام پر لاتی رہتی ہے۔ اگرچہ اس خطبہ کو مختلف مسالک کے اتنے علمائے حدیث وتاریخ نے بڑے وثوق سے درج کیا ہے کہ ان کا مختار ہی سند ہے، لیکن اس کے باوجود اس کے راویوں پر علم رجال کی روشنی میں نظر ڈالنا مناسب ہوگا۔ لہٰذا اس مقالے میں اس خطبے کی سند پر دلائل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ جس سے حضرت فاطمہؑ کا یہ خطبہ اپنی سند کے اعتبار سے تمام منصف المزاج اہل علم کے لئے قابل قبول ہے اور اس خطبے میں بنت رسول ﷺ کی زبان مبارک سے بیان ہونے والے معارف دین پوری اُمت کے لئے رشد وہدایت حاصل کرنے کا وسیلہ بن سکتے ہیں۔

*۔ محقق ومدرس جامعۃ الکوثر، اسلام آباد

یہ حقیقت نا قابل انکار تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ عصمت وطہارت کی مرکز و محور اور وما ینطق عن الھوی سے متصف رسول ﷺ کی پروردہ حضرت فاطمۃ الزھراء نے بھرپور انداز میں مسئلہ فدک کے اصل حقائق سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا، آپ نے اس معرکۃ الآراء تاریخی خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، نظریہ توحید، آقائے دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام و مرتبہ اور بعثت کے اغراض ومقاصد، امت اسلامیہ کی ذمہ داریاں اور نظریہ امامت وخلافت، قرآن مجید کی اہمیت وافادیت اور اس کی بالادستی، شریعت محمدیہ کے احکام اور ان کا فلسفہ، اپنے شوہر نامدار حیدر کرار کی جانفشانیوں کا تذکرہ اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے وقت کے حکمران، مہاجرین وانصار اور خواتین کے سامنے احتجاج فرمایا ہے۔ تاریخ کے مختلف راویوں نے متعدد اسناد سے یہ تاریخ ساز خطبہ نقل کیا ہے اگر راویان اور حفاظ حدیث میں سے جس کسی سے محبت اہل بیتؑ کی خوشبو آتی تو ارباب اقتدار کی جانب سے ان پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی اور انہیں مطعون و مجروح کرنے اور درجہ وثاقت سے گرانے کی ہر ممکن کوشش کو بروئے کار لایا جاتا۔ حکمرانوں کے جبر و تشدد اور ان کی ہمنوا اکثریت کے شدید رد عمل کا خوف ہر وقت ان پر طاری رہتا تھا۔ موت کی تلوار ان کے سروں پر ہمہ وقت لٹکی رہتی تھی حکمران اور ان کے ہم نظریہ افراد اہل بیتؑ کے حق میں کوئی بات سننے کی تاب نہ رکھتے تھے مگر اس کے باوجود خانوادہ رسالت ﷺ کی عظمت و رفعت کے متعلق احادیث و روایات، ان سے مروی خطبے اور ارشادات سینہ بہ سینہ چلے آتے رہے اور اس دوران جب بھی کبھی راویان حدیث کو وعظ یا تحریر کے ذریعے بیان کا موقع ملا تو انہوں نے برملا اظہار کر دیا حتی کہ مخالف طبقہ کے سنجیدہ افراد بھی ان حقائق کو بیان کیے بغیر نہ رہ سکے۔ اس کے بعد ان پر کیا گزرتی؟

اس کی صرف ایک ادنیٰ سی مثال ذیل میں بیان کی جارہی ہے جسے علامہ ذہبی نے رقم کیا ہے:

محدثین اہلسنت میں سے تیسری صدی کے ایک بہت بڑے بلند پایہ حافظ حدیث اور امام دار قطنی ایسے ائمہ حدیث کے استاد محدث محمد عبداللہ بن محمد بن عثمان الواسطی نے ایک موقع پر اہل واسط کو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں "حدیث طیر" (1) حفظ اور املا کرائی جسے ان کی طبیعتیں (بغض علی کی بنا پر) برداشت نہ کر سکیں اس وجہ سے فوراً سب لوگ ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے ان کو مجلس درس سے اٹھا دیا اور ان کی جگہ کو پانی سے دھویا۔ محدث صاحب اس تکلیف دہ عمل سے کبیدہ خاطر ہو کر اپنے گھر میں ہی گوشہ نشیں ہو گئے اور

اس کے بعد پھر کسی واسطی کو حدیث نہیں پڑھائی اہل واسط میں ان کی روایت کردہ احادیث کی کمی کی وجہ یہی ہے۔(2)

علامہ ذہبی کے اس بیان سے ہمارے بیان کردہ نکتۂ نظر کو زیادہ تقویت پہنچتی ہے۔

غور فرمایئے! صرف اموی انحراف پسندی کے تحفظ کے لئے اپنے ہی محدث کو "فضیلت علیؑ" میں محض ایک حدیث پڑھانے کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے کس طرح انہیں گھر کی چار دیواری میں محصور کر دیا، نہ صرف یہ، بلکہ آئندہ کے لئے بھی ان کی بیان کردہ کسی حدیث یا روایت کو درخور اعتنا نہ سمجھا گیا۔ ایسے لاکھوں کربناک واقعات آج بھی صفحات تاریخ پر نقش ہیں تاہم یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے مگر بقول عمر خیام ہم یہی عرض کریں گے۔

تو خون کساں بخوری ماخون رزاں　　انصاف بدہ کدام خونخوار تریم

بنو امیہ کے ہمنوا اور ان کے نظریہ سے متاثر ہونے والے بے رحم قلمکاروں نے قلم و قرطاس کے ذریعے حضرت سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا پر گذرے ہوئے ناقابل برداشت جانگداز واقعات کو نظروں سے اوجھل کرنے کی حتی المقدور سعی نافرجام کی ہے، لیکن تاریخ آخر تاریخ ہوتی ہے جو امتداد زمانہ کے باوجود ہر دور میں اپنے سینے میں موجود سچائیاں منظر عام پر لاتی رہتی ہے اور جب بھی کوئی شخص مفاد یا تعصب و تنگ نظری کی عینک لگا کر اس کے حقائق کو جھٹلانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ناقابل تردید حوالوں کے ساتھ اپنا بھرپور دفاع کرتی ہے۔

اگرچہ اس خطبہ کو مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے اتنے علمائے حدیث و تاریخ نے بڑے وثوق سے درج کیا ہے کہ ان کا مختار ہی سند ہے، لیکن اس کے باوجود اس کے راویوں پر علم رجال کی روشنی میں نظر ڈالنا مناسب ہوگا۔ اگر علی سبیل التنزل ایک لمحے کے لیے یہ باور کر لیا جائے کہ اس خطبہ کے کچھ راوی کمزور ہیں تب بھی یہ خطبہ قابل احتجاج و استشہاد رہے گا وہ اس لیے کہ جمہور محدثین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب حدیث ضعیف بھی متعدد اسانید سے مروی ہو تو چاہیے الگ الگ ہر طریق بجائے خود ضعیف ہو مگر سب مل کر وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ چونکہ خطبہ فدک کئی اسانید و طرق کے ساتھ نقل ہوا ہے تو اس قاعدہ کی رو سے اس کا ضعف ختم ہو جائے گا اور لا محالہ اس کی صحت میں کلام ناممکن ہے۔

مذکورہ خطبے کے متعدد سلسلوں میں سے ایک سلسلہ کے زیر بحث راوی درج ذیل ہیں:

- ام المومنین حضرت عائشہ المتوفاۃ ۵۸ھ
- حضرت عروہ بن زبیر بن عوام مدنی متوفی ۹۴ھ
- جناب صالح بن کیسان مدنی تابعی متوفی ۱۴۶ھ
- جناب محمد بن اسحاق بن یسار متوفی ۱۵۱ھ
- شرقی بن قطامیمتوفی ۲۴۵ھ
- محمد بن زیاد بن عبداللہ الزیادی متوفی ۲۵۰ھ
- جناب احمد بن عبید بن ناصح النحوی متوفی ۲۷۸ھ
- جناب محمد بن عمران المرزبانی متوفی ۳۸۴ھ
- جناب محمد بن احمد الکاتب متوفی ۳۳۶ھ

اس خطبے کو حضرت عائشہ، حضرت عروہ بن زبیر اور صالح بن کیسان جیسے بہت سے جلیل القدر ائمہ ثقات اور حفاظ کی صحیح اسانید سے روایت کیا ہے لہٰذا اس کے صحیح ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کے گنجائش نہیں ہے۔ جناب سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے اس فصیح وبلیغ خطبے کو بڑے بڑے جلیل القدر علماء واہل فن نے اپنی تالیفات میں سند کے ساتھ اور بعض نے اقتباسات کو درج کرنے کی سعادت حاصل کی ہے طوالت واطناب کو ملحوظ خاطر لاتے ہوئے ہم یہاں صرف ایک سند کے رواۃ پر تبصرہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں اگر اس خطبہ کی متعدد اسناد کو زیر بحث لایا جائے تو اس کے لئے باقاعدہ ایک دفتر درکار ہے۔

دنیائے علم میں پانچویں صدی کی ایک نابغہ روزگار شخصیت، علم وادب کے بحر زخار آیۃ اللہ فی العالمین السید شریف مرتضٰی علم الہدی المتوفی ۴۳۶ھ ہیں جو محتاج تعارف نہیں۔ جن کو قدرت نے مبداء فیاضی سے علوم نقلیہ وعقلیہ پر یکساں دسترس اور وسعت نظر ودیعت فرمائی ہے اس بطل جلیل کے علمی تفوق وبرتری کا اعتراف اہل سنت کے جید اور نامور علماء نے کیا ہے۔

چنانچہ علامہ شمس الدین الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ جو فن رجال میں استقراء تام کے حامل اور ائمہ فنون میں سرخیل کا درجہ رکھتے ہیں انہوں نے ایک ضخیم کتاب "سیر اعلام النبلاء" کے نام سے لکھی جو پچیس جلدوں پر مشتمل ہے اس کی جلد ۱۷ صفحہ ۵۸۸ تا ۵۸۹ طبع بیروت میں سرکار علامہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

العلامة الشریف المرتضیٰ۔۔۔من ولد موسی کاظم۔۔۔ وکان من الاذکیاء الاولیاء المتبحرین فی الکلام والاعتزال والادب والشعر۔۔۔

ان کے علاوہ دیگر بہت سے غیر شیعہ علماء نے ان کی عظمت وجلالت اور رفعت علمی کو بڑے شدومد سے بیان کیا ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اس خطبہ کو اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الشافی فی الامامۃ" میں اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے اس کتاب کی اہمیت وافادیت کے لئے یہی کافی ہے کہ علامہ یاقوت حموی شافعی کو یہ لکھنا پڑا:

وھو کتاب لم یصنف مثلہ فی الامامۃ۔

یہ وہ کتاب ہے جس کی مثل کوئی دوسری کتاب مسئلہ امامت میں نہیں لکھی گئی۔ (3)

چنانچہ علامہ سید مرتضیٰ علم الہدی سلسلہ سند بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

اخبرنا ابوعبداللہ محمد بن عمران المرزبانی قال حدثنی محمد بن احمد الکاتب قال حدثنا احمد بن عبید بن ناصح النحوی قال حدثنا الزیادی حدثنا شرقی بن قطامی عن محمد بن اسحاق قال حدثنا صالح بن کیسان عن عروۃ عن عائشۃ قالت لما بلغ فاطمۃ علیھا السلام اجماع ابی بکر منعھا (فدک) لاثت خمارھا علی راسھا واشتملت بجلبابھا واقبلت فی لمۃ من حفدتھا۔۔۔۔الخ

"ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ محمد بن عمران المرزبانی نے اور اس سے بیان کیا محمد بن احمد الکاتب نے اور اس سے بیان کیا احمد بن عبید بن ناصح نحوی نے اور اس سے بیان کیا الزیادی نے اور اس سے بیان کیا شرقی بن قطامی نے اور اس سے بیان کیا محمد بن اسحاق نے اور اس سے بیان کیا صالح بن کیسان نے اور اس سے بیان کیا کہ عروہ بن زبیر نے اور اس سے بیان کیا حضرت عائشہ نے کہ جب حضرت فاطمۃ الزہراءؑ نے سنا کہ حضرت ابوبکر نے ان کو فدک نہ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے تو آپ نے سر پر مقنعہ ڈالا اور پھر سر سے پاؤں تک چادر اوڑھی اور کنیزوں کے گروہ میں حضرت ابوبکر کے پاس آئیں۔۔۔۔" (4)

اسی طرح ان کے تلمیذ رشید شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی المتوفی ۴۶۰ھ نے اس سند کو اپنی بیش بہا تالیف "تلخیص الشافی جلد ۳ صفحہ ۱۳۹ طبع نجف اشرف ۱۳۸۳ھ میں درج کیا ہے۔

سطور بالا میں درج کی گئی سند بالکل صحیح ہے راویوں کا علی الترتیب جائزہ پیش خدمت ہے۔

حضرت عائشہؓ:۔ جناب سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے خطبہ فدک کی مرکزی راویہ حضرت عائشہ ہیں جو کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں یہ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی ہیں ان کی والدہ کا نام ام روماں بنت عامر بن عویمر ہے صحابہ کرام اور تابعین کے ایک بڑے طبقے نے ان سے روایات نقل کیں۔ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان کے دور حکومت ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

عروۃ بن زبیر بن عوام مدنی:۔ مشہور صحابی حضرت زبیر بن عوام کے فرزند تھے ان کی ماں جناب اسماء بنت ابوبکر تھیں آپ حضرت ابوبکر کے نواسے ہیں، آپ کی ولادت کے متعلق علامہ ذہبی خلیفہ بن خیاط کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ولد عروۃ سنۃ ثلاث وعشرین فھذا قول قوی۔

عروہ ۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے یہی قول معتبر اور قوی ہے (5)

ثقہ فقیہ مشہور من الثانیہ

"آپ مشہور ثقہ فقیہ تھے اور دوسرے طبقہ کی شخصیات میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔"

کتب صحاح ستہ میں متعدد احادیث آپ سے مروی ہیں (6) امام احمد بن عبداللہ عجلی نے کہا ہے کہ "عروۃ بن الزبیر تابعی ثقۃ کان رجلا صالحاً" ثقہ تابعی اور نیک متدین شخص تھے حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا: ما اجد اعلم من عروۃ بن الزبیر، میں نے عروہ بن زبیر سے بڑا عالم کسی کو نہیں پایا (7) آپ نے اپنے والد اور حضرت عائشہ سے خصوصیت کے ساتھ احادیث حاصل کیں۔ انہوں نے حضرت عائشہ کا پورا علمی ذخیرہ اپنے سینہ میں محفوظ کر لیا تھا حضرت عروہ اس قدر محتاط تھے کہ کوئی مسئلہ محض رائے سے نہ بیان کرتے تھے (8) انہوں نے مدینہ منورہ کے مضافات اپنے علاقے "مجاج" میں ۹۴ ہجری میں انتقال کیا۔

صالح بن کیسان مدنی:۔ صالح بن کیسان ابوالحارث الغفاری المدنی تابعین کے بڑے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں آپ عمر بن عبدالعزیز اموی کی اولاد میں سے ہیں عروہ بن زبیر اور دیگر بہت سے صحابہ وتابعین سے روایت کرتے ہیں کتب صحاح ستہ اور دوسری کتابوں میں ان سے روایات نقل ہوئیں آپ ثقہ، ثبت فقیہ اور چوتھے طبقہ کے راوی ہیں (9) حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی شہرہ آفاق کتاب تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۴۰۰ میں لکھتے ہیں:

کان صالحاً ثقة۔۔۔۔وقال ابن حبان فی الثقات کان من فقهاء المدینة والجامعین للحدیث والفقه من ذوی الهیئة والمروة۔۔۔۔حافظا اماماً کثیر الحدیث ثقة حجة۔

آپ دیندار ثقہ تھے اور ابن حبان نے ثقات میں کہا ہے کہ یہ فقہا، مدینہ اور حدیث وفقہ کے جامعین میں سے تھے آپ حافظ، امام، کثیر الحدیث اور قابل وثوق حجت تھے۔

حافظ احمد عجلی نے تاریخ الثقات صفحہ ۲۲۶ پر ان کو ثقہ کہا ہے پھر اسی کتاب کے فاضل محشیٰ ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی نے حاشیہ نمبر ۱۰ پر "متفق علی توثیقہ" کہہ کر ان کی ثقاہت پر تمام علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ آپ ۱۴۶ ہجری میں واصل بحق ہوئے۔

محمد بن اسحاق:۔ محمد بن اسحاق بن یسار اہلسنت کے جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالاحد المعروف ابن ہمام حنفی تحریر کرتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق حدیث کے بارے میں ایمان والوں کے امیر ہیں اور بڑے بڑے علماء مثل امام ثوری، عبداللہ بن مبارک وغیرہ جیسے ان کے شاگرد ہیں امام یحی بن معین، امام احمد بن حنبل اور دوسرے ائمہ اہل سنت نے اس سے روایت لی ہے اور امام بخاری نے "جزء القرائۃ خلف الامام" میں ان کی وثاقت پر اعتماد کیا ہے امام ابن حبان نے بھی ان کا ذکر اپنی قابل وثوق رواۃ پر مشتمل کتاب "الثقات" میں کیا ہے (10)

اور امام بخاری نے محمد بن اسحاق کی توثیق کو اپنی کتاب "التاریخ الکبیر" جلد ا صفحہ ۴۱ طبع دکن میں بھی مختصر طور پر بیان کر دیا ہے۔ حنفی مسلک کے ترجمان امام جمال الدین زیلعی حنفی نے ابن اسحاق کے متعلق لکھا ہے:

وابن اسحاق الاکثر علی توثیقه ومن وثقه البخاری۔۔۔قال شعبة محمد بن اسحاق امیر المومنین فی الحدیث وقال عبداللہ بن مبارک محمد بن اسحاق ثقة ثقة ثقة۔

ابن اسحاق کو (ائمہ) کی اکثریت نے ثقہ کہا اور توثیق کرنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں شعبہ نے کہا کہ محمد بن اسحاق حدیث کے باب میں امیر المومنینؑ ہیں اور عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہے ثقہ ہے ثقہ ہے۔ (11)

اصول حدیث کے ابتدائی طالب علم بھی جانتے ہیں کہ تعدیل کے الفاظ میں توثیق مقرر، درجہ اول کے الفاظ میں شمار ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ابن حجر العسقلانی تقریب التہذیب صفحہ ۳ پر مراتب تعدیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من اکد مدحه اما بافعل کاوثق الناس او بتکریر الصفة لفظاً کثقة ثقة او معنی کثقة حافظ۔

"دوسرے مرتبے میں وہ لوگ ہیں جن کی مدح تاکید کے ساتھ کی گئی ہے افعل التفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو جیسے "اوثق الناس" یا لفظوں میں صفت کو مکرر کر دیا جائے جیسے "ثقة ثقة" یا معنوں میں مکرر کر دیا جائے جیسے ثقہ حافظ" (12)

علامہ ذہبی اپنی مشہور عالم تصنیف میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۷۵ ۴ طبع مصر میں محمد بن اسحاق کے تذکرہ میں مختلف اقوال نقل کرکے تحقیق بسیار اور قیل و قال بے شمار کے بعد آخر میں بطور نتیجہ رقم طراز ہیں:

فالذی یظهرلی ان ابن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال صدوق۔۔۔۔۔ وقد استشهد مسلم بخمسة احادیث لابن اسحاق ذکرها فی صحیحه۔

"مجھے جو ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ محمد بن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال اور صدوق ہے اور بے شک امام مسلم نے اس سے اپنی صحیح مسلم میں پانچ احادیث میں استشہاد کیا ہے۔"

امام محمد بن اسحاق نے ۱۵۱ ہجری میں انتقال کیا ہے۔

مندرجہ بالا اہل سنت کے ائمہ فن اور اکابر احناف کی ان واضح تصریحات سے ثابت ہوا کہ جمہور ائمہ حدیث نے محمد بن اسحاق کو ثقہ اور حسن الحدث قرار دیا ہے۔

حَدَّثَنِی، سَمِعْتُ سے شبہ تدلیس کا ارتفاع:

البتہ بعض فن رجال کے ماہرین نے یہ وضاحت کی ہے کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہیں مگر چونکہ مدلس بھی ہیں اس لئے جب وہ "عن" سے روایت کریں گے تو ان کی حدیث ضعیف ہوگی اور جب وہ "حدثنی" یا "حدثنا" اور "سمعت" کہہ کر روایت کریں گے تو وہ حدیث صحیح ہوگی۔ جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ اپنے مجموعہ فتاوی جلد ۳۳ صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں:

وابن اسحاق اذا قال حدثنی فحدیثه صحیح عند اهل الحدیث۔

ابن اسحاق اگر حدثنی کہہ کر تصریح کرے تو محدثین کے نزدیک اس کی حدیث صحیح ہے۔

مزید برآں موجودہ زمانہ کے معروف ماہر رجال علامہ ناصرالدین البانی (المتوفی ۱۴۲۰ھ) نے بھی حافظ ابن تیمیہ حرانی کی کتاب "الکلم الطیب" کے حاشیہ صفحہ ۴۴ پر اس بات کی وضاحت کر دی ہے۔ علاوہ ازیں طے شدہ قانون یہ ہے کہ ہر ثقہ مدلس راوی کے لیے سماع کی تصریح ضروری ہے ورنہ اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

لہٰذا جناب فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ کے خطبہ فدک کی حقانیت و صحت پورے طور پر ثابت ہے کیونکہ محمد بن اسحاق نے یہ خطبہ فدک "حدثنا صالح بن کیسان" کہہ کر روایت کیا ہے۔ جو اس کے صحیح ہونے کی روشن دلیل ہے۔

شرقی بن قطامی:۔ اس کا اصل نام ولید بن حصین بن جمال بن حبیب بن جابر بن مالک ہے اس کا تعلق مشہور قبیلہ بنی عمرو بن امرئ القیس سے ہے۔ (13)

امام بخاری کا اس پر تنقید اور جرح نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ قابل اعتبار اور ثقہ راویوں سے ہے۔ جیسا کہ اس سلسلے میں مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

سکوت ابن ابی حاتم او البخاری عن الجرح فی الراوی توثیق لہ۔

"ابن ابی حاتم یا امام بخاری کا راوی پر جرح کرنے سے سکوت اختیار کرنا گویا اس کی توثیق ہے۔" (14)

انہی صفحات کے حاشیہ پر محقق محشیٰ استاد شیخ عبد الفتاح ابو غدہ شاگرد علامہ زاھد الکوثری نے اس بات کی تائید کی ہے۔

علاوہ ازیں اس کے ثقہ اور معتبر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ امام ابن حبان تمیمی جیسے فن علم حدیث کے امام نے اپنی کتاب الثقات جلد ۳ صفحہ ۴۴۰ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت میں اس کا تذکرہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور جس کو امام ابن حبان اپنی ثقات میں بیان کر دیں جہالت و جرح رفع ہو جاتی ہے۔

چنانچہ علامہ انور شاہ محدث کاشمیری نے حافظ ابن عبد الہادی کے حوالے سے لکھا ہے:

ان ابن حبان اذا ادرج احداً فی کتاب الثقات ولم یخرج فیہ احد فھو ثقۃ فالحدیث قوی،

امام ابن حبان تمیمی جب کسی کو ثقات میں ذکر کریں اور اس پر کوئی جرح نہ ہو تو وہ ثقہ ہوتا ہے اس کی حدیث مضبوط ہوتی ہے (15)۔

اور اسی تناظر میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ۴۶ پر اور شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری نے ابکار المنن صفحہ ۱۳۱ مطبع فاروقی دہلی میں حضرت علامہ انور شاہ محدث کاشمیری کے اس بیان کی بڑے شد ومد سے مزید تائید وتصویب کر دی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت سے آشکار ہوا کہ محدثین اہلسنت کے نزدیک ابن حبان کی توثیق معتبر ہے اور صرف ابن حبان کی توثیق سے بھی راوی کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے۔ درج بالا تحقیق سے شرقی بن قطامی کی ثقاہت مزید واضح ہو گئی ہے۔

محمد بن زیاد بن عبداللہ الزیادی:۔ ان کا پورا نام یہ ہے محمد بن زیاد بن عبداللہ الزیادی جیسا کہ علامہ ذہبی ان کے حالات لکھتے ہوئے ابتداء ان الفاظ سے کرتے ہیں:

الامام الحافظ الثقة الجليل ابوعبدالله محمد بن زياد بن عبيدالله ابن الربيع بن زياد بن ابيه الزيادى البصرى من اولاد امير العراق زياد الذى استلحقه معاوية ولد فى حدو دسنة ستين ومائة ۔۔ حدث عنه البخارى وابن ماجة وابن خزيمه ۔۔ وعدد كثير ۔۔۔

"امام حافظ بہت بڑا ثقہ ابو عبداللہ محمد بن زیاد۔۔ الزیادی بصری یہ زیاد بن ابیہ جسے معاویہ نے اپنا بھائی بنالیا تھا اور جو عراق کا حکمران تھا کی اولاد سے ہیں اور ۱۶۰ ہجری کی حدود میں پیدا ہوئے۔ ان سے امام بخاری، امام ابن ماجہ اور امام ابن خزیمہ وغیرہ ائمہ کی زیادہ تعداد نے روایات لی ہیں۔" (16) یہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔(17)

حافظ محمد بن طاہر مقدسی المعروف بابن قیسرانی نے صحیح بخاری کے راویوں میں ان کا تذکرہ یوں کیا ہے:

محمد بن زیاد بن عبداللّٰہ بن الربیع بن زیاد سمع محمد بن جعفر عندنا روی عنه البخاری فی الادب۔ (18)

علامہ ذہبی نے الکاشف جلد ۳ صفحہ ۳۸ پر اس کے حالات میں تحریر کیا:

۔۔۔ الزیادی بصری صدوق۔۔۔، یہ بصرے کا رہنے والا ہے روایت کے باب میں نہایت سچا ہے۔

مزید برآں سنن ترمذی جلد اول "باب المسح علی الخفین" میں بھی محمد بن زیاد الزیادی سے حدیث نقل کی گئی ہے۔

امام ترمذی نے اس سے مروی حدیث کے ذیل میں کہا ہے:

هذا حديث حسن صحيح "یہ حدیث حسن صحیح درجہ کی ہے"

یہی حدیث مسند الامام احمد جلد ۴ صفحہ ۲۳۹ طبع بیروت میں بھی موجود ہے۔
علاوہ ازیں امام الجرح والتعدیل ابن حبان تمیمی نے اپنی ثقات میں اس کی تصحیح کی ہے۔
ثابت ہوا کہ محمد بن زیاد الزیادی بلاشک وشبہ ثقہ اور انتہائی سچا ہے اس سے مروی روایت قابل قبول ہے لہٰذا خطبہ فدک کی صحت روز روشن کی طرح واضح ولائح ہو گئی ہے۔
چنانچہ حافظ ابن حجر العسقلانی کا تقریب التہذیب صفحہ ۳۲۰ میں یہ کہنا کہ "صدوق یخطی" محمد بن زیاد الزیادی سچا ہے خطاء کر جاتا ہے۔ اس کے متعلق جواباً گزارش یہ ہے کہ جب وہ صدوق ہے اور کبھی کبھی اس سے خطا ہو جاتی ہے تو اس سے بیان کردہ روایت میں ضعف پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ سابقہ اوراق میں علامہ ذہبی کا بیان گذر چکا ہے کہ ائمہ حدیث میں سے خطا سے کوئی بھی نہ بچ سکا نیز یہ طے شدہ اصول ہے کہ فلیس من شرط الثقة ان لا یغلط ابداً، "پس ثقہ راوی کی یہ شرط نہیں کہ اس سے غلطی کا کبھی صدور نہ ہوا ہو" چونکہ یہ عقلاء کے نزدیک بھی ایک ممتنع اور نہایت محال امر ہے۔
لہٰذا یہ اس کی بیان کردہ روایت کے ضعف اور کمزوری کا باعث ہرگز نہیں بن سکتا بلکہ اس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی یہی وجہ ہے امام ترمذی اور ابن حبان تمیمی جیسے ائمہ حدیث نے اس کی اسناد کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

احمد بن عبید بن ناصح النحوی:۔ علامہ ذہبی نے ان کا تعارف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ابو عصیدة الشیخ العالم المحدث ابو جعفر احمد بن عبید بن ناصح بن بلنجر الدیلمی ثم البغدادی الهاشمی۔۔الخ (19)

یہ جن ائمہ حدیث سے روایت بیان کرتے ہیں وہ کثیر تعداد میں ہیں مگر چند ایک کے نام یہ ہیں حسین بن علوان کلبی، علی بن عاصم، ابو داؤد الطیالسی اور محمد بن زیاد الزیادی وغیرہم۔ (20)
علاوہ بریں علامہ ذہبی سیر اعلام النبلاء جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۴ پر ان کے متعلق ابن عدی کا قول نقل کیا ہے:
کہ احمد بن عبید بمقام سر من رائے میں رہائش پذیر تھا اصمعی اور محمد بن مصعب سے مناکیر بیان کرتا تھا اس کے بعد علامہ ذہبی ارقام فرماتے ہیں: قلت قد تابعه احمد الحوطی قال وابو عصیدة مع هذا کله من اهل

الصدق، "میں (ذہبی کہتاہوں) کہ احمد حوطی نے اس کی متابعت کی ہے اور کہااس کے باجود ابو عصیدہ (احمد بن عبید) سچے لوگوں میں سے ہے۔"

بعض لوگوں نے احمد بن عبید پر مبہم قسم کی جرح کی ہے جو نا قابل التفات وغیر مسموع ہے کیونکہ یہ اہل صدق میں سے ہیں پھر بھی بموجب ومن یعری من الخطأ والتصحیف یعنی وہم وخطاء سے کون بچ سکا ہے بعض اوقات انسان سے غلطی ہو جاتی ہے۔

علامہ ذہبی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

قلت۔۔۔فأرنی اماما من الکبار سلم من الخطاء والوھم فھذا شعبة وھوفی الذروة له اوھام وکذلك معمر والاوزاعی ومالك رحمة اللہ علیھم۔۔۔

" مجھے بڑے محدثین ائمہ میں سے کوئی ایساامام دکھاؤ جس سے وہم اور خطاء نہ ہوئی ہو، یہ شعبہ چوٹی کے محدث ہیں ان سے کئی اغلاط ہوئے ہیں اور اس طرح معمر اور اوزاعی ومالک سے اوہام واغلاط سرزد ہوئے ہیں۔" (21)

واضح ہو کہ احمد بن عبید النحوی نے ۲۷۸ ہجری میں وفات پائی ہے۔

محمد بن عمران المرزبانی:۔ سید موصوف (علم الہدی) نے اس خطبے کو اپنے شیخ ابو عبداللہ محمد بن عمران المرزبانی سے نقل کیا ہے۔

یہ جمادی الثانی ۲۹۷ھ پیدا ہوئے (22) یاقوت حموی کی معجم الادباء جلد ۱۸ صفحہ ۲۶۸ طبع دار المامون مصر میں ان کے متعلق لکھا ہے:

کان راویة صادق اللھجة واسع المعرفة بالروایات کثیر السماع روی عن البغوی وطبقته۔۔۔ وکان ثقة صدوقاً من خیار المعتزلة۔۔

معروف فاضل محشی و محقق علامہ محمد ابوالفضل ابراہیم المصری نے کتاب غرر الفوائد و درر القلائد کے مقدمہ میں لکھا ہے:

فقد کان اماماً من ائمة الادب وشیخا من شیوخ المعتزلة وعلما من اعلام الروایة۔۔۔

"علم واداب کے ائمہ میں سے ایک امام اور معتزلہ کے شیوخ اور راویان حدیث میں سے تھے۔" (23)

حافظ ابن خلکان نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

۔۔۔۔ المرزبانی الخراسانی الاصل البغدادی المولد صاحب التصانیف المشھورۃ والمجامیع الغریبۃ کان روایۃ للادب صاحب اخبار و تواریفہ کثیرۃ وکان ثقۃ فی الحدیث و مائلا الی التشیع فی المذھب۔۔۔

"یہ اصل خراسانی تھے بغداد میں پیدا ہوئے، مشہور کتابوں کے مصنف ہیں علم وادب کے راوی اور تالیفات کثیرہ کے مالک تھے اور حدیث بیان کرنے میں قابل وثوق ہیں اور مذہب میں ذرا تشیع کی طرف میلان تھا۔" (24)۔

ممکن ہے کہ کوئی کم فہم یہ سمجھ بیٹھے کہ مرزبانی شیعہ تھا یہ تصور قطعاً غلط ہے بلکہ وہ معتزلی اہلسنت تھا بقول ابن خلکان صرف مائل بہ تشیع تھا حقیقی شیعہ بالکل نہ تھا چنانچہ ائمہ اہل سنت نے ان کے معتزلی المذہب ہونے کی صراحت بایں الفاظ فرمائی ہے علامہ ذہبی نے ان کے حالات میں واشگاف الفاظ میں لکھا ہے:

۔۔۔کان معتزلیاً ثقۃً

۔۔۔ابو عبداللہ محمد بن عمران المرزبانی معتزلی اور قابل وثوق تھا۔ (25)

اور بعینہا اسی طرح علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی نے ان کا مذہب یہی بتلایا ہے:

کان مذھبہ الاعتزال وکان ثقۃ

"ان کا مذہب معتزلی تھا اور (روایت کے باب میں) ثقہ تھے" (26)

البتہ حضرت علی علیہ السلام سے محبت کے گہرے جذبات اور مخلصانہ عقیدت کی وجہ سے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا تشیع کی طرف میلان تھا در حقیقت ان کا تعلق مسلک اہل سنت سے تھا۔ ابو عبداللہ محمد بن عمران مرزبانی ثقہ اور معتبر ہے اور اس نے خطبہ فدک کو اپنے بزرگ محمد بن احمد الکاتب سے سماعت فرمایا اور پھر "حدثنی" کہہ کر آگے پھیلایا ہے۔ مرزبانی نے ۳۸۴ھ کو وفات پائی ہے۔

شیعہ راوی سے مروی روایت کی حجیت تسلیم شدہ ہے

اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ راوی شیعہ تھے تب بھی ان کی بیان کردہ حدیث یا روایت کے قبول کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے اس لئے کہ محدثین اور ماہرین اصول حدیث اہلِ سنت کا رواۃ حدیث کے بارے میں یہ مسلمہ اصول ہے:

الغلوفی التشیع لیس بجرح اذا کان الراوی ثقة۔

"جب راوی ثقہ ہو تو محض غلو در تشیع موجب جرح نہیں ہے"

اس موقف پر دلیل یہ ہے کہ کتب اہل سنت میں اکثر غالی شیعہ راویوں کو قابل وثوق اور ان سے مروی روایات کو قبول کیا گیا ہے چنانچہ مشہور ماہر علم رجال علامہ ذہبی نے کوفہ کے رہنے والے ایک کٹر شیعہ راوی ابان بن تغلب کے متعلق لکھا ہے:

ابان بن تغلب الکوفی شیعی جلد لکنه صدوق فلنا صدقه وعلیه بدعته وقد وثقه احمد بن حنبل وابن معین وابوحاتم واوردہ ابن عدی وقال کان غالیاًفی التشیع۔۔۔الخ

"ابان بن تغلب کوفی کٹر شیعہ ہیں لیکن یہ ہیں سچے، پس ان کی صداقت وسچائی ہمارے لئے اور بدعت ان کی اپنے لئے اور امام احمد بن حنبل، امام ابن معین اور امام ابوحاتم رازی نے بلاشبہ ان کی توثیق کی ہے اور ابن عدی ان کے حالات کو لائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ غالی شیعہ تھے۔"

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اہل سنت کی اصطلاح میں غالی شیعہ اسے کہا جاتا ہے کہ جو شخص حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ محبت کرتا ہو اور انہیں تمام صحابہ سے افضل وارفع جانتا ہو اور انہی کو بعد از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متصل خلیفہ سمجھتا ہو اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرتا ہو۔ واضح رہے کہ شیعہ سے متعلق اس قسم کی اصطلاحات کے دراصل خالق بنی امیہ ہیں اور اس کے پس منظر میں امویوں کے جبر و تشدد کا نتیجہ اور ان کی شیعہ دشمنی کارفرما تھی۔ بعد ازاں علامہ ذہبی نے ان کے حالات پر اجمالی بحث کی ہے اس کے بعد بطور نتیجہ کلام یوں رقمطراز ہیں:

فهذا کثیرفی التابعین وتابعیهم مع الدین والورع والصدق فلورد حدیث هؤلاء لذهب جملة من آلاثار النبویة وهذہ مفسدة بینة۔

"اس قسم کا (تشیع) تابعین اور تبع تابعین میں بہت زیادہ پایا جاتا ہے اس کے باجود وہ دیندار، پرہیزگار اور سچے ہیں اگر ان شیعہ راویوں کی احادیث کو رد کر دیا جائے تو اس سے احادیث نبویہ کا بڑا ذخیرہ ضائع ہو جائے گا اور یہ بہت بڑی واضح خرابی ہے۔" (27)

اہل علم طبقہ جانتا ہے کہ اہل سنت کی بنیادی کتابیں صحاح ستہ میں بہت بڑی تعداد میں شیعہ رواۃ موجود ہیں ایسے راویوں کی نشاندی ہی کے لئے دیگر کتب رجال کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب "مقدمہ فتح الباری شرح صحیح البخاری" کا مطالعہ مفید رہے گا۔ مثال کے طور پر کتب صحاح ستہ کا ایک راوی عدی بن ثابت انصاری ہے جو صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ شیعوں کی مسجد کا امام اور ان کا بہت بڑا خطیب اور واعظ تھا، اس کے باوجود اس سے مروی احادیث اعلیٰ طبقہ میں شمار ہوتی ہیں۔

علامہ ذہبی اس کا تعارف ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

الامام الحافظ الواعظ الانصاری الکوفی۔۔۔

اور امام احمد بن حنبل، امام عجلی، امام نسائی اور امام ابو حاتم رازی وغیرہ آئمہ حدیث نے اس کی توثیق کی ہے۔ بعد ازں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

کان امام مسجد الشیعة وقاصھم۔

"عدی بن ثابت شیعہ کی مسجد کے امام اور ان کے خطیب تھے۔" (28)

علاوہ بریں اس سلسلہ میں حاشیہ محمد حسن سنبھلی بر اصول شاشی صفحہ ۷۶ طبع دہلی کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا اخبار وآثار اور نا قابل تردید دلائل سے یہ حقیقت بالکل نکھر کر سامنے آ گئی ہے کہ اہلسنت کے اصول حدیث کے مطابق شیعہ سے مروی احادیث و روایات قابل عمل اور لائق التفات ہیں یہاں اس مسئلہ پر مزید بحث باعث تطویل ہے لہٰذا ان ہی الفاظ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

محمد بن احمد الکاتب:۔ اس کا پورا نام اس طرح ہے ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم الحکیمی الکاتب ہے یہ بغداد کے رہنے والے تھے امام دار قطنی۔۔۔ محمد بن عمران المرزبانی جن کا ابھی اوپر تذکرہ ہوا ہے اور دیگر اکابر اس سے روایت کرتے ہیں یہ روایت کے باب میں ثقہ ہیں۔ (29)۔

محمد بن احمد الکاتب ماہ ذی القعدہ ۲۵۲ ہجری میں پیدا ہوا اور ۳۳۶ ہجری میں انتقال کیا۔ (30)

رفع اشکال: بعض طبائع کی طرف سے یہ سوال وارد کیا جا سکتا ہے کہ محمد بن احمد الکاتب کے لئے " ثقة الا انه یروی مناکیر" استعمال ہوا ہے اس کے جواب میں گذارش ہے کہ یہ کوئی جرح نہیں ہے علمائے فن نے اس کی

صراحت کی ہے چنانچہ اصول حدیث کے ماہر علماء "یروی مناکیر" اور "منکر الحدیث" میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وان تفرق بین روی المناکیر اویروی المناکیر اوفی حدیثه نکارة نحوذلك وبین قولهم منکر الحدیث ونحوذلك بان العبارات الاولی لا تقدح الراوی قدحایعتد به والاخری تجرحه جرحاً معتدابه

تم پر "روی المناکیر" یا "یروی المناکیر" یا "فی حدیثہ نکارۃ" وغیرہ ایسے الفاظ کے اور "منکرالحدیث" کے درمیان فرق کرنا لازم ہے کیونکہ پہلے الفاظ قابل اعتبار جرح نہیں ہیں برعکس دوسرے یعنی منکر الحدیث کے کہ یہ راوی پر ایسی جرح ہے جس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔" (31)

مزید تفصیل کے لئے عصر حاضر کے مشہور ماہر فن حدیث محمد عبدالرحمٰن المرعشلی کی تازہ تصنیف فتح المنان مقدمہ لسان المیزان صفحہ ۲۶۲ تا صفحہ ۲۶۴ طبع داراحیاء التراث العربی بیروت ملاحظہ کیجیے

سطور بالا میں بیان کئے گئے دلائل سے ثابت ہوا کہ یروی المناکیر جیسے الفاظ محمد بن احمد الکاتب کے ثقہ اور صدوق ہونے کی منافی نہیں بڑے بڑے جید ائمہ نے اس کو ثقہ کہا ہے اس کے لئے کوئی جرح مفسر ثابت نہیں ہے حالانکہ معمولی فہم کا انسان بھی اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے کہ

جس ثقہ یا صدوق راوی پر معمولی جرح یعنی یہم، لہ مناکیر، لہ اوہام اور یخطی وغیرہ ہو تو اس کی منفرد حدیث حسن درجہ کی ہوتی ہے۔

عطیہ عوفی پر جرح اور اس کا جواب

اس خطبہ (فدك) کی سند میں راوی عطیہ العوفی ہے جو کہ ضعیف ہے علماء نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے تو یہ خطبہ قابل احتجاج نہیں ہے۔

جواب:۔ جناب عطیہ بن سعد العوفی کوفہ کے جلیل القدر تابعی ہیں ان کو بعض صحابہ کرام سے روایت حدیث کا شرف حاصل ہے ان کا شمار اجلۂ روایان حدیث میں ہوتا ہے حضرت علی المرتضیٰؑ کے ظاہری زمانہ خلافت میں یہ پیدا ہوئے ان کے والد بزرگوار حضرت سعد بن جنادہ بارگاہ حضرت علیؑ میں حاضر ہوئے عرض کیا اے امیر المومنینؑ! اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا فرمایا ہے اس کا نام تجویز کیجیے۔ آپؑ نے فرمایا "ہذا عطیۃ اللہ" یہی سے ان کا نام عطیہ رکھا گیا۔

انہوں نے حضرت فاطمہ زہراءؑ کے خطبۂ فدک کو عبداللہ محض اور دیگر مشاہیر صحابہ وتابعین سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت علیؑ کی محبت سے حظ وافر عطا فرمایا تھا یہی وجہ ہے کہ امتداد زمانہ کے زیر اثر کچھ متعصب لوگوں نے ان کی بے جا تضعیف کی ہے حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ جرح جب تعصب وعداوت اور منافرت وغیر کی بنا پر ہو تو ایسی جرح بالاتفاق قابل سماعت نہیں ہے بلکہ یہ جرح نہات مردود اور مطرود ہے۔

عطیہ عوفی ۱۱۱ھ کو شہر کوفہ میں واصل بحق ہوئے۔ان کی حیات مستعار میں ۸۱ھ ان کے لیے انتہائی صبر آزما سال تھا۔

اسی سال سفاک زمانہ حجاج بن یوسف نے اپنے گورنر کو حکم دیا تھا کہ عطیہ اگر علی بن ابی طالب کو سب وشتم کرے تو فبہا وگرنہ اسے ۴۰۰ کوڑے مارے جائیں اس کے سر اور داڑھی کے بال بھی نوچ لیے جائیں تو جناب عطیہ عوفی نے بھرے دربار میں جلادوں اور ننگی تلواروں کے ہجوم میں اس فعل قبیح سے صاف انکار کر دیا بالآخر اس کو ان سنگین مراحل سے گزرنا پڑا۔(32)

قارئین کرام! مذکورہ بالا بیان کیے گئے مندرجات سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ اگر عطیہ عوفی خلیفہ راشد حضرت علیؑ اور ان کی اولاد پاک کی شان اقدس میں خدانخواستہ نازیبا کلمات استعمال کرتا تو ''جمہور'' کے نزدیک حریز بن عثمان حمصی (مشہور ناصبی، بخاری کا راوی(33) ہے) اور عمران بن حطان (بخاری کا راوی ہے حضرت علیؑ کے قاتل ابن ملجم مرادی ملعون کی مدح سرائی کیا کرتا تھا) کی طرح ثقہ، معتبر اور انتہائی قابل اعتماد راویوں میں شمار ہوتا حالانکہ اصول حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ ناصبی اپنی منافقت اور عداوت اہل بیت کی وجہ سے غیر ثقہ اور ناقابل اعتماد ہوتا ہے۔ بلاوجہ صرف محبت علی کے جرم میں عطیہ العوفی کو متہم اور مطعون کرنے کی سعی نامشکور کی گئی۔

جبکہ امام بخاری کی ''الادب المفرد'' کے علاوہ سنن اربعہ یعنی ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ جیسے کتب صحاح کے مشاہیر ائمہ حدیث نے عطیہ عوفی سے روایت حدیث کو باعث شرف سمجھا۔جو اس کے عادل اور قابل اعتبار ہونے کی ایک روشن دلیل ہے۔

سطور ذیل میں ہم اہل سنت کے مشاہیر ائمہ اور محدثین کی توثیقات پیش کئے دیتے ہیں تمام کا استقصاء تو دشوار ہے لیکن بطور مثال صرف چند ایک کی تصریحات یہ ہیں۔

امام ابن معین نے عطیہ عوفی کی زبردست توثیق کی ہے۔(34)۔

جب یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا: کیف حدیث عطیۃ؟ آپ عطیہ عوفی کی حدیث کو کیسے پاتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ''صالح''۔ (35)

واضح رہے کہ تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ بات مرقوم ہے کہ آئمہ حدیث کی اصطلاح میں ''لا بأس بہ'' راوی کے ثقہ ہونے کا ہی مفہوم ہے۔ (36)

نہایت ثقہ اور معتمد مورخ محمد ابن سعد بصری نے عطیہ عوفی کے حالات میں لکھا ہے:

وکان ثقۃ ان شاء اللہ تعالیٰ ولہ احادیث صالحۃ

عطیہ عوفی انشااللہ تعالیٰ قابل وثوق ہے اور اس سے مروی احادیث بالکل درست ہیں۔ (37)

اصح الکتب صحیح بخاری کے شارح علامہ بدرالدین عینی نے فقہ حنفی کی استدلالی کتاب ''طحاوی شریف'' کے راویوں کے حالات میں ایک ضخیم کتاب ''مغانی الاخیار من رجال معانی الآثار'' کے نام سے تصنیف فرمائی جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اس کی تلخیص مولانا رشد اللہ السندی نے ''کشف الاستار عن رجال معانی الآثار'' کے نام سے ایک جلد میں مرتب کی جسے دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم مولانا محمد شفیع الدیوبندی نے اپنے مفید مقدمہ وحواشی کے ساتھ اپنے مرکزی ادارہ ''دار الاشاعت والتدریس دار العلوم دیوبند'' سے ۱۹۳۰ء کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے یہی نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔

چنانچہ اس مذکورہ کتاب میں امام بدرالدین عینی اور مولانا رشد اللہ السندی حضرت عطیہ عوفی کے بارے میں رقم طراز ہیں:

عطیۃ بن سعد بن جنادۃ العوفی الجدلی الکوفی ابوالحسن صدوق

"عطیہ بن سعد عوفی (روایت حدیث کے باب میں) سچا ہے" (38)

اور اسی طرح ماضی قریب کے مشہور محقق علامہ استاذ احمد محمد شاکر نے بھی سنن ترمذی کی شرح میں ان کی بھرپور مدافعت کی ہے اور واشگاف الفاظ میں کہا ہے:

"لوگوں نے عطیہ کے بارے میں کلام کیا ہے حالانکہ وہ (حدیث کے باب میں) سچا ہے میرے نزدیک اس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہے اور بلا شبہ امام ترمذی نے اس کی سب سے زیادہ تحسین کی ہے۔"

چنانچہ ان کی اصل عبارت یہ ہے:

وعطیة هذا تکلموا فیه کثیراً وهو صدوق وفی حفظه شئی وعندی ان حدیثه لا یقل عن درجة حسن وقد حسن له الترمذی کثیراً کما فی الحدیث (39)

نیز امام ترمذی نے عطیہ عوفی سے مروی اس محولہ بالا باب کی حدیث اور حدیث ثقلین کے ذیل میں ان دونوں کو حسن اور بعض دیگر احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و در سندش عطیه بن سعد عوفی ست گ وابن معین وغیرہ توثیقش نمودہ و ترمذی حدیث او را تحسین کردہ وایں حدیث از ھماں جنس ست کہ آن را حسن گفتہ وابن خزیمہ حدیث او را در صحیح خود آوردہ ونسائی باسناد صحیح از طارق بن شھاب بجلی آوردہ۔

"اس حدیث کی سند میں عطیہ بن سعد عوفی ہے ابن معین اور دیگر آئمہ نے اس کی توثیق کی ہے امام ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا اور یہ حدیث اسی جنس سے ہے کہ جسے ہم حسن کہا جائے امام ابن خزیمہ اس کی حدیث کو اپنی "صحیح" میں لائے ہیں اور امام نسائی صحیح سند کے ساتھ طارق بن شہاب بجلی کے طریق سے عطیہ عوفی کی حدیث لائے ہیں۔" (40)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امالی الاذکار جلد ۲ صفحہ ۴۱۴ طبع بیروت میں کچھ تفصیل سے عطیہ عوفی کی توثیق نقل کی ہے۔ مزید برآں احناف کے فقیہ شہیر ابوالحسنات مولانا عبدالحہ لکھنوی کے مایہ ناز شاگرد مولانا امیر علی حنفی ملیح آبادی متوفی ۱۹۱۹ء مترجم ہدایہ وفتاویٰ عالمگیری نے بھی اپنی کتاب تقعیب التقریب مطبوع برحاشیہ تقریب التہذیب صفحہ ۲۶۵ طبع نول کشور میں عطیہ عوفی کے بارے میں امام ترمذی کی تحسین کو نقل کیا ہے۔

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ امام ترمذی کا عطیہ سے مروی حدیث کو "حسن" کہنا اس سے مراد سند کا اچھا ہونا ہے خود امام ترمذی نے کتاب "العلل" میں اس بات کی تصریح بھی کردی ہے:

"جہاں ہم "حدیث حسن" کہتے ہیں وہاں ہماری مراد سند کا حسن ہونا ہے جو کئی سندوں سے مروی ہو جس میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو اور وہ حدیث شاذ بھی نہ ہو، تو وہ ہمارے نزدیک حسن ہے۔"

اب یہ کہنا کہ عطیہ عوفی غیر ثقہ ہے محض تعصب اور تحکم و سینہ زوری ہے ورنہ ان مندرجات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ امور ثابت اور واضح وآشکار ہو چکے ہیں کہ عطیہ عوفی حدیث کے باب میں ثقہ، صدوق اور نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات کا حامل ہے اس سے مروی احادیث اور روایات عندالمحدثین صحیح ہیں۔ اس حقیقت کے واضح ہونے کے باوجود پھر بھی کوئی بلاتدبر و تفکر انکار پر مصر رہے تو یہ لاعلاج مرض ہے کیونکہ:

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اکابر علماء اہل سنت جنہوں نے خطبہ فدک کو نقل کیا ہے۔

ان ہی حقائق کے پیش نظر بہت سے وسیع النظر محققین اور اساطین علم و تحقیق نے کھلے دل سے اس خطبہ فدک کو تسلیم کیا اور اپنی تالیفات میں بلا نکیر اسے نقل کر دیا ہے۔

ذیل میں مزید ان مصنفات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

چنانچہ تیسری صدی ہجری کے معروف ادیب اور مشہور مورخ و محقق ابوالفضل احمد بن ابی طاہر المعروف ابن طیفور جو بغداد میں ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۰ھ میں انتقال فرما گئے آپ اہل سنت کے بلند پایہ محدث ہیں ان کے مزید حالات کے لیے تاریخ بغداد، جلد ۴ صفحہ ۲۱۱، معجم الادباء جلد ۱ صفحہ ۳۸۵، الاعلام للزرکلی جلد ۱ صفحہ ۱۳۸، فہرست لابن ندیم صفحہ ۱۸۰ وغیرہ کتب رجال کو دیکھا جائے۔

انہوں نے اپنی تاریخی کاوش ''بلاغات النساء'' میں ان خطبوں کو شامل کرنے کا شرف حاصل کیا اور تین سلسلوں سے وہ ان کی سند لائے ہیں بلاغات النساء مطبوعہ الطبعۃ الاولی دارالاضواء بیروت ۱۹۹۹ء اس کی تحقیق و تخریج کا نہایت قابل ستائش کام ڈاکٹر یوسف البقاعی نے کیا ہے یہی نسخہ ہمارے کتب خانہ کی زینت ہے چنانچہ مورخ موصوف خطبہ فدک کو بعنوان ''کلام فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے ذیل میں لائے ہے جو صفحہ ۲۰ تا صفحہ ۳۰ تک پھیلا ہوا ہے اس خطبہ کی صحت کے لئے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے صاحبزادے جناب زید شہید کا یہ بیان لکھا ہے:

رایت مشایخ آل ابی طالب یروونہ عن آبائھم ویعلمونہ ابنائھم

''میں نے خاندان ابوطالب کے بزرگوں کو اپنے آباواجداد سے یہ خطبہ روایت کرتے ہوئے دیکھا اور وہ اپنی اولاد کو یہ خطبہ یاد کرواتے تھے''

اور مورخ ابن طیفور نے یہ جملہ بھی جناب زید شہید کا ہی ارقام کیا ہے

وقد حدثنیه ابی عن جدی یبلغ به فاطمة علی هذه الحکایة

''اور بے شک مجھے اپنے پدر بزرگوار نے میری جدہ ماجدہ کے حوالے سے یہ خطبہ بیان فرمایا ہے۔''

۲۔ برادران اہلسنت کے ایک اور قابل قدر دانشمند امام ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری بغدادی متوفی ۳۲۳ھ کا نام ملتا ہے۔ جنہوں نے چوتھی صدی ہجری میں خاصے تحقیقی کارنامے سرانجام دیے ہیں اور جن کی ایک تصنیف ''السقیفة وفدک'' ہے بحمد اللہ ہمارے کتب خانہ میں اس کا ایک مطبوع نسخہ موجود ہے یہ وہ علمی شخصیت ہیں کہ جن کے بارے میں ممتاز عالم عبدالحمید ابن ابی الحدید بغدادی نے اپنے تاثرات یوں بکھیرے ہیں:

وابوبکر الجوهری هذا عالم محدّث، کثیر الادب، ثقة، ورع اثنی علیه المحدثون ورووا عنه مصنفاته

"اور ابوبکر جوہری۔ یہ مانے ہوئے عالم، محدث، ادب آفریں۔ نہایت معتبر اور پرہیزگار بزرگ ہیں۔ سارے محدثین نے انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے اور ان کے متاع فکر کی روایت کی ہے۔" (41)

ان کے علاوہ امام ابوبکر جوہری کی توثیق بہت سی کتب رجال میں موجود ہے لیکن یہ اوراق مزید تذکرہ کے متحمل نہیں ہیں۔

امام جوہری نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۹۷ تا صفحہ ۱۰۵ طبع مکتبہ نینوی الحدیثہ میں خطبہ فدک کو چار طرق واسانید سے بیان کیا ہے۔

۳۔ اور علامہ ابن ابی الحدید بغدادی نے اپنی مایہ ناز کتاب شرح ابن ابی الحدید جلد ۱۶ صفحہ ۲۱۰ تا صفحہ ۲۳۴ طبع دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۱۹۶۲ء میں حضرت علی المرتضیٰ کے خطبہ میں مروی ''وکانت فی ایدینا فدک'' کے تحت بڑی شرح و بسط کے ساتھ درج کیا ہے۔ ابن ابی الحدید کی یہ شرح بہت سے اہم اور دقیق مطالب پر مشتمل ہے جس سے بعد میں آنے والے اہل سنت کے علماء نے اس سے استفادہ کیا ہے۔

۴۔ شہرہ آفاق مورخ احمد بن ابی یعقوب بن واضح الکاتب عباسی، یہ تیسری صدی کا مورخ ہے اور بقول علامہ شبلی نعمانی کہ "اس کی کتاب خود شہادت دیتی ہے کہ وہ بڑے پایہ کا مصنف ہے چونکہ اس کو دولت عباسیہ کے دربار سے تعلق تھا اس لئے تاریخ کا اچھا سرمایہ بہم پہنچا سکا ہے اس کی کتاب جو "تاریخ یعقوبی" کے نام سے

مشہور ہے "اس کتاب کے صفحہ ۸۶ جلد ۲ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۶۰ء میں حضرت بتول عذرا کے اس احتجاجی خطبے کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۵۔ تیسری اور چوتھی صدی کے معروف مؤرخ ابوالحسن علی بن حسین المسعودی الشافعی المتوفی ۳۴۶ھ جو بقول شبلی نعمانی "فن تاریخ کا امام ہے اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مؤرخ پیدا نہیں ہوا وہ دنیا کی اور قوموں کی تواریخ کا بھی بہت بڑا ماہر تھا" (42)۔

انہوں نے اپنی تصنیف "مروج الذہب" جلد اول صفحہ ۴۱۶ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۹۲۷ء میں بعد از وفات پیغمبر ﷺ رونما ہونے والے واقعات اور اس خطبے کی جانب یوں اشارہ کیا ہے:

واخبار من قعد من البیعة ومن بایع وما قالت بنو هاشم وما کان من قصة فدك وما قاله اصحاب النص والاخبار فی الامامت وما قالوه فی امامة المفضول وغیره وما کان من فاطمة وکلامها متمتلة حین عدلت الی قبر ابیها علیه السلام .... مما ترکنا ذکره من الاخبار فی هذا الکتاب اذ کنا قد أتینا علی جمیع ذلك فی کتابنا اخبار الزمان والکتاب الاوسط فاغنی ذلك عن ذکره هاهنا،

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے خاندان بنو ہاشم کا ابوبکر کی بیعت اور واقعہ فدک کے متعلق مفسرین و مؤخرین کے بیانات امامت اور مفضول کی امامت کے متعلق ان کی آراء اور سیدہ فاطمۃ الزہراء کا اپنے بابا رسول خدا ﷺ کی قبر مبارک پر فریاد کرنا اور جناب فاطمہ زہرا اور ان کے خطبے کا تذکرہ اس کتاب میں نہیں کیا بلکہ اپنی دوسری تصانیف "اخبار الزمان" اور "کتاب الاوسط" میں ہم نے اس کا تفصیلی ذکر کر دیا ہے۔

ہمیں مؤثق ذرائع سے مسموع ہوا ہے کہ علامہ مسعودی شافعی کی محولہ بالا دونوں کتابیں بیروت سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں لیکن تلاش بسیار کے باوجود ہمیں دستیاب نہ ہو سکیں ورنہ ہم اپنے قارئین کے لیے انہی کتابوں سے اصل عبارت کو نقل کر دیتے۔

۶۔ دنیائے اسلام کے سیرت نگار ابوالفرج علی بن حسین اصبہانی اموی متوفی ۳۵۶ھ نے اپنی تالیف ''مقاتل الطالبیین'' جلد اول صفحہ ۶۲ تا صفحہ ۶۳ طبع دار احیاء العلوم بیروت ۱۹۶۲ء میں جناب عون ابن عبداللہ ابن جعفر کے حالات میں اس خطبے کی نشاندہی اس طرح کی ہے:

اُمّہ زینب العقیلة بنت علی ابن ابی طالب وامّھا فاطمة بنت رسول اللّٰہ والعقیلة ھی الّتی روئ ابن عبّاس عنھا کلام فاطمة ص فی فدك فقال: حدّثتنی عقیلتنا زینب بنت علی۔۔۔۔الخ۔

"جناب عون کی والدہ۔ علی ابن ابی طالب اور رسول کریم کی بیٹی جناب فاطمہ زہراء کی صاحبزادی حضرت زینب عقیلہ تھیں اور فہم وفراست کی نشانی یہ وہی زینب ہیں جن کے بارے میں جناب عبداللہ ابن عباس نے کہا تھا کہ: "حضرت فاطمہ کا فدك والا خطبہ مجھے عقلیہ بنی ہاشم جناب زینب بنت علی سے دستیاب ہوا"

۷۔ بلند پایہ محدّث اور قابل تعریف مورخ شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن فرائغلی بن عبداللہ بغدادی المعروف سبط ابن جوزی حنفی نزیل دمشق (متوفی ۶۵۴ھ)

اپنی معرکۃ الاراء کتاب ''تذکرۃ الخواص من الامۃ'' صفحہ ۲۸۵ طبع دارالاضواء بیروت ۱۴۰۱ھ میں جناب سیدہ کی فصاحت وبلاغت پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے آپ کے خطبہ فدك کے ایک خاص حصے کو تحریر میں لائے ہیں۔

۸۔ عربی ادب کے نامور سکالر امام مجدالدین ابو سعادات مبارك المعروف ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی لغت کی مشہور ومتداول کتاب "النہایہ فی غریب الحدیث والاثر" جلد ۳ صفحہ ۳۵۷ المطبعۃ الخیریہ بمصر قاہرہ ۱۳۰۶ھ میں لفظ ''لمۃ'' کی وضاحت میں لخت جگر پیغمبر کے خطبے کی جانب بایں الفاظ اشارہ فرمایا ہے:

''لمہ'' فی حدیث فاطمة رضی اللہ عنھا انھا خرجت فی لمة من نسائھا تتوطا ذیلھا الی ابی بکر فعاتبتہ ای فی جماعة من نسائھا،

۹۔ حافظ ابن اثیر جزری نے منال الطالب شرح غریب الطوال صفحہ ۵۰۱ تا صفحہ ۵۳۴ مطبوعہ مکہ مکرمہ میں جناب زینب بنت علی کے حوالے سے خطبہ فدك کو نقل کیا ہے نیز ابن اثیر نے ابن قتیبہ کا یہ قول لکھا ہے قد کنت کتبتہ وانا أری ان لہ اصلاً خطبہ نقل کرنے کے بعد اس امر کی صراحت یوں کی ہے ھذا طرف من حدیث اطول منہ یروی من طریق اھل البیت وحکمہ حکم الحدیث الذی قبلہ فی الرد والقبول فان لفظھا ومعناھما معترفان من بحر واحد

۱۰۔ لغت عرب کے امام جمال الدین محمد ابن مکرم افریقی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''لسان العرب'' جلد ۱۲ صفحہ ۵۲۲ طبع دار صادر بیروت ۱۹۹۷ء میں لفظ ''لم'' کی تشریح کے ذیل میں اس خطبے کا اقتباس وہی نقل کیا ہے جو نہایہ کے حوالے سے اوپر گزر چکا ہے۔

۱۱۔دور حاضر کے محقق، مورخ اور نقاد ڈاکٹر عبد الفتاح عبدالمقصود المصری نے اپنی گرانمایہ کتاب ''سیدتنا البتول فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا'' جلد ۲ صفحہ ۳۷۳ تا صفحہ ۳۷۸ طبع مکتبۃ المنھل الکویتیہ بیروت ۱۹۸۲ء میں اس خطبے کو اپنی کتاب کی زینت بنایا۔

۱۲۔دمشق کے ایک سوانح نگار مصنف علامہ عمر رضا کحالہ نے اپنی کتاب ''اعلام النساء فی عالمی العرب و الاسلام'' جلد ۴ صفحہ ۱۱۶تا۱۲۳ مطبوعہ مطبعہ ہاشمیہ دمشق۱۹۵۹ء میں پورا خطبہ درج کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

۱۳۔ماضی قریب کے ایک صائب الرائے اور صحیح الفکر دانشور محقق استاد محمد بن حسن الحجوی الفاسی متوفی ۱۳۷۶ھ اپنی تالیف ''الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی'' جلد اول صفحہ ۲۰۳ مطبوعہ الطبعۃ الاولیٰ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۶ھ میں زیر عنوان ''سیدتنا فاطمۃ بنت مولانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں اس خطبہ کی طرف یوں توجہ مبذول فرماتے ہیں:

۔۔۔ لکن ترجمۃ فضلھا وعقلھا وادبھا وشعرھا وخطبھا وجودھا وفقھھا خصت بالتالیف وانظر خطبھا فی کتاب بلاغات النساء۔۔۔۔الخ

حقیقت حال یہ ہے کہ مؤلف موصوف فقہی مسلک کے لحاظ سے مالکی ہیں اور عقیدے کے اعتبار سے پکے سلفی اہلسنت ہیں جیسا کہ اسی کتاب جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ کی ''القسم الرابع'' میں خود فرماتے ہیں:

اما عقیدتی فسنیۃ سلفیۃ اعتقد عن دلیل قرآنی برھانی ماکان علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الراشدون۔۔۔مالکی المذھب ماقام دلیل۔۔۔

اس کتاب کے فاضل محشیٰ استاد عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاری نے بھی اس کتاب کے ابتدائی صفحہ پر مؤلف کا یہی مذہب ومسلک تحریر کیا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ زیر نظر کتاب اپنے موضوع پر مرجع اور ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے مؤلف نے کمال درجہ مطالعہ و تحقیق کے بعد بی بی عالیہ سلام اللہ علیہا کے خطبہ فدک کی توثیق وتصویب فرمائی ہے۔

۱۴۔زمانہ حاضر کے ایک مشہور سکالر و دانشور استاد توفیق ابو علم جن کا شمار اہلسنت کے شہیر اور نامور محققین علماء میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تصنیف ''اہل البیت'' صفحہ ۱۵۷ طبع الطبعۃ الاولیٰ مصر ۱۹۷۰ء اور دوسری

کتاب ''فاطمۃ الزہراء '' صفحہ ۲۱۴ طبع دار المعارف بمصر قاہرہ، میں عنوان ''بلاغتها وفصاحتها رضی الله عنها'' کے تحت جناب خاتون جنت کے پورے خطبے کو تحریر کیا ہے۔

مشاہیر علماء شیعہ جنہوں نے خطبہ فدک کو اپنی تالیفات میں درج کیا ہے

مندرجہ بالا تمام تصریحات برادران اسلامی کے معتمد علیہ اور جید علمائے کرام کی تھیں جنہوں نے اپنی تالیفات میں جناب مخدرہ کائنات سلام اللہ علیہا کے اس خطبے کو ارقام فرمایا ہے اور اب شیعہ مکتب فکر سے وابستہ جن علماء اعلام نے جناب فاطمۃ الزہراء کے ان ارشادات کو اپنی تصنیفات میں درج کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں

۱۵۔اعاظم علمائے شیعہ میں سے چوتھی صدی ہجری کے بطل جلیل عالم محمد بن جریر ابن رستم طبری اپنی معرکہ آراء کتاب ''دلائل الامامۃ الواضحۃ'' صفحہ ۳۰ تا صفحہ ۳۹ طبع نجف ۱۹۶۳ء میں زیر عنوان ''حدیث فدک'' جگر گوشہ امام الانبیاء ﷺ کے خطاب کو پانچ طرق واسانید کے ساتھ تحریر میں لائے ہیں۔

۱۶۔رئیس المحدثین ابو جعفر محمد ابن علی یعنی شیخ صدوق علیہ الرحمۃ متوفی ۳۸۱ھ نے اپنی ایک بیش بہا تصنیف ''علل الشرائع'' جلد ۱ صفحہ ۲۴۸ طبع نجف میں موضوع کی مناسبت سے صدیقہ طاہرہ کے اس خطبے سے استنباط فرمایا ہے اور اپنی دوسری کتاب ''معانی الاخبار'' صفحہ ۳۵۴ طبع موسسۃ الاعلمی بیروت میں جناب سیدہ کے ان ارشادات کا پورا متن درج کیا جو آپ نے مدینے کی خواتین کے سامنے فرمائے تھے چونکہ آپ پوری کائنات کی خواتین کے لئے ایسا نمونہ عمل اور اسوہ کامل ہیں کہ مہتاب بھی آپ کے نقوش کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

۱۷۔ چھٹی صدی ہجری کے بلند دانشمند شیخ احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی نے کتاب ''احتجاج طبرسی'' میں اس خطبہ کو حسب ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

روی عبدالله بن الحسن باسناده عن ابائه علیهم السلام انه لما اجتمع ابوبکر وعمر علی منع فاطمة فدك وبلغها ذلك لاثت خمارها علی راسها۔۔۔۔الخ (43)

۱۸۔ابو جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی متوفی ۵۸۸ھ نے ''مناقب آل ابی طالب'' جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ تا صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ قم المقدسہ میں جناب بتول عذراء کے ان ارشادات کو لکھا ہے۔

۱۹۔امام السالکین جناب سید ابن طاؤس متوفی ۶۶۴ھ نے بھی اپنی تالیف ''الطرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف'' صفحہ ۲۶۳تا صفحہ ۲۶۴ طبع موسسۃ البلاغ بیروت ۱۴۱۹ھ میں بعنوان ''خطبہ فاطمۃ الزہراء فی مجلس ابی بکر'' کے ذیل میں اس خطبے کے اہم حصوں کو پوری سند کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔

۲۰۔ساتویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم اور شارح نہج البلاغہ شیخ کمال الدین میثم بن علی ابن میثم بحرانی متوفی ۶۷۹ھ نے جناب عثمان ابن حنیف کے نام مولائے متقیان حضرت علی مرتضٰی کے مکتوب گرامی کی تشریح میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے خطبے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"یہ نہایت طولانی خطبہ ہے۔ بعدازاں انہوں نے اس کے بعض جملے بھی نقل کیے ہیں۔" (44)

۲۱۔ساتویں صدی کے ایک عظیم دانشور علی ابن عیسیٰ اربلی متوفی ۶۹۳ھ اپنی کتاب "کشف الغمہ" جلد ۲ صفحہ ۱۰۸تا صفحہ ۱۱۶ طبع نجف ۱۳۸۵ھ میں اس خطبے کو ابوبکر احمد بن عبدالعزیز بغدادی کی کتاب "السقیفۃ وفدک" کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۲۲۔علامہ محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ نے اس سرچشمہ نور اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنہا یادگار کے انتہائی خوش نما تنوع کے بکھرے ہوئے پھولوں کو جمع کیا اور متعلقہ حوالوں کو بڑی وضاحت سے "بحار الانوار" جلد ۶ صفحہ ۱۰۷ طبع بیروت میں رقم فرمایا ہے!

۲۳۔علامہ سید محسن الامین الحسینی العاملی نے "اعیان الشیعہ" جلد ۱ صفحہ ۴۵۹تا صفحہ ۴۶۳ مطبوعہ دار التعارف للمطبوعات بیروت میں دختر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان احتجاجی فرمودات کو شامل کتاب کرنے کا شرف پایا ہے۔مذکورہ بالا سطور میں چند مصنفات کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے وگرنہ بی بی پاک سلام اللہ علیہا کے ان ارشادات کو اہل فکر ونظر کی ایک بڑی تعداد نے نقل کیا ہے جنہیں خوف طوالت کی وجہ سے نظرانداز کیا جارہا ہے فذلك بحر لا ساحل له۔

گر نیاید بگوش حقیقت کس　　بر رسولاں بلاغ باشد و بس

یہ وہ تاریخی حقائق تھے جنہیں اجمالی طور پر ہدیہ قارئین کیا گیا ہے۔اس کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراءؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس تاریخی خطبہ کی وثاقت میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

قرآنی آیات سے استشہاد

الغرض عالمہ غیر معلّمہ بی بی نے اپنے بصیرت افروز خطبے میں قرآن مجید کی متعدد آیات سے بھی بھرپور استدلال کیا ہے۔ مزید برآن ایسی بکثرت روایات اور مستند علماء کی توضیحات بھی وارد ہوئی ہیں کہ جن سے ثابت ہے کہ حضرت صدیقہ کبریٰ سلام اللہ علیہا نے اپنے موقف کی تائید میں قرآنی آیات کو استحضار و استشہاد کے طور پر پیش کیا۔

چنانچہ یوصیکم اللہ اولادکم کی تفسیر میں امام فخرالدین رازی یوں تحریر کرتے ہیں: احتجت فاطمۃ بعموم قولہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔

حضرت فاطمہ زہراءؑ نے حضرت ابوبکر کے سامنے اس عمومی آیت کو بطور احتجاج پیش کیا۔

امام المناطقہ علامہ عبدالعزیز بخاری اصول بزدوی کی مشہور شرح کشف الاسرار جلد ا صفحہ ۳۰۸ طبع الصدف پبلشرز کراچی میں "باب العام اذالحقہ الخصوص" کے تحت رقم طراز ہیں:

اجماع السلف علی الاحتجاج بالعموم الی بالعام الذی خص منہ فان فاطمۃ احتجت علی ابی بکر فی میراثھا من ابیھا بعموم قولہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیۃ مع ان الکافر و القاتل وغیرھما خصومنہ۔

اسلاف کا اجماع ہے کہ جس عام کی تخصیص کی گئی ہو اس سے احتجاج کرنا درست ہے کیونکہ حضرت فاطمہؑ نے اپنے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے بارے میں حضرت ابوبکر کے سامنے اس آیت کے عموم کے ساتھ دلیل پیش کی تھی کہ "یوصیکم اللہ فی اولادکم الخ" باوجود اس کے کہ آیت کا عموم کافر اور اپنے باپ کی قاتل اولاد سے تخصیص خوردہ ہے۔

اور بعینہا اسی طرح قاضی بیضاوی نے اپنی تصنیف ''مرصاد الافہام الی مبادی الاحکام'' جو مختصر اصول ابن حاجب کی نہایت عمدہ شرح ہے، اس کے صفحہ ۹۸،۱۰۴ طبع قدیم بولاق مصر میں عموم جمع استدلال ہو سکتا ہے؟ کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویدل علیہ وجوہ الاول تمسك الصحابۃ فان فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھا تمسك بعموم قولۃ تعالی یوصیکم اللہ فی اولاد۔۔۔الخ

یہ چند وجوہات سے ثابت ہے پہلی یہ کہ صحابہ کرام نے عموم حکم سے تمسک کیا ہے چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عموم آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم کے ساتھ تمسک کرکے استدلال پیش کیا۔ (45)

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث الدہلوی رقم طراز ہیں:

پس ازاں صعب ترین اشکالات آن بود کہ حضرت فاطمہ و عباس بظاہر عموم آیت یوصیکم اللہ متمسک شدہ میراث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلب کردن د تمام مشکلات سے زیادہ مشکل حضرت ابوبکر کے لیے یہ ہوئی کہ حضرت فاطمہؑ اور حضرت عباس نے آیت مبارکہ یوصیکم اللہ فی اولاد۔۔۔ الخ کے ظاہری عموم سے دلیل پکڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا مطالبہ کردیا۔ (46)

مزید برآں اس سلسلے میں طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۸۶ طبع لیدن ''باب ذکر میراث رسول اللہ صلعم وماترك'' کے ذیل میں حضرت امام جعفر الصادقؑ سے مروی ایک روایت بایں الفاظ موجود ہے:

جاء ت فاطمة ابی بکر تطلب میراثها وجاء العباس بن عبد المطلب یطلب میراثه وجاء معهما علی فقال ابوبکر قال رسول اللہ لانورث ماترکناہ صدقة وماکان النبی یعول فعلی فقال علی وورث سلیمان داؤد قال زکریا یرثنی وترث من ال یعقوب قال ابوبکر هوهکذا وانت واللہ تعلم مثلما اعلم فقال هذا کتاب اللہ ینطق فسکتوا وانصرفوا۔ (47)

حضرت فاطمہ زہراءؑ حق میراث طلب کرنے کے لیے حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور جناب عباس بن عبدالمطلب بھی میراث مانگنے کے لیے آئے اور ان دونوں کے ساتھ سیدنا علی المرتضیٰ ان کی ترجمانی کے لیے تشریف لائے، سو ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہم انبیاء کی میراث نہیں ہوتی جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ جس کی کفالت کرتے تھے وہ میں کردوں گا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ نے اس میراث انبیاء کے جواب میں یہ آیات پیش کیں کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں: کہ حضرت زکریا نے دعا کی کہ مجھے بیٹا عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ وہ ایسا ہی ہے اور آپ قسم بخدا جیسا ہم جانتے ہیں ویسا آپ جانتے ہیں۔ اس پر حضرت علی مرتضیٰ نے کہا کہ اللہ کی کتاب بول کر میراث انبیاء کو بیان کررہی ہے اس پر مکالمہ ختم ہوگیا اور وہ چلے گئے۔

برصغیر کے مشہور سیرت نگار عالم مولانا حافظ عبد الرحمٰن امرتسری اپنی مشہور تصنیف ''الصدیق'' میں قدرے وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں:

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو ابوبکر صدیق کے شروع میں خلافت میں بی بی فاطمہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق کے پاس آئیں اور اپنے باپ کی وراثت کی دعویدار ہوئیں جس میں فدک اور دیگر اموال شامل تھے۔ ان کا دعویٰ قرآن مجید کی اس آیت پر مبنی تھا:

يُوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لاَ تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعاً فَرِيضَةً مِّنَ اللّهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلِيماً حَكِيماً (48)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد (کے حصوں) کے بارے میں تم سے کہ رہا ہے کہ لڑکے کا دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے۔ ابوبکر صدیق نے یہ جواب دیا کہ پیغمبروں کے مال میں وراثت نہیں ہوتی۔ اس پر بی بی فاطمہ ناراض ہو کر چلی گئیں اور مرتے دم تک ابوبکر صدیق سے نہ بولیں۔ یہ قصہ کتب حدیث اور تاریخ میں بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ (49)

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت سیدہ خاتون جنت کے جواب میں مخالف نے کوئی آیت پیش نہیں کی تو اس تناظر میں دختر رسول کا موقف انتہائی مضبوط ثابت ہوتا ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا بحث سے حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا یہ خطبہ اپنی سند کے اعتبار سے تمام منصف المزاج اہل علم کے لئے قابل قبول ہے اور اس خطبے میں بنت رسول ﷺ کی زبان مبارک سے بیان ہونے والے معارف دین پوری اُمت کے لئے رشد وہدایت حاصل کرنے کا وسیلہ بن سکتے ہیں۔ اس خطبے کے مطالب میں غور وفکر کرنے سے اُمت مسلمہ بہت سے اختلافات سے بچ سکتی ہے اور اس خطبے کا غیر جانبدارانہ مطالعہ اُمت کو یکجہتی ووحدت کے راستے پر گامزن کر سکتا ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ حدیث طیر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللھم ائتنی باحب خلقك الیك یاکل معی ھذا الطیر فجاء علی فاکل معہ" "اے اللہ! میرے پاس اسے بھیج جو تجھے اپنی مخلوق سے سب سے زیادہ محبوب ہے وہ میرے ساتھ یہ (بھنا ہوا) پرندہ (کا گوشت) کھائے پس آپ ﷺ کے پاس حضرت علیؑ تشریف لائے اور مل کر کھایا۔" (تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۴۵ صفحہ ۲۷۸، المعجم الکبیر طبرانی ج ۷ صفحہ ۹۵، مجمع الزوائد ج ۹ صفحہ ۱۲۶)۔ اہل سنت کے مستند اور جید علماء نے اس حدیث کی بڑے شد و مد سے توثیق کی ہے جیساکہ علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے: "ورجال الطبرانی رجال الصحیح غیر فطر بن خلیفة و ھو ثقة (امام حاکم نے کہا ہے: "ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ" (مستدرک علی الصحیحین ج ۳ صفحہ ۱۳۰)۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں: "واما حدیث الطیر فلہ طرق کثیرة جدا قد افردتھا المصنف و مجموعھا ھو یوجب ان یکون الحدیث لہ اصل" حدیث طیر بہت سی سندوں سے مروی ہے میں نے ان سب کو ایک الگ کتاب میں جمع کر دیا ہے جن سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس حدیث کی اصل موجود ہے۔" (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ صفحہ ۱۰۴۳ طبع دکن، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ صفحہ ۲۳۳)۔ یہ حدیث حضرت علی مرتضیٰؑ، سعد بن ابی وقاص، ابو سعید خدری، ابو رافع، جابر بن عبداللہ انصاری، حبشی بن جنادہ السلولی، یعلی بن مرۃ ثقفی، ابن عباس، سفینہ مولی رسول اللہ ﷺ، انس بن مالک اور دیگر بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے۔ بصرہ شہر میں عثمانیوں کی اکثریت تھی حضرت علیؑ کو ماننے والے صرف چند لوگ تھے جو نہ ہونے کے برابر تھے چنانچہ اس سلسلے میں حافظ ابن عبدالبر اندلسی نے العقد الفرید جلد ۴ صفحہ ۲۶۷ میں تحریر کیا ہے البصرۃ کلھا عثمانیۃ بصرہ تمام تر عثمان کے ماننے والوں کا شہر تھا۔ (جوادی)

2۔ ملاحظہ ہو: تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد ۳ صفحہ ۹۶۶، سیر اعلام النبلاء جلد ۱۶ صفحہ ۳۵۲

3۔ معجم الادباء ج ۱۳ ۱۴۷

4۔ ملاحظہ فرمایئے۔ الشافی فی الامامۃ صفحہ ۲۳۰ طبع قدیم تہران ۱۳۰۱ھ

5۔ سیر اعلام النبلاء جلد ۲ صفحہ ۴۲۲

6۔ تقریب التہذیب صفحہ ۲۶۳، الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱ صفحہ ۳۹۴

7۔ تاریخ الثقات صفحہ ۳۳۱، سیر اعلام النبلا جلد ۲ صفحہ ۴۳۳۴۲۵، تاریخ دمشق ابن عساکر جلد ۱۱ صفحہ ۹۲۱

8۔ تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۱۸۳

9۔ تقریب التہذیب صفحہ ۱۷۴، الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱ صفحہ ۲۲۱، تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۱۴۸ طبع دکن

10۔ ملاحظہ ہو فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۹۰ مطبوعہ کوئٹہ

11۔ نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۷ جلد ۴ صفحہ ۸ طبع ڈاھبیل

12۔ کذافی، تاریخ اسماء الثقات لابن شاہین صفحہ ۱۵ طبع کویت

13۔ ملاحظہ ہو التاریخ الکبیر للامام بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ رقم ۲۷۱۵ طبع حیدر آباد دکن، تاریخ بغداد جلد ۹ صفحہ ۲۷۸ رقم ۴۸۳۷ طبع بیروت

14۔ قواعد علوم الحدیث صفحہ ۲۲۳، ۳۵۸ طبع الریاض سعودی عرب

15۔ العرف الشذی علی سنن ترمذی صفحہ ۲۱۰ طبع دیوبند

16۔ سیر اعلام النبلاء جلد ۱۱ صفحہ ۱۵۴

17۔ملاحظہ ہو: اسامی مشائخ الامام البخاری لابن مندہ اصبہانی صفحہ ۶۷ طبع مکتبۃ الکوثر سعودیہ

18۔الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۲ صفحہ ۴۵۹ طبع دکن

19۔ملاحظہ فرمائیں سیر اعلام النبلاء جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۳ طبع بیروت

20۔تاریخ بغداد جلد ۴ صفحہ ۲۵۹

21۔ سیر اعلام النبلاء جلد ۶ صفحہ ۳۶

22۔شذرات الذہب لابن حماد الحنبلی جلد ۳ صفحہ ۱۱۱ طبع بیروت

23۔ غرر الفوائد جلد ۱ صفحہ ۷ الطبعۃ الاولی دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۱۹۵۴ء

24۔ وفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۶۴۲ طبع قدیم مصر، شذرات الذہب جلد ۳ صفحہ ۱۱۱

25۔ سیر اعلام النبلاء جلد ۱۶ صفحہ ۴۴۸، میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۶۷۳۶۷۲، العبر فی خبر من غبر جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ طبع بیروت

26۔ملاحظہ ہو لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۳۲۷ طبع دکن

27۔ میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۵ طبع مصر، تدریب الراوی للسیوطی صفحہ ۱۲۹ طبع مدینہ منورہ

28۔ سیر اعلام النبلاء ج ۵ صفحہ ۱۸۸، میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۶۱، مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۲۴ اور تہذیب التہذیب وغیرہ

29۔تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۲۶۹۲۶۸ طبع بیروت، شذرات الذہب جلد ۲ صفحہ ۳۴۳، نشوار المحاضرہ للسیوطی جلد ۶ صفحہ ۱۷۷، ہدیۃ العارفین للبغدادی جلد ۲ صفحہ ۳۸

30۔المنتظم لابن الجوزی جلد ۶ صفحہ ۳۵۹ طبع دکن، الانساب للسمعانی جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ طبع بیروت، الوافی بالوفیات للصفدی جلد ۲ صفحہ ۴۰ طبع مصر

31۔الرفع والتکمیل صفحہ ۱۵۰ طبع حلب، نصب الرایہ للزیلعی جلد ۱ صفحہ ۱۷۹ طبع قاہرہ، قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ۶۳ طبع الریاض، ابکار المنن مبارکپوری صفحہ ۱۹۱ طبع دہلی

32۔ملاحظہ ہو: طبقات ابن سعد ج ۶ صفحہ ۲۱۳ طبع لیدن، ذیل المذیل من تاریخ الصحابہ والتابعین لابن جریر الطبری صفحہ ۹۵ طبع مصر، تہذیب التہذیب ج ۷ صفحہ ۲۲۷ طبع دکن

33۔اس سلسلہ میں کتب صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ناصبی راوی اور ان پر سیر حاصل تبصرہ کے لیے ہماری تازہ تصنیف ''الھدیۃ السنیۃ بجواب تحفہ اثنا عشریہ'' کی پہلی جلد ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن معین علم حدیث اور فن جرح و تعدیل کے امام ہیں یہ مذہب کے لحاظ سے غالی حنفی تھے۔

جیسا کہ علامہ ذہبی نے اس کی تصریح اپنی کتاب ''الرواۃ الثقات المتکلم فیھم بما لایوجب ردھم'' میں کر دی ہے اتنے بڑے حنفی امام اور محدث کی توثیق و تصدیق کے بعد عطیہ عوفی کے ثقہ اور معتبر ہونے میں کسی بھی شبہ کا احتمال ہر گز نہیں کیا جا سکتا۔

چوتھی صدی ہجری کے بڑے محدث حافظ ابو حفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین

بغدادی نے لکھا ہے:

عطیۃ العوفی لیس بہ بأس، یہ ثقہ ہے اس سے حدیث اخذ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(تاریخ اسماء الثقات صفحہ ۱۷۲، رقم ۱۰۲۳ طبع الدار السلفیہ کویت)۔

34۔ملاحظہ فرمایئے: مجمع الزوائد للہیثمی ج۹ صفحہ ۱۰۹ طبع بیروت، تہذیب التہذیب ج۷ صفحہ ۲۲۵، تاریخ یحیی ابن معین ج۲ صفحہ ۴۰۶ طبع حلب

35۔مسند ابن الجعد صفحہ ۳۰۲۔ روایت نمبر ۲۰۴۸ طبع دار الکتب العلمیہ۔ بیروت

36۔اگر جس راوی کے بارے میں ''لا بأس بہ'' کہا جائے تو وہ ثقہ ہوتا ہے۔اس مطلب کو مزید دیکھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں ! تقریب النواوی مع شرحہ نوع ۲۳ صفحہ ۲۳۱ طبع مدینہ منورہ، تذنیب لتقعیب التقریب صفحہ ۴۰ از مولانا امیر علی حنفی ملیح آبادی طبع ناول کشور۔

37۔طبقات ابن سعد ج۶ صفحہ ۲۱۳ طبع لیدن ۱۳۲۱ھ

38۔کشف الاستار صفحہ ۷۵ طبع دیوبند

39۔التعلیقات علی سنن ترمذی ج۲ صفحہ ۳۴۲ باب ماجاء فی صلاۃ الضحی طبع قاہرہ

40۔ریاض المرتاض صفحہ ۲۱۱ طبع بہوپال، اکلیل الکرامۃ فی تبیان مقاصد الامامۃ ص۲۱۹ مطبع صدیقی ۱۲۹۴ھ

41۔شرح ابن ابی الحدید جلد ۱۶ صفحہ ۲۱۰ طبع مصر

42۔الفاروق صفحہ ۷

43۔ملاحظہ فرمائیں: احتجاج طبرسی صفحہ ۶۱ تا صفحہ ۶۵ مطبوعہ المطبعۃ المرتضویہ نجف اشرف ۱۹۳۲ء

44۔ملاحظہ ہو: شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی جلد ۵ صفحہ ۱۰۵ طبع بیروت

45۔کذافی مختصر الاصول بن حاجب نحوی صفحہ ۷۵ المطبعۃ السعادۃ بمصر سن اشاعت ۱۳۲۶ھ

46۔ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفاء مقصد ۲ صفحہ ۳۰،۲۹ مطبوعہ صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ

47۔کذافی کنزل العمال ج۳ صفحہ ۱۳۴ طبع دکن، جمع الجوامع للسیوطی ج۱۵ صفحہ ۳۷۸ طبع بیروت

48۔نساء: ۱۱

49۔ملاحظہ ہو کتاب الصدیق یعنی حضرت ابو بکر صدیق کے حالات۔ صفحہ ۱۰۴۔۱۰۵ ضمیمہ باب پنجم قصہ فدک و جمع قرآن۔ مطبع روز بازار امرتسر طبع اول ۱۸۹۷ء

دینی واخلاقی معارف

خطبۂ حضرت فاطمہؑ کی روشنی میں

روشن علی*
roshanali007@yahoo.com

کلیدی کلمات: حضرت فاطمہؑ، رسول اللہؐ، اخلاقی معارف، اصول دین، فروعات دین، سیرت رسولؐ

خلاصہ:

خطبۂ حضرت فاطمہ زہراءؑ جہاں سیاسی لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے وہاں اس کی دینی واخلاقی معارف وتعلیمات کے لحاظ سے بھی غیر معمولی حیثیت ہے، ہم نے یہاں اس خطبے کو اسی پہلو سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اس خطبے کو بہت سے محدثین اور ثقہ راویوں نے کئی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ البتہ یہاں اس خطبے کی سند کے حوالے سے بحث کرنا ہمارا موضوع نہیں ہے۔ یہاں فقط اس خطبے سے ماخوذ اخلاقی و دینی معارف پیش کرنے کی سعی کی جائے گی۔ خاتون جنت کے اس خطبہ کو ہم نے دینی و اخلاقی تعلیمات کے لحاظ سے چند حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس تقسیم کے مطابق جناب زہراءؑ نے ان موضوعات کو اپنے خطبے میں پیش کیا ہے۔ توحید خداشناسی کے باب میں: اللہ کی حمد، توحید، عدل اور صفات خدا، خالق کائنات کا شکر ادا کرنا، تخلیق کائنات کا مقصد۔ نبوت کے باب میں: پیغمبر اکرمؐ کی عظمت اور خصوصیات، آپؐ کی بعثت کا مقصد اور بعثت سے پہلے لوگوں کی حالت، آپؐ کا انتقال۔ فرائض کے باب میں: مسلمانوں کی ذمہ داریاں اور اللہ کی کتاب سے تمسک، قرآن کی عظمت، احکام شریعت اور ان کا فلسفہ۔ فرعات دین کے سلسلے میں: ایمان، زکوۃ، روزہ، حج، اطاعت و امامت اہل بیتؑ، جہاد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ اخلاق کے باب میں: صبر، والدین کے ساتھ نیکی، صلہ رحم، قصاص، ناپ تول، شراب نوشی سے پرہیز، بہتان تراشی، چوری، شرک سے پرہیز۔ سیاست کے باب میں: حکومت کے مقابلے میں اپنا موقف، اہل بیت اطہارؑ کے سلسلے میں: اہل بیتؑ سے رسول اللہؐ کی غیر معمولی ہمدردی، اسلام سے پہلے اور ابتدا میں رسول اللہؐ کی غیر معمولی زحمتیں، ان کے ساتھ لوگوں کے حالات اور حضرت علیؑ کی قربانیاں۔ خلاصہ حضرت فاطمہؑ نے اس خطبے میں اسلام کے دینی واخلاقی معارف کو بہت ہی مدلل اور عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے جس میں اُمت کے لئے غیر معمولی ہدایت و رہنمائی کے پہلو موجود ہیں۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر اسلام آباد، ماڈل کالج برائے طلباء F-10/3، اسلام آباد

خطبۂ حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا جہاں سیاسی لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے وہاں اس کی دینی واخلاقی معارف وتعلیمات کے لحاظ سے بھی غیر معمولی حیثیت ہے، ہم نے یہاں اس خطبے کو اسی پہلو سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اس خطبے کو بہت سے محدثین اور ثقہ راویوں نے کئی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ البتہ یہاں اس خطبے کی سند کے حوالے سے بحث کرنا ہمارا موضوع نہیں ہے۔ یہاں فقط اس خطبے سے ماخوذ اخلاقی ودینی معارف پیش کرنے کی سعی کی جائے گی۔

خطبہ فاطمہ زہراءؑ کے دینی واخلاقی معارف

اختصار کے پیش نظر یہاں ہم عربی متن کو ترک کرتے ہوئے صرف ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہاں ہم نے خطبہ کے متن کو لفظ اصل سے بیان کیا ہے اور اس کی وضاحت مختصر تشریح کے عنوان سے بیان کی گئی ہے۔ خاتون جنت کے اس خطبہ کو ہم نے دینی واخلاقی تعلیمات کے لحاظ سے چند حصوں میں تقسیم کیا ہے، جن کی تفصیل ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

(ا) اللہ کی حمد، توحید اور صفات:

اصل

تمام تعریفیں اللہ کے لیے، ان نعمتوں پر جو اس نے عطا کی ہیں، اس کا شکر ہے ان توفیقات پر جو اس نے عنایت کی ہیں، اس کی ثناء ہے ان عام نعمتوں پر جو اس نے ابتداء میں ہمیں عطا کی ہیں، اور وہ بے حساب آسائشیں جو ہمارے لیے مہیا کی ہیں، اور وہ پے در پے نعمتیں جو ہمارے شامل حال ہیں، وہ نعمتیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا، وہ اتنی زیادہ وسیع ہیں کہ ان کا شکر ادا نہیں کیا جاسکتا، اور اس کی انتہا انسان کے ادراک سے خارج ہے، نعمتوں میں اضافہ اور تسلسل کے لیے لوگوں کو شکر کرنے کی ہدایت کی، ان (نعمتوں) کی تکمیل کے لیے تمام مخلوقات کو اپنی حمد کا حکم دیا، اور ان کو حاصل کرنے کے لیے مکرر دعوت دی۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، یہ ایک ایسا کلمہ ہے جس کی روح اخلاص ہے، اس نے اس (توحید) کے ادراک کو دلوں میں ٹھہرایا، اور اس کے

ادراک کے ذریعے ذہنوں میں روشنی بخشی، وہ خدا جس کو آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا، نہ زبان سے اس کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی عقل و وہم کے ذریعے اس کی کیفیت کو سمجھا جا سکتا ہے۔

مختصر تشریح

جناب فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کے اس خطبہ کے ایک ایک جملے میں مفاہیم کا ایک سمندر موجزن ہے، ان تمام مطالب کا تذکرہ اس مختصر سے مقالہ میں ناممکن ہے، لیکن موضوع کی مناسبت سے چند اہم مطالب کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

(الف) خالق کائنات کا شکر ادا کرنا

جناب زہراء علیہا السلام خطبے کی ابتدا خالق کائنات کی بیشمار نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے سے کرتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہمارے پورے وجود پر چھائی ہوئی ہیں۔ ہم سر سے پیر تک ان نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور اپنی محدود عقل کے ذریعے اس کی لامحدود کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے، کیونکہ اسی منعم نے اپنے پاک کلام میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ یعنی: "اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکو گے۔" (1)

یہی احساس، شکر گذاری کے جذبہ کو بیدار کرتا ہے اور ہمیں اللہ کی ذاتِ پاک کی معرفت کی دعوت دیتا ہے کیونکہ نعمتوں کا احساس انسان کو منعم کی شکر گزاری پر آمادہ کرتا ہے، شکر بندگی کی طرف لاتا ہے۔ شکر کا پہلا درجہ دل میں نعمتوں کا احساس ہے، دوسرا زبان سے ان کا اقرار ہے اور تیسرا عمل سے ان کا اظہار ہے، اسی طرح انسان اپنے پورے وجود سے خالق کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرکے مکمل طور پر اس کی بندگی میں آجاتا ہے۔

البتہ خالق کائنات انسان کے شکریہ کا محتاج نہیں ہے اور نہ ہی اس کا شکریہ ادا کرنے سے اس کی ذات میں کوئی فرق آئے گا، بلکہ اس نے اپنی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی دعوت اسی لیے دی ہے کہ بندوں پر اپنی نعمتیں زیادہ سے زیادہ کرے۔ ارشاد ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔

یعنی: "اگر تم (میری نعمتوں کا) شکریہ ادا کروگے تو مزید عطا کروں گا۔" (2)

بندے اس کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہیں، کیونکہ شکر گذاری کی توفیق بھی خود ایک نعمت ہے اور شکر ادا کرنے کے ذرائع یعنی فکر، ہاتھ اور زبان وغیرہ سب اسی کی نعمتیں ہیں۔ اس بنا پر اس کے سامنے عاجزی کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

(ب) توحید اور صفات

جناب زہراء علیہاالسلام خالق کائنات کا شکر ادا کرنے کے بعد اس کی توحید کا تذکرہ کرتی ہیں کہ وہ ہی خدائے وحدہ لاشریک ہے اور لائق عبادت ہے۔ توحید کی روح وہی خلوص ہے، اپنی روح کو غیر خدا سے پاک صاف رکھنا، دل کی گہرائیوں میں اس کی محبت، اس کے احکام کے سامنے سراپا سر تسلیم خم کرنا اور ہر وہ چیز جو اس کی مخالفت کا سبب ہو اس کو بھول جانا، اس کے علاوہ کسی اور کا تصور بھی نہ کرنا۔

توحید ابتدا ہی سے انسان کی فطرت میں ودیعت کردی گئی ہے۔ اللہ کا یہ نور وجود کی گہرائیوں میں روشنی دئے رہا ہے لیکن ظاہری حوادث انسان کو غافل بنا دیتے ہیں۔ جب سخت طوفان آتے ہیں، زندگی کا شیرازہ بکھرنے لگتا ہے، غفلت کے پردے اٹھ جاتے ہیں، بے خبر انسان ہوش میں آنے لگتا ہے اور بے اختیار خدا کی جانب بڑھنے لگتا ہے اور اسے ہی وحدہ لاشریک ماننے لگتا ہے۔

خاتون جنت فرماتی ہیں کہ عقل و فکر کے لیے خالق کائنات کی ذات کی حقیقت سمجھنا محال ہے، اسی طرح ایک حدیث میں امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

کلما میزتموہ باوھامکم فی ادق معانیہ مخلوق مصنوع مثلکم مردود الیکم۔

ترجمہ: "اسی طرح کوئی اس کی صفات کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔" (3)

جس کے متعلق ارشاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

ما عرفناك حق معرفتك۔

ترجمہ: "ہم تجھ کو اس طرح نہ پہچان سکے جس طرح معرفت کا حق ہے" (4)

اسی طرح امام زین العابدین علیہ السلام اپنی دعا میں ارشاد فرماتے ہیں:

ما عبدناك حق عبادتك۔

اے خدا! ہم اس طرح تیری عبادت نہ کرسکے جس طرح تیری عبادت کا حق ہے۔ (5)

(۲) تخلیق کائنات کا مقصد:

اصل

اس نے دنیا کی چیزوں کو ایجاد کیا بغیر اس کے کہ اس سے پہلے کسی چیز کا وجود ہو، ان سب کو پیدا کیا بغیر اس کے کہ اس سے پہلے کوئی مثال رہی ہو، ان کو اپنی قدرت سے بنایا، اپنے ارادے سے خلق کیا بغیر اس کے کہ اس کو ان کی خلقت کی ضرورت رہی ہو، یا ان کی تخلیق سے اس کی ذات کو کوئی فائدہ پہنچتا ہو۔ وہ صرف اپنی حکمت کو آشکار کرنا چاہتا تھا،اور طاعت و بندگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا تھا، اور اپنی قدرت کا اظہار کرنا چاہتا تھا، مخلوق کو اپنی بندگی کے دائرہ میں لانا چاہتا تھا، اور (پیغمبروں کے ذریعے) اپنی دعوت کو استحکام دینا چاہتا تھا۔ پھر اس نے اپنی اطاعت کو باعث ثواب،اور معصیت کو موجب عذاب قرار دیا تاکہ اس کے بندے اس کے غضب سے بچے رہیں اور اس کی جنت کی طرف گامزن رہیں۔

مختصر تشریح

خاتون جنت نے خطبہ کے اس حصہ میں تخلیق کائنات کے سلسلے میں بہت اہم مسائل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اختصار کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

(الف) تخلیق کائنات کے سلسلے میں اہم مسئلہ یہ ہے کہ ابتداء میں کسی مادہ کا وجود نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اس مادہ سے دوسری چیزوں کو پیدا کرتا بلکہ یہ تخلیق بلکل عدم سے وجود میں آئی ہے، اس طرح کی تخلیق صرف اللہ کی ذات سے مخصوص ہے۔

(ب) اسی ذات نے اس کائنات کو پیدا کیا بغیر اس کے کوئی دنیا موجود ہو یا کوئی تصویر موجود ہو جس کو اس نے دیکھا ہو۔ بلکہ اس نے اس کائنات کو اپنی قدرت کاملہ سے بنایا ہے کیونکہ وہ کن فیکون کا مالک ہے۔

(ج) خالق کائنات کو اِس کائنات کو بنانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، وہ ہر اعتبار سے لامتناہی و لا محدود ہے لہٰذا اسے محدود چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جناب فاطمہ

زہراؑ نے تخلیق کائنات کا مقصد چند جملوں میں بیان فرمایا ہے، گویا کہ آپ نے ان میں معانی و مفاہیم کے دریا سمو دئے ہیں:

۱۔اپنی بے پناہ قدرت کو ظاہر کرنے کے لیے۔

۲۔بندوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلانے کے لیے۔

۳۔اپنی لامحدود قدرت کو ظاہر کرنے کے لیے۔

۴۔بندوں کو اپنی عبادت کی دعوت دینے کے لیے۔

۵۔پیغمبروں کو تقویت پہنچانے کے لیے۔

آخر میں فرماتی ہیں: اس کے بندوں میں سے جو بھی اس کی اطاعت کرے گا وہ ثواب کا مستحق ہو گا اور جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔ اگر کسی نے اس کی نافرمانی کی تو اس کو عذاب دیا جائے گا اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں پائے گا۔

(۳) پیغمبر اکرم کی عظمت اور خصوصیات:

اصل

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے والد محمد ﷺ اللہ کے عبد اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ نے آپؐ کو رسول بنانے سے پہلے آپؐ کو برگزیدہ کیا تھا۔ اور آپؐ کو خلق کرنے سے پہلے یہ منصب عطا کیا اور مبعوث کرنے سے پہلے منتخب کیا۔ جب مخلوقات ابھی پردہ غیب میں پوشیدہ تھیں، ہولناک تاریکی میں گم تھیں اور عدم کی آخری سرحدوں سے متصل تھیں۔ اللہ کو (اس وقت بھی) آنے والے امور کا علم تھا، اور رونما ہونے والے ہر واقعہ پر احاطہ تھا، اور وہ چیزوں کے مقدرات سے باقاعدہ واقف تھا۔

اللہ نے آپؐ کو مبعوث کیا تاکہ اس کے احکام کی تکمیل کریں اس کے قوانین کو نافذ کریں اور حتمی ارادوں کو عملی شکل دیں۔ جب آپؐ مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ اقوام عالم نے مختلف مذاہب اختیار کر رکھے ہیں، کچھ اپنے آتش کدوں میں منہمک ہیں اور کچھ بتوں کی پوجا پاٹ میں مصروف ہیں، انہوں نے اللہ کو پہچاننے کے باوجود اس کا انکار کر لیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے میرے والد گرامی محمد ﷺ کے ذریعے اندھیروں کو اجالا کر دیا، اور دلوں سے ابہام کو دور کر دیا، اور آنکھوں سے تیرگی کو ختم کر دیا۔
آپؐ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے قیام کیا، ان کو گمراہی وضلالت سے نجات دلائی، ان کی آنکھوں کو روشن کیا، دین (اسلام) کے محکم قوانین کی طرف ان کی ہدایت کی اور ان کو راہ راست کی طرف بلایا۔
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے پاس بلا لیا شوق و محبت اور اختیار و رغبت کے ساتھ نیز (آخرت کی) ترغیب وترجیح کے ساتھ۔ اور آپؐ کو اس دنیا کے رنج و غم سے آسودہ کیا، اب مقرب فرشتہ آپؐ کے گرد حلقہ بگوش ہیں، اور آپؐ رب غفار کی خوشنودی اور خدائے جبار کے جوارِ قرب میں ہیں۔ اللہ کی رحمت ہو اس نبیؐ اور امین پر جو ساری مخلوقات سے منتخب و پسندیدہ ہیں۔ اللہ کا سلام اور اس کی رحمت اور برکتیں ہوں آپؐ پر۔

مختصر تشریح

جناب فاطمہ زہراء علیہا السلام نے خطبہ کے اس حصہ میں نہایت پر معانی اشارے کئے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے متعلق اہم مباحث کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے چند کا تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

(الف) آپ ﷺ کا وجود مقدس

جناب زہراء علیہا السلام نے اس حصہ کی ابتدا میں رسول اکرم ﷺ کے گوہر ممتاز کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کائنات کی تخلیق سے پہلے پیدا کیا ہے اور آپؐ ہی کی خاطر اس کائنات کو وجود ملا ہے۔ جس کی طرف قرآن و روایات میں اشارے کئے گئے ہیں۔

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ: "ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔" (6)

اسی طرح توریت و انجیل میں بھی اشارے کئے گئے ہیں۔ بہت سی احادیث ایسی ہیں کہ جن میں آپؐ کے گوہر ممتاز کو تخلیق کائنات سے پہلے بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ:

اول ما خلق اللہ نوری۔

ترجمہ: "سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو خلق کیا۔" (7)

اس حدیث میں نور مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تمام مخلوقات سے اول قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

کنت اول الناس فی الخلق و آخرھم فی البعث۔

ترجمہ: "میں تمام لوگوں سے تخلیق میں سب سے پہلے ہوں اور آخر میں مبعوث ہوا ہوں۔" (8)

بلکہ یہاں تک کہ وجہ خلائق بھی آپؐ کی ہی ذات گرامی ہے:

لولاك لما خلقت الافلاك۔

ترجمہ: "(اے پیغمبرؐ) اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں کائنات کو بھی خلق نہ کرتا۔" (9)

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس وقت نبیؐ بنایا تھا جب آدم علیہ السلام کا وجود ہی نہیں تھا۔ ارشاد ہے:

کنت نبیا اذا آدم بین الماء و الطین۔

ترجمہ: "میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی میں تھا۔" (10)

(یعنی پانی پانی تھا مٹی مٹی تھی ابھی آدم کا مجسمہ بھی نہیں بنا تھا تو اس وقت بھی اللہ نے آپؐ کو نبی بنایا تھا۔) اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

کنت نبیا اذا آدم بین الروح و الجسد۔ (11)

میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھا۔ ۱۱

(ب) آپؐ کی بعثت کا مقصد اور بعثت سے پہلے لوگوں کی حالت

جناب زہرہ علیہا السلام اس حصہ میں آپؐ کی بعثت کا مقصد بیان کرتی ہیں کہ آپؐ احکام خدا کی تکمیل اور الٰہی قوانین کا نفاذ کرنے کے لیے مبعوث ہوئے۔ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ آپؐ آخری نبیؐ ہیں آپؐ کی شریعت کامل ہے۔ جس کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

ترجمہ: "آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں، اور تیرے دین اسلام سے راضی ہوا۔" (12)

بعثت سے پہلے لوگ مختلف مذاہب اور گروہوں، قبیلوں اور قوموں میں بٹے ہوئے تھے ہر طرف گمراہی کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں انسانیت کا کہیں کوئی نام و نشان تک نہیں تھا۔

اسی طرف حضرت علی علیہ السلام نے اشارہ کیا ہے کہ:

"اس وقت کرہ ارض کے باشندے متفرق قوموں میں بٹے ہوئے تھے، منتشر خیالات اور مختلف راہوں میں سرگرداں تھے، کچھ اللہ کو مخلوق کی مانند سمجھتے تھے اور کچھ غیر اللہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایسے حالات میں اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ان کو گمراہی سے ہدایت بخشی اوآپؐ کے ذریعے انہیں جہالت سے بچالیا۔" (نہج البلاغہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے حالات میں آکر لوگوں کو بیدار کیا انسانیت کو زندہ کیا اور تاریکیوں کے پردے چاک کرکے نور کا اجالا کیا۔ جس کی طرف قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔

الر یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں ان کے پروردگار کے حکم سے، زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی طرف۔ (13)

(ج) آپؐ کا انتقال

اس حصہ میں جناب خاتون جنت نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کو فخریہ انداز میں پیش کیا ہے کہ آپؐ کی یہ شان ہے کہ آپؐ اپنی مرضی اور شوق و محبت سے بارگاہ الٰہی میں جانے کو ترجیح دی۔ ملک الموت بھی آپؐ کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہو سکا اجازت ملنے پر گھر داخل ہوئے اور روح قبض کرنے کی اجازت طلب کی، یہ شرف صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی ملا ہے۔ پس آپؐ کی روح کا طائر بلند پرواز، جو مدتوں سے اس قفسِ بدن میں اور اس دار فانی میں مقید تھا اس نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے بعد اور کار رسالت کو انجام دینے کے بعد اس قفس کو توڑ کر محبوب کی فضا میں ابدیت کی طرف پرواز کی اور رحمت خدا میں آرام فرما ہوا اور آسمان کے بلند منزلت فرشتوں میں جلوہ افروز ہوا۔

(۴) مسلمانوں کی ذمہ داریاں اور اللہ کی کتاب

اصل

پھر اہل مجلس کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:

اے اللہ کے بندو! تم ہی اللہ کے اوامر و نہی کے مخاطب ہو، اس کے دین اور اس کی وحی کے حامل ہو، تم اپنے نفسوں پر اللہ کے امین ہو، اور دوسری اقوام کی طرف اس کے مبلغ ہو، اس کی طرف سے برحق رہنما تمہارے درمیان موجود ہے اور اللہ کا عہد و پیمان جو تم سے پہلے ہی لیا جا چکا ہے۔

آپ ﷺ نے ایک (گرانقدر) ذخیرے کو تمہارے درمیان جان نشین بنایا ہے۔ اور اللہ کی کتاب بھی ہمارے درمیان موجود ہے، یہ اللہ کی ناطق کتاب ہے، یہ سچا قرآن ہے، یہ چمکتا نور ہے، یہ روشن چراغ ہے۔ ایسی کتاب جس کی دلیلیں روشن، جس کے اسرار و رموز آشکار، جس کا ظاہر پر نور اور اس کی پیروی کرنے والے قابل رشک ہیں۔

ایسی کتاب جو اپنے عمل کرنے والے کو جنت میں لے جاتی ہے اور سننے والوں کو ساحل نجات تک رہنمائی کرتی ہے۔ اس کے ذریعے اللہ کی روشن دلیلوں کو پایا جاسکتا ہے۔ اس کے واجبات کی تفسیر معلوم کی جاسکتی ہے۔ اس کے محرمات کی شرح حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کی واضح دلیلیں روشن اور اس کے براہین کافی ہیں۔ مستحبات پر مشتمل اس کے فضائل کو اور جائز مباحات کو اور اس کے واجب دستور پایا جاسکتا ہے۔

تشریح

(الف) لوگوں کو اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنا

اس حصہ میں جناب زہراء علیہا السلام مسلمانوں سے مخاطب ہوتی ہیں کہ تم لوگ ہی سب سے پہلے ذمہ دار ہو اللہ کے احکام پر عمل کرو ان کو دوسروں تک پہنچاؤ، تم نے وحی الٰہی کو سنا، اس کی تشریح رسول ﷺ نے تمہارے سامنے کی لہٰذا تمہاری ذمہ داری بنتی ہے کہ تم اس پیغام کو دوسری قوموں اور ملتوں کی طرف پہنچاؤ۔ جیسا کہ قرآن حکیم کی آیت ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

ترجمہ: "تم بہترین امت ہو، لوگوں کی ہدایت کے لیے نکالے گئے ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔ اب اگر تم لوگوں نے کوتاہی کی اور تساہلی سے کام لیا تو اللہ کے سخت عذاب کا انتظار کرو۔" (14)

تمہارے درمیان اللہ کی طرف سے برحق رہنما (علی علیہ السلام) موجود ہے اور کچھ دن پہلے غدیر کے میدان میں اس کا تم سے عہد و پیمان بھی لیا جا چکا ہے کہ:

من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ۔

یعنی: "جس کا میں مولا ہوں علی اس کا مولا ہے۔" (15)

اس کے باوجود تم کہاں جا رہے ہو، کیوں سرگرداں ہو، راہ راست کو کیوں ترک کر رہے ہو، تفرقہ و انتشار اور ضد و تعصب کے پھندوں کو اتار پھینکو، آؤ میدان غدیر میں اپنے کئے ہوئے عہد و پیمان پر عمل کرو اور اسی منتخب نمائندہ کے ساتھ مل کر اللہ کے اوامر و نواہی کی تبلیغ کرو، اس کا ساتھ دو اور دین اسلام کو سربلند کرو وہی زعیم برحق تمہیں کامیابیوں کی بلندیوں کی طرف لے جائے گا۔

(ب) قرآن کی عظمت

خاتون جنت نے خطبہ کے اس حصہ میں حدیث ثقلین کی طرف اشارہ کیا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے درمیان قرآن و اہل بیت کو اپنا جان نشین بنایا ہے لہٰذا تمہیں چاہیے کہ ان دونوں کے ساتھ متمسک رہو۔ اس کے بعد قرآن کے فضائل بیان کرتی ہیں کہ یہ قرآن ناطق ہے جو ایک سچی کتاب ہے واضح روشنی دینے والی کتاب ہے، یہ ایک چمکتا ہوا نور ہے اس سے اپنے دلوں کو منور کرو، یہ ایک روشن چراغ ہے اسی سے راہ راست کی ہدایت حاصل کرو، اسی سے درس عبرت حاصل کرو، اس کا ظاہر بہت خوبصورت اور پُر نور ہے۔ جس کا باطن واضح اور ثمر بار ہے۔ جس کی دلیلیں اطمینان بخش اور نجات دینی والی ہیں۔ یہ ایک ایسی بابرکت کتاب ہے جو اپنے پیروکار کو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

(۵) احکام شریعت اور ان کا فلسفہ

اصل

اللہ نے ایمان کو تمہیں شرک سے پاک کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔ نماز کو فرض کیا تمہیں تکبر و غرور سے محفوظ رکھنے کے لیے۔ زکوۃ کو نفس کی پاکیزگی اور رزق میں اضافے کا سبب بنایا۔ روزہ کو اخلاص کے اثبات کا ذریعہ بنایا۔ حج کو فرض کیا دین کو تقویت دینے کے لیے۔ عدل وانصاف کو واجب قرار دیا دلوں کو جوڑنے کے لیے۔ ہماری اطاعت کو ملت کے نظام کا وسیلہ قرار دیا۔ اختلافات سے محفوظ رہنے کے لیے ہماری امامت کو واجب قرار دیا۔ جہاد کو اسلام کی سربلندی کا ذریعہ بنایا، صبر کو حصول ثواب کا سبب بنایا۔ امر بالمعروف کو عوام کی بھلائی کا ذریعہ بنایا۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کو قہر الٰہی سے بچنے کا ذریعہ بنایا۔ صلہ رحمی کو واجب قرار دیا عمر کی دارزی اور افرادی کثرت کے لیے۔ قصاص کو قرار دیا جان کی حفاظت کے لیے۔ وفائے عہد کو لازم قرار دیا گناہوں کی مغفرت کے لیے۔ کم بیچنے کو حرام قرار دیا کمی سے محفوظ کرنے کے لیے، شراب کو حرام کیا نجاستوں سے دور رہنے کے لیے، تہمت کو ناجائز کیا لعنت (اللہ کے عذاب) سے محفوظ رہنے کے لیے، چوری کو حرام کیا عفت نفس کے لیے، شرک کو حرام کیا اپنی ربوبیت کو خالص بنانے کے لیے۔

مختصر تشریح

احکام کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے مختصر عبارت میں مفاہیم کے دریا سمو دیئے ہیں۔ ایمان سے نذر کی وفا تک، توحید سے کم فروشی تک ہر ایک کو ایک ایک جملہ میں اس طرح بیان کر دیا کہ گویا کوزے میں سمندر کو بند کر دیا ہے۔

(۱) ایمان

کتنا عظیم جملہ ہے یہ کہ اللہ نے ایمان کو تمہیں شرک سے پاک کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔ یہ جملہ اس حقیقت کو بیان کر رہا ہے کہ توحید کی حقیقت اور اللہ کی معرفت ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ یعنی انسان فطری طور پر موحد ہے لیکن حالات اسے بدل دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ:

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ۔ (16)

یعنی: "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے والدین اسے بنا دیتے ہیں یہودی، عیسائی یا مجوسی اور شرک کی کثافت ایک عارضی نجاست ہے۔"

اسلام آیا ہی اسی لیے ہے کہ دلوں کو پاکیزہ بنائے اور زمین کو کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک کرے۔

(۲) نماز

نماز اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا عملی اعتراف ہے۔ جب بندہ اللہ کی کبریائی کا معترف ہو جائے تو وہ تکبر و غرور کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور عاجزی وانکساری اس کے وجود میں شامل ہو جائے گی۔

(۳) زکوٰۃ

زکوٰۃ اسی لیے فرض کی گئی تاکہ انسان کا مال پاکیزہ ہو جائے یہی تعبیر قرآن کریم میں بھی موجود ہے کہ:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم

ترجمہ: "ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لیجئے اس کے ذریعے آپؐ ان کے اموال کو پاکیزہ اور بابرکت بنائیں۔" (17)

زکوٰۃ انسان کو مالی غلامی سے آزاد کراتی ہے اور دنیا کی قید و بند سے نجات دلاتی ہے اور اس طرح معاشرے کے محروم افراد اقتصادی استحکام پا کر ترقی کرنے لگتے ہیں۔

(۴) روزہ

عبادات میں روزہ اخلاص کی خصوصی علامت اس لیے ہے کہ باقی عبادات کا مظاہرہ عملاً ہوتا ہے، جن میں ریاکاری کا امکان رہتا ہے مگر روزہ دار کے بارے میں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس نے روزہ کی حالت میں کچھ کھایا یا پیا نہیں ہے۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ:

الصوم لی و انا اجزی علیہ۔

ترجمہ: "روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔" (18)

(۵) حج

حج کی عظیم الشان اور عالمی کانفرنس اسلام کے استحکام اور تقویت کے لیے قرار دی تاکہ فکری، ثقافتی، عسکری اور سیاسی میدان میں مسلمان ایک دوسرے کو تقویت پہنچا سکیں۔ جب مسلمان طاقتور ہوں گے تو خود بخود اسلام طاقتور بن جائے گا۔

(۶) عدل

عدل وانصاف کے ذریعے دلوں سے دیرینہ دشمنی بغض وعناد کو دور کیا، بدامنی کو امن میں تبدیل کر دیا کیونکہ جب ہر انسان کو اس کا حق ملے گا اور اس کے ساتھ عدل و انصاف کیا جائے گا تو یقینا پورا معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے گا اور تمام لوگ دلی اعتبار سے ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔

(۷، ۸) اطاعت و امامت اہل بیت علیہم السلام

اللہ تعالیٰ نے اہل بیت اطہار علیہم السلام کو مسلمانوں کا رہبر قرار دے کر معاشرتی نظام کی سلامتی کی ضمانت لی تاکہ لوگ توحید کے راستے پر چل سکیں اور ہر طرح کے نفاق و افتراق سے دور رہیں۔ اگر امت اسلامیہ اہل بیتؑ کی امامت پر مجتمع ہو جاتی تو اس امت میں تفرقہ و انتشار وجود میں نہ آتا اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو بھی تفرقہ وجود میں آیا ہے وہ اہل بیت اطہارؑ کے ساتھ محض حسد و عداوت کی وجہ سے آیا ہے۔

(۹) جہاد

خاتون کائنات فرماتی ہیں کہ اللہ نے جہاد کو فرض کیا تاکہ اسلام سربلند ہو۔ کیونکہ جہاد کے ذریعے دشمنان اسلام اور ظالموں کو نیست و نابود کیا جاتا ہے۔ جہاد کے متعلق حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: واللہ ما صلحت دین و دنیا الا بہ۔

یعنی: "اللہ کی قسم دین اور دنیا کی فلاح و بہبود صرف جہاد کے ذریعے ممکن ہے۔" (19)

(۱۰) صبر

صبر کے متعلق جناب زہرہ علیہا السلام فرماتی ہیں کہ اللہ نے صبر کو اسی لیے قرار دیا ہے تاکہ اس کے ذریعے زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب حاصل کیا جائے۔

(۱۱)امر بالمعروف و نہی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اصلاح معاشرہ کے لیے اسلام کا ایک زرین اصول ہے جس پر عمل پیرا ہونے والے کی صورت میں ایک متوازن سوچ کا حامل باشعور معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ جس میں کسی ظالم کو ظلم کرنے اور کسی استحصالی کو استحصال کرنے کا موقعہ نہیں ملتا کیونکہ ایک آگاہ اور باشعور معاشرہ ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کیا گیا تو ہر قسم کے ظلم و استحصال کو کھلی چھوٹ مل جائے گی۔

(۱۲) والدین کے ساتھ نیکی

والدین کے ساتھ حسن سلوک کو جناب زہرہ علیہا السلام نے غضب الٰہی سے بچنے کا ذریعہ کہا ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں بھی ارشاد ہے کہ:

من اسخط والدیہ فقد اسخط اللہ و من اغضبھما فقد اغضب اللہ۔

یعنی: "جس نے والدین کو ناراض کیا اس نے اللہ کو ناراض کیا اور جس نے والدین کو غصہ دلایا اس نے اللہ کو غصہ دلایا۔" (20)

(۱۳) صلہ رحم

صلہ رحمی کرنے سے انسان کی عمر میں اضافہ ہو تو مال میں کثرت ہوتی ہے اور اس سے افرادی قوت بھی بڑھ جاتی۔

(۱۴) قصاص

خاتون جنت نے قصاص کو خونریزی کو روکنے کا ذریعہ کہا ہے۔ یہی گواہی قرآن مجید میں بھی موجود ہے کہ: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّاُولِي الْاَلْبَابِ۔

ترجمہ: "اے صاحبانِ عقل! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔" (21)

(۱۵) ناپ تول

ناپ تول میں کمی عذاب الٰہی کا باعث بنتی ہے اس لیے جناب زہراء نے اس سے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح قرآن میں بھی حکم ہے کہ: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ۔

ترجمہ: "تباہی وبربادی ہے ان لوگوں کے لیے جو کم فروشی کرتے ہیں۔" (22)
اور کم فروشی کی ہی وجہ سے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوا۔

(۱۶) شراب نوشی

اللہ تعالیٰ نے شراب نوشی کی حرمت کو گناہ کی آلودگیوں سے بچنے کا ذریعہ بنایا ہے۔امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں رسولؐ اللہ نے شراب نوشی کے متعلق دس افراد پر لعنت بھیجی ہے۔ وہ یہ ہیں:
"اس کی زراعت کرنے والا، اس کی حفاظت کرنے والا، اس کو بیچنے والا، اس کو خرید کرنے والا، اس کو پینے والا، اس کا مالی فائدہ اٹھانے والا، اس کو نچوڑنے والا، اس کو اٹھا کر لے جانے والا اور وصول کرنے والا اور اس کو پلانے والا۔" (23)

(۱۷) بہتان تراشی

بہتان تراشی کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

ترجمہ: "جو لوگ بے خبر پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔" (24)

(۱۸) چوری

چوری کے بارے میں قرآن میں حد بیان ہوئی ہے کہ:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ۔

ترجمہ: "چوری کرنے والے مرد اور عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ ان کے کئے کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے تنبیہ ہے۔" (25)

(۱۹) شرک

شرک ایک ناقابل معافی گناہ ہے، جس کی کوئی بخشش نہیں ہے اس کے علاوہ تمام گناہ بخشے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا اس سے بچنے والا انسان توحید پرست ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات تمام میں واحد و یکتا مانتا ہے۔

(۶۰) حکومت کے مقابلے میں اپنا موقف

اصل

لوگو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں فاطمہ ہوں اور میرے بابا محمد ﷺ ہیں اللہ کا درود وسلام ہو ان پر، جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس کا آغاز وانجام ایک ہے (میں متضاد باتیں نہیں کہتی ہوں) جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ غلط نہیں ہے، اور نہ میرے عمل میں خطا ولغزش کی آمیزش ہے۔

ب

بتحقیق تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایک رسول آیا، تمہیں تکلیف میں دیکھنا اس پر شاک گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کا نہایت خواہاں ہے اور مؤمنین کے لیے نہایت شفیق و مہربان ہے۔

(سورۃ توبہ ۱۲۸)

اگر تم اس کا نسب تلاش کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ میرے والد تھے تمہاری عورتوں میں سے کسی کے نہیں، وہ میرے چچا کے فرزند کے بھائی تھے نہ کہ تم لوگوں کے، کتنا لائق افتخار ہے یہ سلسلہ نسب۔ خدا کا درود وسلام ہو ان پر اور ان کے خاندان پر۔

ہاں وہ تشریف لائے اور انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیا۔ لوگوں کو خطرات سے آگاہ کیا۔ آپؐ نے مشرکین کی روش کو پس پشت ڈال دیا، ان پر کمر شکن ضرب لگائی اور ان کی گردنوں کو مروڑ دیا، ان کے گلوں کو گھوٹا تاکہ وہ شرک سے دستبردار ہو جائیں اور توحید کے راستے پر آجائیں۔ پھر حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اپنے رب کی طرف بلایا۔ بتوں کو پاش پاش کر دیا اور طاغوتوں کو اس طرح سرنگوں کیا کہ وہ شکست کھا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہاں تک کہ رات کی تاریکی دور ہو گئی اور صبح امید کی روشنی پھیل گئی، حق واضح ہو گیا اور دین کے پیشوا نے زبان کھولی۔ شیطان کی زبان کو لگام دے دی۔ منافق جماعت کی ہلاکت یقینی ہو گئی۔ کفر و شقاوت کے بند ٹوٹ گئے۔ چند معزز فاقہ کش ہستیوں کی معیت میں تم کلمہ توحید کا اقرار کرنے لگے۔

ہاں اس وقت تم آگ کے گھڑے کے دہانے پر تھے، اتنے مختصر تھے جیسے پیاسے کے لیے ایک گھونٹ پانی، یا بھوکے کے لیے ایک نوالہ، یا جلدی میں اٹھائی جانے والی چنگاری، یا قدموں کے نیچے پامال

ہونے والے خس و خاشاک تھے۔ ان دنوں تمہارا پینے کا پانی گندا اور بدبو دار تھا، تمہاری غذا درختوں کے پتے تھے، تم (اس طرح) ذلت و خوار میں زندگی بسر کرتے تھے۔ تم ہمیشہ اس بات سے ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں تمہارا طاقتور دشمن تم پر حملہ نہ کردے اور تم کو اچک نہ لیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات میں تمہیں محمد ﷺ کے ذریعے نجات دلائی۔انہوں نے بہادروں اور زور آوروں، عرب کے بھیڑیوں اور سرکش اہل کتاب کا مقابلہ کیا۔انہوں نے جتنا زیادہ جنگ کی آگ کو بھڑکانا چاہا اللہ تعالی نے اس کو بجھا دیا۔جب بھی شیطان ظاہر ہوتا تھا اور مشرکین کا فتنہ پھیلنے لگتا تھا اس وقت میرے والد اپنے بھائی (علیؑ) کو ان کے مقابلے میں بھیجتے تھے۔ وہ ان لوگوں کے غرور کو اپنے پیروں تلے پامال کئے بغیر اور اپنی تلوار سے اس آتش کو فرو کئے بغیر واپس نہیں لوٹتے تھے۔وہ راہ خدا میں جان فشاں تھے، اللہ کے معاملے میں مجاہد تھے، رسول اللہ ﷺ کے نہایت قریبی تھے اور اولیاء اللہ کے سردار تھے۔ وہ (جہاد کے لیے) ہمہ وقت کمربستہ، امت کے خیر خواہ، محکم عزم کے مالک اور راہ حق میں جفاکش تھے۔وہ راہ خدا میں کسی ملامت کرنے والی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ مگر تم ان دنوں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے تھے، نیز سکون اور خوشی میں امن و امان کے ساتھ رہتے تھے۔ تم اس انتظار میں رہتے تھے کہ ہم پر مصیبتیں آئیں اور تمہیں بری خبریں سننے کو ملیں، تم جنگ کے وقت پسپائی اختیار کرتے تھے اور لڑائی میں راہ فرار اختیار کرتے تھے۔

مختصر تشریح

(الف) اپنا تعارف

حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام نے خطبہ کے اس حصہ میں سب سے پہلے اپنا تعارف کرایا حالانکہ ان لوگوں کو علم تھا کہ فاطمہؑ کون ہیں۔ یہ وہی فاطمہؑ ہیں کہ جس کی شان میں آیت تطہیر، آیت مباہلہ اور سورۃ الدہر وغیرہ نازل ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ ان لوگوں نے رسول پاک صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جناب زہراءؑ کی منزلت و عظمت اور فضائل کے بارے میں بہت سے فرامین سن چکے تھے جن میں سے چند یہ ہیں :

الفاطمة سيدة نساء العلمين و سيدة نساء اهل الجنة۔ (26)

فاطمة بضعة منی من اغضبها اغضبنی۔ (27)

انما فاطمة بضعة منی یوذینی ما آذاها۔ (28)

فاطمة بضعة منی یوذینی ما اذاها وینصبنی ما انصبها۔ (29)

پس جناب خاتون جنت نے اپنا تعارف اس لیے کرایا کہ ان لوگوں پر حجت تمام ہو جائے اور بہانے تراشنے کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور یہ بھی واضح کر دیا کہ حضرت علیؑ اور رسول اکرم ﷺ ایک دوسرے سے کتنے قریب ہیں اور ساتھ ہی اپنی گفتگو کی اہمیت بھی بتلا دی کہ میں کوئی غلط بات نہیں کر رہی ہوں لہٰذا تم میری بات کو غور سے سنو اور اپنی عظیم ذمہ داریوں کا احساس کرو۔

(ب) رسول ﷺ اللہ کی غیر معمولی ہمدردی

اس کے بعد جناب خاتون جنت علیہا السلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان لوگوں کے ساتھ غیر معمولی ہمدردی کا تذکرہ کرتی ہیں کہ آپؐ نے کس قدر تمہارے لیے زحمتیں برداشت کیں، تمہارے رنج و غم میں شریک رہے، ہمہ تن تمہاری ہدایت کے خواہاں تھے اور تمہارے لیے نہایت مہربان اور رحم دل تھے لہٰذا آج اسی رسول ﷺ کی بیٹی تکلیف میں ہے اور تمہیں مدد کے لیے پکار رہی ہے اور تم امداد کو نہیں پہنچ رہے ہو۔

(ج) رسول ﷺ اللہ کی غیر معمولی زحمتیں

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم طاقت و ہمت کے بارے میں فرماتی ہیں کہ آپؐ تن تنہا اس عظیم کام کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، ذرہ برابر بھی گھبرائے نہیں، ظالموں کو سرنگوں کیا، تکبر کرنے والوں کو خاک میں ملا دیا، دشمنوں کی طاقت کو توڑ دیا، ان کے بت خانوں کو ویران کر دیا، دشمنان خدا کو پریشان کر دیا، ظلمتوں کو ختم کر کے نور کا اجالا کر دیا، حق کو نمایاں کیا، شمع حقیقت کو فروزاں کیا جس کی وجہ سے دشمنوں نے راہ فرار اختیار کی اور لوگوں میں اتنی ہمت ہوئی کہ انہوں نے کفر کے دریا میں کلمہ لا الہ الا اللہ کے چراغ کو روشن کیا۔

(د) اسلام سے پہلے اور ابتدا میں لوگوں کے حالات

خاتون جنت علیہا السلام ان لوگوں کو وہ وقت یاد دلا رہی ہیں جب ان کی تعداد تھوڑی تھی۔ ہر طرف وحشتوں کا طوفان تھا ایک طرف پرانی بت پرستی اور شرک کے وسوسے تھے جو کبھی کبھی تمہارے ذہنوں میں فتور پیدا کرتے تھے، تم شک و تردید میں مبتلا ہو جاتے تھے، تمہیں جہنم کے کنارے کی طرف کھینچ کر لے جاتے تھے۔ دوسری طرف طاقتور، بے رحم اور سنگ دل دشمن تھے اور ہر طرف سے تم کو گھیرے ہوئے تھے، ایسا لگتا تھا کہ پلک جھپکتے ہی تم کو نیست و نابود کر دیں گے اور تمہیں کچل ڈالیں گے۔

اس وقت تمہارا پینے کا پانی گندا، بدبو دار اور متعفن تھا کوئی چیز تمہیں میسر نہیں آتی تھی تم ہمیشہ اپنے مستقبل کے متعلق خوفزدہ رہتے تھے۔ ان واقعات کی طرف حضرت علی علیہ السلام نے یوں اشارہ کیا ہے:۔

"اے گروہ عرب! اس وقت تم بدترین دین پر تھے اور بدترین گھروں میں تھے۔ کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بود و باش رکھتے تھے۔ گدلا پانی پیتے تھے اور بدترین غذا کھاتے تھے اپنا خون بہاتے تھے اور قطع رحمی کیا کرتے تھے۔" (30)

لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ فتنہ کی آگ خاموش ہو گئی، طوفان ختم ہو گیا ظالموں نے راہ فرار اختیار کی اسلام سر بلند ہو گیا۔ مختصر اور کمزور طبقا مسلط ہو گیا اور طاقتور طبقہ نیست و نابود ہو گیا۔

خاتون کائنات علیہا السلام نے اس حساس دور کو یاد دلایا جس میں مؤمنین کے لیے ایک دن ایک صدی کے برابر تھا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان بے پناہ نعمتوں کو یاد کریں، ان کی ناشکری نہ کریں، ہمیشہ خدا کے معین کردہ راستوں پر چلیں اور حکومت وقت کی طرف سے ایجاد کردہ فضا میں حواس باختہ نہ ہو جائیں۔

(ھ) حضرت علی علیہ السلام کی قربانیاں

خطبہ کے اس حصہ کے آخر میں خاتون جنت حضرت علی علیہ السلام کی بے پناہ قربانیوں کا تذکرہ کرتی ہیں کہ انہوں نے خطرناک ترین مواقع پر اسلام کی مدد کی جب بھی آپؐ انہیں بھیجتے تھے تو وہ غیر معمولی جاں نثاری، وفاداری اور قربانی کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ وہ ان کی بھڑکائی ہوئی آگ میں جا کر اس کو بلکل ٹھنڈا کر کے خاموش کرتے تھے۔ سرکشوں کے سروں کو اپنی تلوار سے کاٹ

دیتے تھے۔ ان کے غرور کو خاک میں ملا دیتے تھے۔ لہٰذا ایسا ہی شخص اس انقلاب کو ادھر ادھر منحرف ہونے سے روک سکتا ہے۔ تم اسے ہی اپنا پیشوا بنالو گمراہی سے بچ جاؤ گے۔ کیونکہ وہ راہ خدا میں جانفشانی کرنے والے مجاہد اور رسول ﷺ اللہ کے قریبی، اولیاء اللہ کے سید و سردار ہیں اور وہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اور نہ شرماتے ہیں۔

*****

حوالہ جات

1۔ابراہیم : ۳۴

2۔ابراہیم: ۷

3۔بحار الانوار، ج۱۱۰، ص۳۴

4۔بحار الانوار، ج۱۱۰، ص۳۴

5۔صحیفہ کاملہ: دعا نمبر ۳، ص۳۵

6۔الانبیاء: ۱۰۷

7۔بحار الانوار، ج۱، ص۹۷

8۔جامع الصغیر، ج۲، ص۲۹۶

(۳۰) نہج البلاغہ، خطبہ: ۲۶، جلد ۱، ص۶۶، تحقیق شیخ محمد عبدہ، طبع: دارالمعرفت بیروت

9۔مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۱، صفحہ ۱۸۶

10۔مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۱، صفحہ ۱۸۳

11۔المصنف۔ابن ابی شعبہ، ج۸، ص۴۳۸

12۔المائدہ: ۳

13۔ابراہیم: ۱

14۔آل عمران: ۱۱۰

15۔الکافی، جلد ۱، صفحہ ۲۸۷

16۔ صحیح البخاری، جلد ۲، صفحہ ۱۰۴

17۔ التوبہ: ۱۰۳
18۔الکافی، جلد، ۴ صفحہ ۶۳
19۔بحار الانوار، جلد ۳۲، صفحہ ۵۶
20۔مستدرک الوسائل، جلد ۱۵، صفحہ ۱۹۳
21۔البقرۃ:۱۷۹
22۔المطففین: ۱
23۔الکافی، جلد ۶، صفحہ ۴۲۹
24۔النور: ۲۳
25۔المائدہ: ۳۸
26۔ صحیح البخاری، جلد ۴، باب المناقب، صفحہ ۱۸۳او۲۰۹
27۔ایضا، ص ۲۱۰
28۔ صحیح المسلم، جلد ۷، صفحہ ۱۴۱
29۔ سنن الترمذی، جلد ۵، صفحہ ۳۶۰
30۔ نہج البلاغہ، خطبہ :۲۶، جلد ۱، ص ۶۶، تحقیق شیخ محمد عبدہ، طبع: دار المعرفت بیروت

المراجع والمصادر

(۱)ابو الفضل احمد ابن ابی طاہر المعروف بابن طیفور (المتوفی ۲۸۰ھ) ''بلاغات النساء''المطبعۃ دار الشریف الرضی، قم المقدس ایران۔
(۲)احمد ابن ابی یعقوب بن جعفر ابن وہب ابن واضح بن الکاتب العباسی (المتوفی ۲۸۴ھ) ''تاریخ یعقوبی'' طبع: دار الصادر بیروت، لبنان۔
(۳)ابو بکر احمد ابن عبد العزیز الجوہری البصری البغدادی (المتوفی ۳۲۳ھ) ''السقیفہ و فدک'' طبع الثانی، شرکۃ الکتبی بیروت، لبنان۔
(۴)ابو الحسن علی ابن حسین المسعودی الشافعی (المتوفی ۳۴۶ھ) ''مروج الذہب''، المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۹۲۷ء
(۵)ابو الفرج علی ابن حسین الاصبہانی الاموی المتوفی (۳۵۶ھ): ''مقاتل الطالبین''، طبع ثانی: مکتبۃ الحیدریۃ نجف
(۶)احمد ابن علی ابن ابی طالب الطبرسی (متوفی ۵۶۰ھ) نے اپنی کتاب: ''احتجاج طبرسی''، طبع: نجف الاشرف، سال ۱۹۶۶ع،

(۷)ابو جعفر محمد ابن علی المعروف شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ) : ''علل الشرائع''، طبع نجف اشرف، سال ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ع،
(۸)ابو جعفر محمد ابن علی المعروف شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ) : ''معانی الاخبار''، طبع، انتشارات اسلامی قم ایران۔
(۹)القاضی ابو حنیفہ النعمان بن محمد التمیمی المغربی (۳۶۳ھ) : ''شرح الاخبار فی فضائل ائمہ الطہار'' التحقیق : السید محمد الحسینی الجلالی، الناشر : موسسۃ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ من المدرسین قم
(۱۰)ابن طاؤس رضی الدین ابو القاسم علی ابن موسی الحلی (المتوفی ۶۶۴ھ) اپنی کتاب : ''الطرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف''، طبع اول، سال ۱۳۷۱ھ مطبعۃ الخیام، قم۔ ایران۔
(۱۱)الامام الحافظ رشید الدین ابو عبد اللہ محمد ابن علی ابن شہر آشوب ابن ابی نصر ابن ابی حبیش السروی المازندرانی (المتوفی ۵۸۸ھ) : ''مناقب آل ابی طالب''، طبع نجف، ۱۳۷۶ھ ۱۹۵۶ع
(۱۲)امام محمد بن اسماعیل بخاری (المتوفی ۲۵۶ھ) : '' صحیح البخاری''، ناشر دار الفکر بیروت، سنۃ ۱۴۰۱ھ
(۱۳)امام مسلم بن حجاج القشیری : '' صحیح مسلم،'' ناشر دار الفکر بیروت۔ لبنان۔
(۱۴)البلاذری احمد ابن یحییٰ بن جابر : ''فتوح البلدان''، طبع ثانی ۱۳۷۹ھ، مکتبۃ النھضۃ المصریۃ القاہرہ۔
(۱۵)الترمذی محمد ابن عیسی (متوفی ۲۷۹ھ) : ''سنن الترمذی''، دار الفکر بیروت، سنۃ ۱۴۰۳ھ
(۱۶)الشریف مرتضی علی ابن حسین الموسوی (المتوفی ۴۳۶ھ) : ''الشافی فی الامامۃ'' طبع ثانی ۱۴۱۰ھ، موسسہ اسماعیلیان، قم۔ ایران
(۱۷)شمس الدین ابو البرکات محمد ابن احمد الدمشقی الباعونی الشافعی (المتوفی ۸۷۱ھ) : ''جواہر المطالب فی مناقب الامام الجلیل علی ابن ابی طالب''، طبع اول سال ۱۴۱۵ھ ناشر مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیۃ، قم المقدس، ایران،
(۱۸)الشیخ محمد باقر المجلسی (المتوفی ۱۱۱۱ھ) ''بحار الانوار''، ناشر مؤسسۃ الوفاء بیروت لبنان، الطبع الثانیہ، سنۃ ۱۹۹۳ع
(۱۹)علامہ عز الدین ابن ابی الحدید المعتزلی البغدادی (المتوفی ۶۵۶ھ) : ''شرح نہج البلاغہ''، طبع ثانی، دار الاحیاء الکتب العربیہ مصر ۱۹۶۷ء
(۲۰)علی ابن عیسی اربلی (المتوفی ۶۹۳ھ) : '' کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ''، طبع ثانی، سال ۱۴۰۵ھ ۱۹۹۸ع دار الاضواء، بیروت لبنان۔
(۲۱)محمد ابن جریر ابن رستم الطبری الشیعی (متوفی ۵ھ) : ''دلائل الامامۃ''، طبع اول ۱۴۱۳ھ ناشر مؤسسۃ البعثۃ، قم۔ ایران
(۲۲)محمد یعقوب کلینی (المتوفی ۳۲۹ھ) : "اصول کافی" ناشر دار الکتب اسلامیہ طہران، طبع چہارم، سال ۱۳۶۵ھ ش

سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: ''كُنَّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ، لَمْ يُغَادِرْ مِنْهُنَّ وَاحِدَةً، فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي مَا تُخْطِئُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ بِهَا، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِابْنَتِي، ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ، أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ سَارَّهَا، فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا، فَلَمَّا رَأَى جَزَعَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ، فَقُلْتُ لَهَا: خَصَّكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ بِالسِّرَارِ، ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ، فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَأَلْتُهَا: مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: مَا كُنْتُ أُفْشِي عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهُ، قَالَتْ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَا حَدَّثْتِنِي، مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ أَمَّا حِينَ سَارَّنِي فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى فَأَخْبَرَنِي، أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً، أَوْ مَرَّتَيْنِ، وَإِنَّهُ عَارَضَهُ الْآنَ مَرَّتَيْنِ، وَإِنِّي لَا أُرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ، فَاتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي، فَإِنَّهُ نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ، قَالَتْ: فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ، فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ، فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ: أَمَا تَرْضَيْ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ، قَالَتْ: فَضَحِكْتُ ضَحِكِي الَّذِي رَأَيْتِ۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ کی سب بیبیاں آپؐ کے پاس تھیں (آپؐ کی بیماری میں) کوئی باقی نہ تھی جو نہ ہو، اتنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اسی طرح چلتی تھیں جس طرح رسول اللہ ﷺ چلتے تھے، آپؐ نے جب ان کو دیکھا تو مرحبا کہا اور فرمایا: "مرحبا میری بیٹی"، پھر ان کو اپنے داہنی طرف بٹھایا یا بائیں طرف اور ان کے کان میں چپکے سے کچھ فرمایا: وہ بہت روئیں، جب آپؐ نے ان کا یہ حال دیکھا تو دوبارہ ان کے کان میں کچھ فرمایا وہ ہنسیں۔ میں نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے خاص تم سے راز کی باتیں کیں، پھر تم روئی ہو جب آپؐ کھڑے ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا: کیا فرمایا تم سے رسول اللہ ﷺ نے؟ انہوں نے کہا کہ میں آپؐ کا راز فاش کرنے والی نہیں۔ جب آپؐ کی وفات ہو گئی تو میں نے ان کو قسم دی۔ اس حق کو جو میرا ان پر تھا اور کہا: بیان کرو مجھ سے جو رسول اللہ ﷺ نے تم سے فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا: اب البتہ میں بیان کر دوں گی۔ پہلی مرتبہ آپؐ نے میرے کان میں یہ فرمایا کہ "جبرئیل علیہ السلام ہر سال میں ایک بار یا دو بار مجھ سے قرآن کا دور کرتے۔ اس سال انہوں نے دو بار دور کیا اور میں خیال کرتا ہوں کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے (دنیا سے جانے کا) تو اللہ سے ڈرتی رہ اور صبر کر میں تیرا بہت اچھا پیش خیمہ ہوں۔" یہ سن کر میں رونے لگی جیسے تم نے دیکھا تھا جب آپؐ نے میرا رونا دیکھا تو دوبارہ مجھ سے سرگوشی کی اور فرمایا: "اے فاطمہ! تو راضی نہیں ہے اس بات سے کہ مؤمنوں کی عورتوں کی یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔" یہ سن کر میں ہنسی جیسے تم نے دیکھا۔

(صحیح مسلم: كِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ۔ باب فضائل فاطمۃ بنت النبی علیہا الصلاۃ والسلام حدیث: ۶۳۱۳)

عائلی نظام زندگی کے رہنما اصول

سیرت سیدہ کونین سلام اللہ علیہا کی روشنی میں

صابر حسین سراج*
sabirsiraj110@gmail.com

کلیدی کلمات: عائلی زندگی، خاندان کی اقسام، سیرت سیدہ کونین، امور خانہ داری، تربیت اولاد

خلاصہ:

درحقیقت انسان اپنی زندگی میں سماجی تعلقات کے محتاج ہے۔ انسان بطور سماجی رکن اپنے وجود کے فورا بعد جس معاشرتی ادارے کا محتاج ہوتا ہے وہ ادارہ "خاندان" کہلاتا ہے ۔اس ادارے میں رہن سہن کے طور طریقوں کو عائلی نظام زندگی کہا جاتا ہے۔عائلی زندگی کی بنیادی اکائی کی حیثیت میاں بیوی کو حاصل ہے،انہی کے ازدواجی تعلقات سے اس زندگی کی ابتداء ہوتی ہے لہٰذا جس طرح زندگی کے دیگر معاملات میں انسان رہنمائی اور اسوہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح اس زندگی کے اہم اور بنیادی معاملے میں بھی آئیڈیل رہنما اوراس کی رہنمائی انسان کے لئے ناگزیز ہے یہی وجہ ہے کہ دین مقدس اسلام نے عائلی زندگی کو اہمیت دینے کے ساتھ ساتھ اس کے طور طریقے اور اراکین کی ذمہ داریوں اور حقوق سے روشناس کیا ہے نہ صرف یہی بلکہ ایک جانب کچھ گھرانوں(خاندان عصمت و طہارت) کو عملی اسوہ بنا کر بنی نوع انسان کی خدمت میں رکھ دیا ہے تو دوسری جانب اسی گھرانے نے بھی عائلی نظام زندگی کا وہ نمونہ پیش کیا جسکی تاریخ میں کہیں مثال نہیں ملتی۔ یہ عملی نمونہ اہل بیتؑ کے گھرانے سے ملتا ہے وہیں پر ایک خاتون کے لئے ماں، بیوی، بہن اور بیٹی ہونے کے ناطے عملی سیرت اس گھرانے نے پیش کیا ہے۔ خاندان عصمت وطہارت کا محور و مرکز سیدہ کونین حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ہیں جن کو حضور اکرم ﷺ نے عالمین کے خواتین کا سردار و سرتاج قرار دیا ہےاور جناب سیدہ کونین نے اپنی مختصر بابرکت زندگی میں بیٹی، زوجہ اور ماں ہونے کی حیثیت سے کائنات کی تمام خواتین کیلے بہترین اور مناسب ترین نمونہ عمل پیش کیا ہے۔اس مقالے میں قرآن اور حدیث اور تاریخ کی روشنی میں عائلی زندگی کے سلسلے میں جناب زہراءؑ کی سیرت کو بطور مثال پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

*۔فاضل علوم اسلامیہ، جامعۃ الکوثر، اسلام آباد

مقدمہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے سماجی تعلقات کا محتاج ہے انسان اپنے وجود، پرورش، تعلیم، صحت غرضیکہ زندگی کے تمام معاملات میں جہاں اپنے خالق کائنات کی خاص عنایتوں کا مرہون منت ہے وہاں ایک دوسرے کے ساتھ سماجی تفاعل کی احتیاج بھی رکھتا ہے، انسان بطور سماجی رکن اپنے وجود کے فوراً بعد جس معاشرتی ادارے کا محتاج ہوتا ہے وہ ادارہ "خاندان" کہلاتا ہے۔ یہی وہ ادارہ ہے جو انسان کی جسمانی، روحی، اخلاقی اور فکری پرورش کی بنیاد رکھتا ہے اس ادارے میں رہن سہن کے طور طریقوں کو عائلی نظام زندگی کہا جاتا ہے۔ عائلی زندگی ہی انسانی شخصیت کی پہلی اینٹ رکھتی ہے اور اس کی تعمیر سازی کا آغاز کرتی ہے۔ عائلی زندگی کی بنیادی اکائی کی حیثیت میاں بیوی کو حاصل ہے، انہی کے ازدواجی تعلقات سے اس زندگی کی ابتداء ہوتی ہے لہٰذا جس طرح زندگی کے دیگر معاملات میں انسان رہنمائی اور اُسوہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح اس زندگی کے اہم اور بنیادی معاملے میں بھی آئیڈیل رہنما اوراس کی رہنمائی انسان کے لئے ناگزیز ہے یہی وجہ ہے کہ دین مقدس اسلام نے عائلی زندگی کو اہمیت دینے کے ساتھ ساتھ اس کے طور طریقے اور اراکین کی ذمہ داریوں اور حقوق سے روشناس کیا ہے اور جہاں ایک طرف اہل بیتؑ جیسے خاندان عصمت و طہارت کو عملی اُسوہ بنا کر بنی نوع انسان کی خدمت میں رکھ دیا ہے تو دوسری جانب اسی گھرانے نے بھی عائلی نظام زندگی کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی تاریخ میں کہیں مثال نہیں ملتی۔ جہاں ایک مرد کے لئے والد، شوہر، بھائی اور بیٹا ہونے کے لحاظ سے ذمہ داریوں اور حقوق کا عملی نمونہ اہل بیت علیہم السلام کے گھرانے سے ملتا ہے وہیں پر ایک خاتون کے لئے ماں، بیوی، بہن اور بیٹی ہونے کے ناطے عملی سیرت اس گھرانے نے پیش کی ہے۔ خاندان عصمت وطہارت کا محور و مرکز سیدہ کونین حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ہیں جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالمین کی خواتین کا سردار و سرتاج قرار دیا ہے اور جناب سیدہ کونینؑ نے اپنی مختصر بابرکت زندگی میں بیٹی، زوجہ اور ماں

ہونے کی حیثیت سے کائنات کی تمام خواتین کے لئے بہترین اور مناسب ترین نمونہ عمل پیش کیاہے اور ان کی دختر ارجمند جناب ثانی زہرا حضرت زینب سلام اللہ علیھا نے بہن ہونے کے اعتبار سے سیرت عملی پیش کر کے کائنات کی خواتین کی رہنمائی فرمائی ہے۔اس مختصر مقالے میں ہم جناب سیدہ کونین سلام اللہ علیھا کی سیرت طیبہ میں سے صرف عائلی زندگی میں آپ کی سیرت طیبہ کے چند نمونے پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس مقالہ کے آغاز میں عائلی زندگی کا مختصر تعارف کرنے کے بعد ہم سیرت طیبہ سیدہ کونینؑ کی روشنی میں امور خانہ داری، شوہر داری اور تربیت اولاد کے موضوع پر کچھ نکات پیش کرنے کی کوشش کرینگے۔

عائلی زندگی کا تعارف

ہم جانتے ہیں کہ عائلی زندگی علم عمرانیات کے موضوعات میں سے ایک موضوع ہے۔ عمرانیات میں خاندان کی تعریف یہ ہے:

"خاندان ایک بنیادی اور اہم سماجی ادارہ ہے جو دو یا دو سے زیادہ افراد پر مشتمل ہوتا ہے جن کا بنیادی مقصد بچے پیدا کرنا اور ان کی اس طرح پرورش کرنا ہے کہ معاشرے کا کار آمد رکن بن سکیں"(1)

ایک اور مقام پر خاندان کی تعریف یوں کی ہے کہ "خاندان ایک اجتماعی گروہ کا نام ہے جس کا مقصد لوگوں کی روحی، جسمانی اور ذھنی سلامتی کو برقرار رکھنا ہے"

علم عمرانیات میں کئی اعتبارات سے خاندان کی تقسیم بندی کی گئی ہے تاہم ہم یہاں صرف دو اعتبار سے اقسام کو بیان کرینگے۔ ساخت کے اعتبار سے خاندان کی دو قسمیں ہیں؛ مشرکہ خاندان اور سادہ خاندان(2)

ا۔مشترکہ خاندان :(Joint Family)سے مراد وہ عائلی نظام زندگی ہے جو شوہر، بیوی، والدین اور چند دوسرے رشتہ داروں پر مشتمل ہوتا ہے، بعض اوقات دو دو اور تین تین نسلیں اکھٹی رہتی ہیں، اس خاندانی نظام میں خاندان کے افراد کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور گھر

کا سب سے بزرگ مرد گھر کا سربراہ ہوتا ہے، برصغیر پاک و ہند میں زیادہ تر یہی عائلی نظام رائج ہے۔

۲۔سادہ خاندان :(Nuclear Family) سے مراد وہ عائلی نظام زندگی ہے جو صرف شوہر، بیوی اور ان کے ایسے بچوں پر مشتمل ہوتا ہے جو اپنی کفالت خود نہ کر سکیں، اس میں خاندان کے افراد کی تعداد کم ہوتی ہے اور جدت پسندی کا عنصر زیادہ ہوتا ہے۔ مغربی ممالک میں زیادہ تر یہی خاندانی نظام رائج ہے۔

عائلی نظام زندگی کی اہمیت وضرورت

یہ بات انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ اپنی ایک سماجی شناخت چاہتا ہے اور اس فطرت کو پروان چڑھانے کا ابتدائی کام عائلی نظام زندگی انجام دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان سب سے زیادہ خاندانی زندگی میں اپنائیت محسوس کرتا ہے اپنائیت کا یہی احساس بعد میں اس کی شخصیت کو نکھارنے میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے انہی خصوصیات کی بنا پر خاندان کو بحیثیت ادارہ معاشرے کے دیگر تمام اداروں میں ایک اہم اور مرکزی مقام حاصل ہے۔ یہاں سے ایک بات سمجھ آنی چاہیے کہ آج کل جن بچوں کو کم عمری میں ہاسٹلز میں بھیج دیتے ہیں ان کی شخصیت کی مناسب تعمیر نہیں ہوتی، بھلا ان ہاسٹلوں میں ایک ماں کی محبت و شفقت کہاں مل سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہی بچے بعد میں جا کر معاشرے کی تعمیر و تنظیم میں رکاوٹ بن جاتے ہیں اور سماج کے ارکان کے ساتھ ان کے رویے ناگفتہ بہ ہوتے ہیں حتی کہ بعض اوقات اپنے والدین کو بھی آزارو اذیت پہنچانے سے دریغ نہیں کرتے۔ لہٰذا سماج کو یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ بچوں کو کم عمری میں جس پیار و محبت اور شفقت و عطوفت کی ضرورت ہوتی ہے وہ صرف اور صرف عائلی نظام زندگی ہی فراہم کر سکتا ہے۔ بطور اختصار یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان کی فکری، جسمانی، اخلاقی، روحی اور نفسیاتی تعمیر حقیقی معنوں میں صرف عائلی نظام زندگی سے ہی ممکن ہے۔

اسلام کی نگاہ میں عائلی زندگی

دین کامل اسلام نے جہاں زندگی کے دیگر امور کی طرف رہنمائی کی ہے وہاں عائلی نظام زندگی کے بارے میں بھی ایک جامع نظام دیا ہے۔اسلام نے عائلی زندگی میں ہر ارکان کے حقوق اور ذمہ داریاں اس طرح سے واضح کرکے بیان کی ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو ایک پرسکون اور خوشگوار خاندان تشکیل پا سکتا ہے اور ایسا نظام ہی معاشرے کو قیمتی گوہر دے سکتا ہے۔ شادی سے پہلے اور بعد کے مراحل سے لے کر میاں بیوی کے حقوق، اولاد کے حقوق، والدین کے حقوق حتی کہ ہمسائے کے بھی حقوق اس طرح فرزند آدم کے سامنے پیش کیا ہے کہ ان پر عمل ایک پر امن و پر سکون معاشرے کی ضمانت دیتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ عائلی نظام زندگی کے دو اہم پہیے میاں اور بیوی ہیں اس نظام کو کامیاب بنانے میں یا بگاڑنے میں اصل کردار میاں بیوی کا ہی ہوتا ہے اس وجہ سے خداوند متعال نے فطرتاً مرد اور عورت کی تخلیق ہی کچھ اس طرح سے کی ہے جس طرح ایک خاندانی نظام زندگی کی ضرورت ہے۔ علامہ عبد الحمید المہاجر اپنی کتاب " اعلموا انی فاطمہ" میں اسی فطرتی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"ایک خاندانی نظام زندگی کی تعمیر و تنظیم کے لئے جہاں محبت و شفقت اور عطوفت کی ضرورت ہے وہاں مضبوط ارادوں اور دقیق فیصلوں کی بھی ضرورت ہے یہی وجہ ہے کہ خداوند متعال نے عورت کی فطرت میں حساسیت اور شفقت و عطوفت کا پہلو مرد کی بہ نسبت زیادہ رکھا ہے تو مرد میں سخت حالات میں بھی جذباتیت پر کنٹرول کر کے دقیق فیصلے کرنے کی طاقت عورت کی بہ نسبت زیادہ رکھ دی ہے۔"(3)

اس بات کی طرف قرآن مجید میں بھی اشارہ ملتا ہے، ارشاد پروردگار ہے:

"الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُواْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّهُ۔" (4)

ترجمہ: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے پس جو نیک عورتیں ہیں وہ فرمانبردار ہوتی ہیں اللہ نے جن چیزوں)مال و آبرو (کا تحفظ چاہا ہے) خاوند کی (غیر حاضری میں ان کی "محافظت کرتی ہیں۔"

اس آیت میں عائلی نظام زندگی کے بنیادی اصول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ شیخ محسن علی نجفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مرد عورتوں کے محافظ اور نگہبان ہیں یعنی عائلی نظام میں مرد کو قیّم اور ستون کی حیثیت حاصل ہے چونکہ مردوں کو عقل وتدبر اور زندگی کی مشکلات کا تحمل اور مقابلہ کرنے میں عورتوں پر برتری حاصل ہے اور عورتوں کو جذباتیت اور مہر وشفقت میں مردوں پر برتری حاصل ہے یہاں سے ان دونوں کی ذمہ داریاں بھی منقسم ہو جاتی ہیں، اسلام کے عائلی نظام میں مرد کو برتری حاصل ہے اس سے عورت کا استقلال و اختیار سلب نہیں ہوتا اپنے اپنے مقام پر مرد وزن کی ذمہ داریاں ہیں۔ عورت کو انسانی زندگی سے مربوط داخلی امور کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں اور مرد کو بیرونی امور کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں یہ بات مرد و زن کی جسمانی ساخت و بافت اور نفسیاتی خصوصیات سے بھی عیاں ہے عورت ضعیف النفس، نازک مزاج، حساس ہوتی ہے اور اس کے ہر عمل پر جذبات غالب ہوتے ہیں جبکہ مرد طاقتور، جفاکش اور اس کے ہر عمل پر عقل و فکر حاکم ہوتی ہے۔" (5)

اس بات کو واضح کرنے کے لئے ایک مثال یوں دی جاسکتی ہے، اگر کبھی کسی کا بچہ کہیں سے گر جائے اور اس کے کسی عضو سے خون نکلنا شروع ہو جائے تو اس کی ماں، شفقت مادری

کی وجہ سے فورا رونا پیٹنا شروع کرے گی اور اس کی حالت بھی متغیر ہو جائے گی جبکہ اس کا باپ فورا بچہ کو اٹھا کر اس کو ابتدائی طبعی امداد دینے کی کوشش کرے گا یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ان فطری صفات کی بنیاد پر مرد اور عورت کی ذمہ داریاں بھی الگ الگ تقسیم کر کے بتا دیا ہے۔

اسلام میں عائلی زندگی میں خاندان کے ارکان کی فکری و روحانی تربیت کی طرف قران مجید کی ان دو آیات میں بھی اشارہ ہوا ہے۔سورہ مبارکہ طہ اور سورہ مبارکہ تحریم میں بالترتیب ارشاد پروردگار ہے: "وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا "اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہیں(6)

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا" اے ایمان والو!اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش سے بچا لو(7)

ان دونوں آیات میں عائلی زندگی میں انسانی شخصیت کی تعمیر سازی کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے آپ کوتربیت یافتہ بنانے کےساتھ ساتھ اپنے خاندان، بیوی اور بچوں کی بھی تربیت کرے تاکہ وہ معاشرے کے لئے ایک مفید فرد بن سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ دین مقدس اسلام نے تربیت اولاد کو والدین کے ذمہ واجب قرار دیا ہے اور اولاد کی پیدائش کے قبل کے مراحل سے لے کر اس کے بالغ و راشد ہونے تک کےایک ایک مرحلہ کی نہ صرف نظریاتی بلکہ خاندان اہلبیتؑ کے ذریعے عملی رہنمائی کی ہے۔

عائلی زندگی سیرت سیدہ کونینؑ کی روشنی میں

ہم جانتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا وہ مقدس ہستی ہیں جن کی عظمت و مرتبت کے سبھی مسلمان قائل ہیں اور ان کی عظمت کے قائل کیوں نہ ہوں جن کے بارے میں حضرت ختمی المرتبت یہ فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں:

"فاطمة بضعة منی،من سرها فقد سرنی و من ساءها فقدساءنی، فاطمة اعز الناس علی(8)"

"فاطمہ سلام اللہ علیہا میرا ٹکڑا ہے جس نے انہیں خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے انہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا، فاطمہ سلام اللہ علیہا میرے لئے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہیں۔"

یا جن کے بارے میں کائنات کی افضل ترین مخلوق، رہبر انسانیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ان اللہ لیغضب لغضب فاطمة و یرضی لرضاها۔"(9)

"بے شک خداوند متعال فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ناراض ہونے سے ناراض اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کے راضی ہونے سے راضی ہوتا ہے۔"ایسی ہستی کے مقام و رتبہ سے انکار کی گنجائش کسی کو حاصل نہیں۔"

یہ مسلم بات ہے کہ انسان کو اپنے امور کو منظّم انداز میں بجا لانے کے لئے رہنما اور رہنمائی کی ضرورت ہے لہٰذا کیسے ممکن ہے کہ ذات حکیم انسان کو زندگی جیسی بے بہا نعمت تو عطا کرے لیکن اس زندگی کو گزارنے وسنوارنے کے طور طریقوں کی طرف رہنمائی نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ذات کردگار نے عالم انسانیت میں انبیاء و آئمہ کی صورت میں ایسے رہنماء بھیجے جنہوں نے قول و عمل دونوں کے ذریعے سے بنی نوع آدم کی رہنمائی فرمائی اور بہترین اور کامیاب زندگی گزارنے کے اصولوں کو بیان بھی فرمایا اور عملا انجام دے کر بھی دکھایا۔ یہاں تک کہ آخری نبی کے بارے میں تو اعلان ہوا "وما ارسلناك الارحمة للعالمین"۔اس تمام اہتمام کے باوجود ابھی ایک چیز کی کمی رہ گئی تھی، وہ یہ تھی کہ بے شک رحمۃ للعالمین تمام انسانوں کے لئے نمونہ عمل ہیں لیکن عالم نسوانیت کے کچھ

ایسے امور بھی تھے جہاں آپ کی ذات گرامی عملی طور پر نمونہ عمل نہیں بن سکتی تھی پس عالم نسوانیت سے مخصوص امور کی بنسبت بھی ایک نمونہ عمل اور ایک سیرت طیبہ کی ضرورت تھی، اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے خداوند متعال نے نور فاطمہؑ کو خلق فرمایا اور انہیں عالمین کے خواتین کی سیدہ و سردارقرار دیا۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ "وماینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی" کے مصداق ختمی المرتبت ﷺ نے فرمایا :

"و اما بنتی فاطمة فانها سیدة نساء العالمین من الاولین و الاخرین وھی بضعة منی وھی نور عینی وھی ثمرة فوادی وھی روحی۔" (10)

"میری دختر ارجمند فاطمہ سلام اللہ علیہا عالمین کی اول و آخر تمام خواتین کی سیدہ و سالار ہیں وہ میرے بدن کا حصہ ہیں۔ میری آنکھوں کا نور، میرے دل کا میوہ اور میری روح ہیں"

اب ہم نظر دوڑاتے ہیں کہ ختمی المرتبت ﷺ کے بعد کائنات کی دو افضل ترین ہستیوں کا جوڑا اپنی عائلی نظام زندگی کو کس طرح گزارتے ہیں اور کیسے اسلام کے اصولوں کو عملاً عالم انسانیت کی خدمت میں رکھ دیتے ہیں۔ کتنا خوبصورت گھرانہ ہے کہ ایک طرف وہ ہستی ہیں جن کے بارے ارشاد پیغمبر ﷺ ہوا "یا علی! حبك ایمان " اور دوسری طرف وہ ہستی ہیں جن کے بارے ارشاد ہوا "ان اللہ لیغضب لغضب فاطمة و یرضی لرضاھا ."ان فضیلتوں کے حامل ہستیاں اپنی زندگی کو اس طرح بسر کرتے ہیں کہ کائنات کے تمام افراد امیر و غریب سب کے لئے اس سیرت پر عمل کرنا ممکن ہے۔

آج کل کے معاشرے میں عائلی نظام زندگی کے کئی مسائل ایسے ہیں جن کے سبب اس نظام میں دراڑیں پیدا ہو رہی ہیں کہیں میاں بیوی کا جھگڑا ہے تو کہیں اولاد راہ راست پر نہیں، کہیں گھریلو امور منظّم نہیں تو کہیں خاندان کے افراد کے تعلقات کا مسئلہ ہے لہٰذا اگر

ہم اپنی عائلی نظام زندگی کو بہترین انداز میں بسر کرنا چاہتے ہیں اور خشگوار اور آئڈیل زندگی گزرانا چاہتے ہیں، تو آیئے سیدہ نساء العالمین سلام اللہ علیھا کے گھرانے سے اس نظام کے اصولوں کو سیکھتے ہیں، اور پھر ان کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ عالم نسوانیت میں ماں، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں نبھانا بہت اہم کام ہے لہٰذا خاتون جنت نے اپنی مختصر مگر بابرکت زندگی میں ان تینوں حیثیتوں کے مطابق آیئڈیل زندگی گزار کر کائنات کی خواتین کو عملی درس دیا۔ بیٹی ہونے کے اعتبار سے اس طرح ذمہ داری بجا لائی کہ ام ابیھا کا لقب ملا، بیوی ہونے کے اعتبار سے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے اس طرح عہدہ برآ ہوئیں کہ امیر المومنینؑ یہ فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ "جب بھی میں فاطمہ سلام اللہ علیہا پر اپنی نگاہ ڈالتا تو میرے پریشانیاں اور غم ختم ہوجاتے اور مجھے سکون مل جاتا "اور ماں ہونے کے اعتبار سے اس طرح اپنا کردار پیش کیا کہ بچوں کی اس قدر پرورش کی کہ جوانان جنت کے سردار قرار پائے۔

ا۔شوہر داری

خاندانی نظام زندگی کی بنیادی اکائی میاں اور بیوی ہے یہی وجہ ہے کہ بہتر خاندانی نظام زندگی میاں بیوی کے آپس کے تعلقات پر منحصر ہے۔ اگر ان کے آپس کے تعلقات میں خلل آجائے تو گھریلو نظام سے لے کر اولاد تک اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ لہٰذا جوں ہی ایک مرد و وعورت رشتہ ازدراج سے منسلک ہو جاتے ہیں تو ان کی ایک دوسرے کی نسبت کچھ ذمہ داریاں بھی آ جاتی ہیں۔ مرد کی ذمہ داریاں ایک الگ موضوع ہے، فی الحال ہم ایک خاتون کی ذمہ داریوں پر بات کر رہے ہیں۔ لہٰذا تزویج کے بعد اولین اور اہم ترین ذمہ داری جو ایک خاتون کے ذمہ آتی ہے وہ ہے شوہر داری، یعنی اپنے شوہر کے ساتھ بہتر تعلقات رکھنا، اس کی فرمانبرداری کرنا، اس کے مال و آبرو کی حفاظت کرنا، اس کے امور میں معاون بننا اور اس کو سکون و راحت فراہم کرنا۔ چنانچہ ارشاد

رسالتمآب ﷺ ہے "جهاد المراة حسن التبعل"،(11)" عورت کا جہاد شوہر کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرنا ہے "اسی طرح امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں "جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے،روزہ رکھے، حج کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اور امامؑ کا حق جانے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔" (12)ایک عورت کے لئے شوہر کے ساتھ بہتر تعلقات پر اس قدر تاکید کی ایک وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ عائلی نظام زندگی کی کامیابی اور سرفرازی میاں بیوی کے تعلقات پر موقوف ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر خانوادگی زندگی میں افکار و عقیدہ اور ہدف میں ہم آہنگی ہو تو ایسی خانوادگی زندگی ہر زاویہ نظر سے مہر و محبت، عشق و علاقہ اور ہم سر کے حقوق کی پاسبانی و رعایت سے معمور ہوتی ہے۔ یہ چیز ہمیں کائنات کے اس حسین جوڑے میں نظر آتی ہیں لہٰذا اب دیکھتے ہیں کہ سیدہ کونین سلام اللہ علیہا نے اس ذمہ داری)شوہر داری (کو کس طرح نبھائی .آپ کی شوہر داری کے متعلق جاننے کے لئے امیر المومنینؑ کا یہی ایک قول کافی ہے کہ آپؑ نے فرمایا؛

"فواللہ ما اغضبها و لا اکرهتها علی امرحتی قبضها اللہ ولا اغضبتنی ولا عصت لی امرا،لقد کنت انظر الیها فتنکشف عنی الهموم و الاحزان۔" (13)

ترجمہ:"اللہ کی قسم میں نے ان کی زندگی میں کبھی ان پر غصہ نہیں کیا اور نہ ہی میں نے کسی معاملے میں ان کو ناراض کیا یہاں تک کہ وہ اس دنیا سے رحلت کر کے بارگاہ الٰہی میں پہنچ گئیں، اور نہ ہی وہ کبھی مجھ پر ناراض ہوئیں اور نہ کبھی میری کسی بات پر برہم ہوئیں اور نہ ہی انہوں نے میری نافرمانی کی، جب میں ان پر اپنی نگاہ ڈالتا تو میرے ہموم واحزان ختم ہو جاتے اور مجھے سکون مل جاتا"

سبحان اللہ! کیا خوبصورت زندگی تھی اور کس قدر بہترین تعلقات استوار کئے۔ اس فرمان پاک میں ایک میاں اور بیوی کے لئے بہترین درس عمل موجود ہے، خاص کر مولا کائنات کا

یہ فرمانا کہ "جب میں ان پر نگا ہ ڈالتا تو میری پریشانیاں اور غم ختم ہو جاتے اور مجھے سکون مل جاتا۔" محترم قارئین! اب اندازہ لگا لیجیے اگر میاں بیوی کے تعلقات اس طرح سے ہوں کہ بیوی پر نظر کرنے سے سکون ملے اور غم دور ہو جائے تو اس سے بہتر خاندانی زندگی کیا ہو سکتی ہے۔ آج کل کی بعض خواتین کا اپنے شوہروں کے ساتھ رویہ ناگفتہ بہ ہے، بات بات پر جھگڑےاور شکوہ شکایات کرتی رہتی ہیں۔ کچھ مرد حضرات اپنی بیویوں کے غیر مناسب رویوں کی وجہ سے کام سے گھر جانے کو بوجھل محسوس کرتے ہیں۔ ایسے خواتین کو چاہیے کہ وہ سیدہ کونین سلام اللہ علیہا کی سیرت سے اپنے لئے درس عمل لیں تاکہ عائلی نظام زندگی متاثر نہ ہوسکے۔ دوسری طرف مردوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اس گھرانے کو اپنے لئے نمونہ عمل بنائیں، مولا علیؑ کا یہ فرمانا کہ "اللہ کی قسم میں نے ان کی زندگی میں کبھی ان پر غصہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی معاملے میں ان کو ناراض کیا" کس قدر قابل توجہ جملہ ہے۔روایات میں ملتا ہے کہ ایک دن جناب امیرؑ نے بی بی پاک سلام اللہ علیہا سے پوچھا : اے سیدہ! کیا گھر میں کوئی کھانے کی چیز ہے؟

آپؑ نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کا حق عظیم بنایا، تین دن سے ہمارے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا تھا؟ سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا تھا کہ آپ سے کسی چیز کا سوال کروں۔ امام علیؑ نے فرمایا: "اگر میں ضروریات زندگی گھر میں لے آوں تو پھر آپؑ کے سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر گھر میں کسی چیز کی ضرورت ہو تو ضرور کہہ دیا کریں، تاکہ میں وہ ضرورت پوری کروں"(14)

یہ بات سیرت زہراء سلام اللہ علیہا میں ملتی ہے کہ آپؑ نے کبھی امیر کائنات سے ایسی چیز کا سوال نہیں کیا جو امیر کائنات کی وسعت اور دسترس سے باہر ہو۔

شوہر داری کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ کبھی بھی اپنے شوہر سے ایسی چیز کا تقاضہ نہ کرے جو اس کی وسعت سے باہر ہو اور جس کو وہ پورا نہ کر سکتا ہو۔

۲۔ امور خانہ داری

جب کسی خاندان کی بنیاد رکھی جاتی ہے تو اس نظام میں ایک اہم پہلو گھریلو کام کاج ہے یعنی گھر کی صفائی کرنا، کھانا وغیرہ بنانا، برتنوں کو صاف کرنا اور منظّم کرنا، کپڑے دھونا اور بچوں کی دیکھ بال کرنا وغیرہ۔آج کل مشاہدے کی بات ہے کہ بعض خواتین ان امور کو بجا لانے کے لئے نوکرانی رکھنے پر مجبور کرتی ہیں اور ان امور کو بجا لانے کو عار سمجھتی ہیں۔ بے شک بہت سارے امور شرعی لحاظ سے ان پر واجب نہیں ہیں لیکن ایک عائلی نظام زندگی کو بہتر انداز میں طے کرنے کے لئے ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان امور کو بجا لائیں۔ ہم جانتے ہیں کہ عالم نسوانیت میں سیدہ کونین سلام اللہ علیہا سے بڑھ کر کسی خاتون کا مقام نہیں ہے لیکن اس عظیم مرتبہ پر فائز جناب زہراء سلام اللہ علیہا گھریلو امور کو خود بجا لاتی تھیں۔ گھر کی چکی خود چلاتی تھیں، گھر کی صفائی ستھرائی خود بجا لاتی تھیں اور اندرون خانہ جتنے امور تھے وہ سب خود بجا لاتی تھیں۔ اس حوالے سے کچھ روایات پیش خدمت ہیں۔

"عن ابی عبد اللہ عن ابیہ قال: تقاضی علی و فاطمۃ الی رسول اللہ فی الخدمۃ فقضی علی فاطمۃ خدمۃ دون الباب وقضی علی علی بما خلفہ، فقالت فاطمۃ؛فلا یعلم ما دخلنی من السرور الا باللہ" (15)

یعنی: "امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب امیر کائناتؑ اور خاتون جنتؑ کی شادی ہوئی اور ان کی خانوادگی زندگی کا آغاز ہوا تو ایک دن دونوں ہستیاں حضور اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں تشریف لائیں اور گھریلو امور کے حوالے سے ذمہ داریوں کی تقسیم بندی کے بارے فیصلہ کرنے کا تقاضا کیا تو رسالتمآب ﷺ نے فیصلہ کیا کہ گھر کے اندرونی کام فاطمہ سلام اللہ علیہا بجا لائے گی اور گھر سے باہر کے کام علیؑ بجا

لائیں گے۔ جناب زہراء سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں اس فیصلہ سے مجھے جو خوشی ہوئی اسے خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

در اصل یہ عالم انسانیت کو درس عمل دینے کے لئے تھا تاکہ ان کو عائلی نظام زندگی میں مرد ارو عورت کی ذمہ داریوں کے بارے رہنمائی کر سکیں۔ جناب زہراء سلام اللہ علیہا کی خوشی بھی اسی وجہ سے تھی کہ ان کو گھر سے باہر زیادہ نہیں نکلنا پڑے گی یوں وہ اپنی ذمہ داری بھی بخوبی بجا لا سکے گئیں اور نا محرموں کے نظروں سے بھی بچ کر رہیں گی۔

اسی طرح جناب زہراء سلام اللہ علیہا کی گھریلو خدمات اور مشقت اٹھانے کے حوالے سے امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"انها كانت عندی و كانت من احب اهله اليه و انها استقت بالقربة حتى اثرفی صدرها و طحنت بالرحی حتى مجلت يداها و كسحت البيت حتى اغبرت ثيابها و اوقدت النار تحت القدر حتى دكنت ثيابها فاصابها من ذالك ضرر شديد۔۔۔۔۔۔ الخ" (16)

یعنی: "وہ میرے پاس آ گئی جبکہ وہ اپنے اہل وعیال میں سب سے محبوب ترین ذات تھی انہوں نے اس قدر کنویں سے مشک کے ذریعے پانی نکالا کہ ان کا سینہ اس کی وجہ سے متاثر ہوا اور اس حد تک آٹا تیار کرنے کے لئے دستی چکی چلائیں کہ ان کے ہاتھ زخمی ہوئے تھے اور جاڑو دے کر کپڑے گرد آلود ہوتے تھے اور چولہے کو جلاتے جلاتے ان کے کپڑے بھی جل جاتے تھے۔۔۔۔۔۔"

اس روایت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خاتون جنت (س) جیسی ہستی گھریلو امور کو بجا لانے میں کس قدر مشقت اٹھاتی تھیں۔ یہاں تک اس دور میں آٹا پیسنے کے لئے ہاتھ سے چکی چلائی جاتی تھی اور جناب زہراء (س) یہ کام خود انجام دیتی تھیں اس وجہ سے آپؑ کے مبارک ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے تھے۔ اسی طرح کے دیگر گھر کے امور بھی خود بجا لاتی تھیں حتی کہ بعد میں جب جناب فضہ آپؑ کی خدمت کرنے آئی تب بھی کمال انصاف دیکھیے کہ

آپؑ نے گھریلو کاموں کو بجا لانے کے لئے باری لگائیں اور ایک دن جناب زہراء (س) خود ان امور کو انجام دیتی تھیں اور ایک دن جناب فضہ انجام دیا کرتی تھیں۔

یہی وجہ ہے کہ روایات میں ملتا ہے کہ ایک دن جناب ام ایمنؓ جب آپؑ سے ملنے آئی تو انہوں نے عجیب منظر دیکھا کہ چکی خود بخود چل رہی ہے۔امام حسینؑ کا جھولا بھی کوئی جھلا رہا ہے اور تسبیح کی آواز بھی آرہی ہے حالینکہ دیکھتی ہے کہ جناب سیدہ (س) آرام فرما رہی ہیں۔ام ایمنؓ پریشان ہو کر فورا حضوراکرم ﷺ کی خدمت میں آکر اس بارے آگاہ فرماتی ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تعجب کی بات نہیں دراصل آج گرمی کی شدت ہے اور میری لخت جگر آج روزہ سے تھیں اور اس کے باوجود ان امور کو بجا لانے میں مصروف تھیں کہ ان کو تھکاوٹ اور مشقت کی وجہ سے نیند آگئیں تو خدا وند متعال نے چند ملا ئکہ کو بھیجا تاکہ وہ ان امور کو بجا لا سکیں اور سیدہؑ کے یہ امور رکنے نہ پائے لہٰذا چکی چلانے والا حضرت جبرائیلؑ ہیں اور حسینؑ کا جھولا حضرت میکائیلؑ جھلا رہے ہیں جبکہ تسبیح حضرت اسرافیلؑ پڑھ رہے ہیں۔(17)

معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں اتنی مشقت کے باوجود سیدہ کونین (س) گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانے سے غافل نہیں تھیں اور ان کو عائلی نظام زندگی کو انس و محبت سے قائم رکھنے کے لئے خود بجا لاتی تھیں۔

۳۔ امور خانہ داری میں معاونت

عائلی نظام زندگی کا ایک اور اصول جو در زہراء (س) سے ہم سیکھ سکتے ہیں وہ گھریلو امور کی انجام دہی میں بیوی کی معاونت ہے۔ بہت سارے مرد ایسے ہیں جو گھریلو امور میں معاونت کو عار سمجھتے ہیں اور گھر پہنچنے کے بعد ہاتھ بھی ہلانے کو تیار نہیں ہوتے۔ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر گھر میں بھی ہم نے کام کرنا ہو تو پھر خواتین کا کیا کام رہے گا۔ اور خاتون کو جتنی بھی مشقت اٹھانی پڑے وہ آرام سے بیٹھے رہتے ہیں اور گپ شپ

وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ گھر کے کام کرنا صرف خواتین کی چٹی ہے۔ حالانکہ اگر ہمارے رہنماؤں اور پیشواؤں کی سیرت طیبہ میں دیکھیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ہستیاں امور خانہ داری میں گھر کی خاتون کی مدد کرتی تھیں۔ روایت میں ملتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس حوالے سے ارشاد فرمایا کہ

"ما من رجل یعین امراته فی بیتها الا کان له بکل شعر علی بدنه عبادة سنة....یا علی! ساعة فی خدمة البیت خیر من عبادة الف سنة"..

"تم میں سے کوئی مرد گھر میں اپنی خاتون کی مدد کرے تو اس کو اس کے بدن پر موجود ہر بال کی نسبت ایک سال کی عبادت کا ثواب ملے گا. آگے فرمایا ,یا علیؑ! گھریلو خدمت کی ایک گھڑی ایک ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔۔۔"(18)

یہ ایک طولانی روایت ہے جو بحار الانوار میں موجود ہے. ہم نے اس میں سے صرف ایک اقتباس لیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اسلام رہبانیت کا قائل نہیں کہ اپنے امور کو، بال بچوں کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول رہے بلکہ اسلام چاہتا ہے کہ انسان ان امور کو بھی اہمیت دے کہ وہ اپنے بال بچوں کو بھی ٹائم دے وہ انسان سازی کے لئے بھی کام کرے یہی وجہ ہے گھریلو امور میں معاونت کو سال کی عبادت سے بہتر قرار دیا تاکہ انسان ان امور کو بطور احسن بجا لاسکے جب ان امور کو اچھے انداز میں بجا لائیں گے تو میاں بیوی کے تعلقات میں بہتر رہی گی جب تعلقات بہتر ہوں گے تو عائلی نظام زندگی خوشگوار و پر سکون ہوگا جب عائلی نظام زندگی بہتر ہوگا تو ایسا خاندان معاشرے کو تربیت یافتہ مفید فرد دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔ یوں خاندانوں سے فرد سازی پھر ان سے معاشروں کی تعمیر و ترقی ہوگی۔ اس بارے علامہ الحمید المہاجر اپنی کتاب "اعلموا انی فاطمۃ" میں اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"گھریلو معاملات میں خاتون کی مدد کرنے کی طرف مرد کو ترغیب دلانے سے مقصود صرف یہ نہیں کہ وہ کام انجام پا سکیں بلکہ اصل مقصد اس طرح ایک دوسرے کی معاونت سے طرفین کے دلوں میں الفت و محبت پیدا ہونا ہے کیونکہ واضح سی بات ہے کہ جب گھریلو امور کو اس طرح خوشگوار طریقے سے باہمی تعاون سے بجا لائیں گے تو ایک دوسرے کی نسبت الفت ومحبت میں اضافہ ہوگا اور نہ صرف یہی بلکہ اس خوشگوار اور باہمی تعاون کا اثر اولاد پر بھی ہوگا اور یہ ان کی عملی تربیت میں کار آمد ثابت ہوگا"

جہاں ظاہری امور میں میاں بیوی کے لئے ایک دوسرے کی معاونت کرنا ضروری ہے وہاں معنوی اور تربیتی امور میں بھی لازمی ہے کہ ایک دوسرے کے لئے معاون و مددگار بنیں بلکہ ظاہری امور کی بہ نسبت معنوی امور اہم ہیں اور ظاہری کاموں میں معاونت کی تاکید کی ایک وجہ بھی یہی ہے کہ اس سے معنوی امور میں معاونت کی طرف پیشرفت ہوتی ہے۔ ایک عالم دین فرما رہے تھے کہ بعض اوقات اگر مجھ سے کوئی اخلاق کے منافی کام انجام پائے تو میری زوجہ مجھے متوجہ کراتی ہے اور ایک جملہ کہتی ہے کہ ایک عالم دین کے لئے اس طرح کا رویہ یا کام مناسب نہیں اور میں فورا اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں لہٰذا اگر میاں بیوی اخلاقی، معنوی اور روحانی امور میں بھی ایک دوسرے کے معاون ہو جائے تو یقین جانیے ان کی عائلی نظام زندگی خوشحال و خوشگوار ہوگا۔ اس حوالے سے اگر ہم سیرت سیدہ کونین(س) کا مطالعہ کریں تو امیر کائنات کا وہ تاریخی جملہ دل و دماغ میں بے اختیار ایک سرور پیدا کرتا ہے جو آپؑ نے شادی کے بعد رسالتمآب ﷺ کے استفسار کرنے پر ارشاد فرما یا تھا۔ روایات میں ملتا ہے کہ جب سیدہ کونین(س) کی رخصتی ہوگئی تو دوسرے دن نبی دو عالم ﷺ کائنات کے بہترین اور

خوبصورت ترین، مقدس اور نورانی جوڑے کی خبر لینے تشریف لائے اور پھر امیر کائنات سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"یاعلی علیه السلام! کیف وجدك اهلك فاجابه نعم العون علی طاعة الله" (19)

اے علیؑ! آپؑ نے اپنی زوجہ محترمہ کو کیسے پایا؟ تو جواب میں فرمایا؛"خداوند متعال کی عبادت میں بہترین معاون و مددگار"

اس سے اندازہ لگا یا جا سکتا ہے کہ جناب سیدہ(س) کس مقام پر فائز تھیں کہ وہ ہستی جو ہر دن ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور محراب عبادت میں تڑپتے تھے وہ فرما رہے ہیں کہ جناب فاطمہ (س) اطاعت الٰہی میں بہترین مدد گار ثابت ہوئیں۔

۴۔ کفو ہونا

عائلی نظام زندگی کی کامیابی کے لئے ایک اہم اور لازمی امر میاں اور بیوی کا ہم پلہ ہونا ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ میاں اور بیوی عائلی نظام زندگی کے دو پہیے ہیں لہٰذا اگر دونوں میں موافقت نہ ہو تو درست سمت میں چلنا مشکل ہے اور بیلنس برقرار رکھنا سخت ہوگا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر گھریلو زندگی میں افکار و عقیدہ اور ہدف میں ہم آہنگی ہو تو ایسی خانوادگی زندگی ہر زاویہ نظر سے مہر و محبت، عشق و علاقہ اور شریک حیات کے حقوق کی پاسبانی و رعایت سے معمور ہوتی ہے اور اس کے بر عکس اگر زوجین فکری، عقیدتی اور مزاج کے اعتبار سے ہم پلہ نہ ہوں تو کئی مسائل جنم لیتے ہیں اور نوبت لڑائی جھگڑوں تک جا پہنچتی ہے جس سے خاندانی نظام تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی شادی کے لئے دونوں کی رضا مندی بھی ضروری ہے اس میں جبر و اکراہ کا کسی کو اختیار نہیں۔ اس وقت بھی کچھ معاشروں میں لڑکا اور لڑکی خاص کر لڑکی کی رضا مندی کے بغیر شادی کر لیتے ہیں نتیجتاً اس قسم کے رشتے خاندانی جھگڑے اور طلاق کی نوبت تک پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں۔آئیں اس حوالے سے بھی ہم خاندان عصمت و طہارت کی روش کو دیکھتے ہیں:

روایات کے مطابق جب امیر المومنینؑ نے ختمی المرتبتﷺ سے جناب فاطمہ زہراءؑ کا ہاتھ مانگا تو آپ ﷺ نے فورا اپنی طرف سے فیصلہ نہیں فرمایا بلکہ پہلے اپنی بیٹی کی رضایت طلب کی اور پھر رشتہ کو قبول فرمایا اور بیٹی کی رضا مندی پوچھ کر تمام انسانوں اور مسلمانوں کو یہ درس دیا کہ بیٹی کی زندگی کا فیصلہ اس کی رضامندی کے بغیر کرنا تعلیمات اسلامی کے خلاف ہے اسلام نے خواتین کو خاص مقام و احترام دیا ہے۔

دوسری بات زوجین کا ہم پلہ ہونے کے حوالے سے تھا یہ بات بھی روایات میں موجود ہے کہ امیر کائنات سے پہلے دیگر کچھ اصحاب نے بھی سیدہ کونین (س) کا رشتہ مانگا تھا مگر جواب نفی میں ملا اور جب امیر کائنات نے رشتہ طلب کیا تو بیٹی کی رضایت کے بعد اس کو قبول کیا اور پھر فرمایا :

"لولا علی لم یکن لفاطمۃ کفو"، "اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہ کا کوئی کفو نہ ہوتا" (20)

معلوم ہوا کہ کامیاب ازدواجی زندگی کے لئے زوجین کا ہم فکر وہم پلہ ہونا اور افکار و عقیدے کے لحاظ سے موافق ہونا بھی ضروری ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ کامیاب خاندانی زندگی کے لئے مزاج میں بھی کچھ حد تک یکسانیت ضروری ہے۔

۵۔تربیت اولاد

یہ عائلی زندگی کا وہ اہم فریضہ ہے جو اہمیت و ضرورت کے لحاظ سے دیگر تمام فرائض سے بڑھ کر ہے اور جیسا کہ پہلے عرض کیا تھا کہ عائلی نظام زندگی کا اصل مقصد ہی معاشرے کو تربیت یافتہ افراد فراہم کرنا ہے دوسری طرف تناکحوا و تناسلوا سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ ازواج کا اصل مقصد بھی نسل انسانی کی بقاء ہے۔ظاہر ہے کہ نسل انسانی کی بقاء صرف جسمانی پرورش سے نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی پرورش بھی نا گزیر ہے یہی وجہ ہے کہ دین مقدس اسلام نے اولاد کی تربیت کو والدین کے اوپر واجب قرار دیا تاکہ وہ اس اہم

فریضہ سے غافل نہ رہیں اور معاشرے کو مفید افراد فراہم کر سکیں۔ دین مقدس نے تربیت کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ اس سے متعلق لحظہ بہ لحظہ کے اصول بیان کیا ہے۔ "الجنة تحت اقدام الامهات "(ماں کے پاوں تلے جنت ہے) کہہ کر جہان ماں کی عظمت و شان کو بیان کیا ہے وہاں ماں کی ذمہ داری کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ماں ہی وہ ہستی ہے جو اولاد کی صحیح معنوں میں تربیت کر کے ان کوجنت پہنچا سکتی ہے ماں ہی وہ ہستی ہے جس کی گود کو اولین درس گاہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ مسلم امر ہے کہ والدین کے کردار و رفتار کا اولاد پر لا محالہ اثر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم نے ارشاد فرمایا:

"كل مولود يولد فهو على الفطرة، وإنما أبواه يهودانه أو ينصرانه" (21)

یعنی: "ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے وہ فطرت (دین الٰہی) پر قائم ہوتا ہے یہ اس کے والدین ہیں جو اس کو یہودی اور نصرانی بناتے ہیں"

معلوم ہوا کہ بچے کی شخصیت سازی میں والدین کا بنیادی اور نمایاں کردار ہوتا ہے حتی کہ بعض اوقات زندگی کے پیشے بھی والدین کے اتباع میں اختیار کرتے ہیں لہٰذا عائلی نظام زندگی میں اولاد کی شخصیت سازی کس طرح سے ہونی چاہیے اور کس طرح سے اولاد کی فکری، اخلاقی اور معنوی تربیت کرے اس کے لئے بھی ہمارے لئے نمونہ خاتون جنت کا مقدس گھرانہ ہے۔ اس گھرانے کا کیا کہنا جس نے دنیا کو امام حسنؑ، امام حسینؑ اور جناب زینبؑ وام کلثوم جیسی ہستیاں عطا کی کہ جنہوں نے انسانیت کی تاریخ میں ظلم و بربریت، مکر وفریب اور عوامی استحصال کے خلاف ایسی تحریک چلائی کہ قیامت تک آنے والےانسان اس تحریک سے اپنے لئے نمونہ لیتے رہیں گے اور اس کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ اس کے بارے میں شاعر مشرق نے عقیدت کا یوں اظہار کیا:

مادر آن مرکز پرکار عشق　　مادر آں قافلہ سالار عشق

عالم انسانیت کے لئے آئیڈیل اس گھرانے سے تربیت کے چند نمونوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

ا۔ہم نے عرض کیا کہ زوجین کے تعلقات و روابط اور کردار و رفتار کا اولاد پر گہرا اثر ہوتا ہے۔اس حوالے سے اس گھرانے کا کیا کہنا جس میں ایک طرف ایمان کل ہو تو دوسری طرف عالمین کے خواتین کی رہنما و بضعۃ منی کا مصداق ہولہٰذا ان کے سیرت و کردار کا گہرا اثر ان کی اولاد پر ہو۔ یہی وجہ ہے بیٹے تو بیٹے ہیں ان کی بیٹی نے بھی دربار زیاد ویزید کے ایوانوں کو ہلا دیا اور اس طرح سے خطبے دیئے کہ لوگوں کو علیؑ یاد آگئے۔

۲۔بچے کی ولادت کے بعد نام رکھنے کا مرحلہ آتا ہے۔تو روایات میں ہے کہ جناب امیر کائناتؑ اور سیدہ کونین(س) نے اپنے کسی بچے کا نام رسالت مآب ﷺ کی رائے کے بغیر نہیں رکھا اور رسالت مآب ﷺ نے وحی الٰہی کے مطابق اولاد زہراءؑ کے نام تجویز کئے۔ چونکہ نام کی بھی ایک تاثیر ہوتی ہے اس وجہ سے ہمیں بھی حکم یہی ہے کہ اپنے بچوں کے نام رکھنے میں اس کے معانی کی طرف ضرور توجہ رکھے اور انبیاء و آئمہ اور خاندان عصمت و طہارت کے مقدس اور خوبصورت اسماء کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی اور دروازے پر جانے کی احتیاج نہیں۔ یاد رہے فلمی ایکٹرز، ڈرامہ نگار، اینکر پرسنز، کرکٹرز اور سیاستدانوں کے نام سے بچے کو موسوم کرنا کوئی فخر کی بات نہیں۔

۳۔اس بات سے بھی انکار نہیں کہ ماں کی گود بچے کے لئے اولین درسگاہ ہے۔ روایات کے مطابق جناب زہراء ہمہ وقت، بچوں کی دیکھ بال کے دوران ہو یا گھریلو دیگر امور کی انجام دہی ہو، تسبیح خدا میں بھی مصروف ہوتی تھیں۔یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ماووں کو بھی حکم ہے کے بچے کی پرورش کے دوران عموماً اور دودھ پلانے کے اوقات میں خصوصا تسبیح و تقدیس پڑھتی رہیں اس کا اولاد پر گہرا اثر ہوتا ہے حتی کہ ایام حمل میں بھی تلاوت قرآن اور

دعا و مناجات کی تلاوت کی زیادہ تاکید کی گئی ہے ان تمام امور کا بچے کی شخصیت سازی میں نمایاں اثر ہوتا ہے۔

۴۔بچوں کی عملی تربیت

یہ بنیادی اور اہم نکتہ ہے کہ زبانی اور قولی رہنمائی سے زیادہ عملی تربیت موثر و مفید ہوتی ہے اور گھر میں بچے خاندان والوں کے، خاص کہ والدین کے عملی کردار سے اور گھر کے ماحول سے زیادہ سیکھتے ہیں اور والدین کی روش اور چال چلن کو غیر محسوس طریقے سے جذب کرتے ہیں، اسی وجہ سے تو امیر کائناتؑ نے فرمایا کہ بچوں کا ذھن خالی زمین کی طرح ہے جس میں جو کچھ بوئیے گا کل وہی چیز اگے گی اور اسی کے مطابق ثمرہ ملے گا۔

امام حسنؑ سے ایک روایت منقول ہے جس میں آپؑ فرماتے ہیں:

"رایت امی فاطمة قامت فی محرابها لیلة جمعتها فلم تزل راکعة ساجدة حتی اتضح عمود الصبح وسمعتها تدعو للمومنین والمومنات و تسمیهم وتکثر الدعاء لهم ولا تدعو لنفسها بشیء فقلت لها یا اماه! لم لا تدعین لنفسك فقالت؛ یا بنیا لجار ثم الدار" (22)

"میں نے جمعہ کی رات اپنی مادر گرامی فاطمہ زہراء (س) کو محراب عبادت میں دیکھا، میری مادر گرامی صبح تک رکوع و سجود میں مشغول رہی اور میں نے سنا کہ مادر گرامی مومنین و مومنات کے لئے دعا کرتی رہیں اور ان کے نام لیتی رہیں اور ان کیلئے بہت زیادہ دعائیں کیں مگر اپنی ذات کیلئے کوئی دعا نہیں مانگی اور کسی چیز کو طلب نہیں کیا تو میں نے مادر گرامی سے پوچھا: آپ اپنے لئے کیوں دعا نہیں کرتی؟ تو جواب میں فرمائی "بیٹا پہلے پڑوسی پھر گھر"

اس ایک عمل کے ذریعے بی بی پاک (س) نے کئی عملی تربیت کے نمونے واضح دیئے۔ سب سے پہلے بچوں کے سامنے اس طرح رات بھر عبادت کر کے عبادت الٰہی کی اہمیت اور معبود کی معرفت و پہچان کے لازمی ہونے کو آشکار فرمایا۔ اس کے بعد اپنی دعاؤں میں دوسروں

کو یاد رکھنے کا عملی نمونہ پیش کیا اور امام حسنؑ کے سوال کرنے پر "الجار ثم الدار" کہہ کر پڑوسیوں کے حقوق اور ایثار وقربانی کا درس دیا ساتھ ہی خود غرضی اور خود پسندی جیسی اخلاق رزیلہ سے بچنے کی عملی تصویر پیش کیں۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ملتا ہے کہ حضرت فاطمہ (س) اپنے بیٹوں سے استفسار کیا کرتیں تھیں کہ آج نانا کی مبارک زبان سے کونسی حدیث بیان ہوئی اور آج کونسی آیت نازل ہوئی، آج مسجد میں کون سے کارنامے بجا لائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابو الحسن امام علیؑ تشریف لاتے تو خاتون جنت فرماتی یاعلیؑ! آج مسجد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فلاں حدیث بیان ہوئی۔ امیر کائنات استفسار کرتے: اے دختر رسول! آپ کو کیسے معلوم ہو جاتی ہے؟ تو فرماتی؛ آپ کے بڑے شہزادے حسن مجتبیٰؑ مجھے آگاہ کرتے ہیں۔

اس سے ہمیں یہ نمونہ عمل ملتا ہے کہ اپنی اولاد کو محافل و مجالس سے واپس آنے کے بعد بجائے یہ پوچھنے کے کہ آج نیاز میں کیا تھا؟ آپ کو کالے کپڑے اچھے لگے نا؟؟ یا اس طرح کے لا یعنی چیزوں کے بارے سوال کرنے کے ان سے ان مجالس و محافل میں بیان ہونے والے واقعات کے بارے سوال کریں کہ آج کونسا واقعہ بیان ہوا یا آج کس امام کی شہادت تھی؟ امامؑ نے اتنی بڑی قربانی کیوں دی تھی؟ آپ امامؑ کے لئے کیا کرنا چاہتے ہیں؟؟ اگر ہم اس طرح عملی تربیت کرینگے تو ہماری اولادیں ہیرے بن کر ابھریں گی۔

روایات میں منقول ہے کہ جناب زہراءؑ اپنے بچوں کو اقوال و افعال کے ذریعے سے اخلاص وایثار، سخاوت و شجاعت، عبادت و ریاضت، آداب و اخلاق اور امانتداری و فروتنی کا درس دیا کرتی تھیں ایک نمونہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

آپ اپنے بیٹے امام حسنؑ کو فرمایا کرتی تھیں۔

"اشبه اباك یاحسن، واخلع عن الحق الرسن واعبد له ذا المین ولا توال ذا الاحن"

"اے حسن! اپنے والد کی طرح بنو اور حق کی گردن سے رسی اتار کر پھینکو اور نعمت عطا کرنے والے خدا کی عبادت کرو اور کینہ پرستوں کو دوست مت رکھو (23)۔"

اس سے اندازہ لگا لیجیے کہ خاتون جنت(س) کس طرح اپنے بچوں کی شخصیت سازی پر کس طرح توجہ دیتی تھیں اور کس قدر محبت وشفقت سے ان کی پرورش کرتی تھیں یہی وجہ ہے کہ بوستان زہراءؑ میں کھلنے والے پھولوں نے پورے عالم اسلام کو اپنی خوشبو سے معطر کیا اور اسلام و انسانیت کے محسن قرار پائے۔

نتیجہ بحث: اس بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انسان فطرتاً ایک معاشرتی مخلوق ہے اور سماج میں اپنی معمولات زندگی میں ایک دوسرے کی محتاج ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان کی شخصیت کی تربیت ہو تاکہ وہ سماج میں ایک مفید فرد بن کر ابھرے۔ دوسری طرف اس بنیادی اور اہم کام کی اولین ذمہ داری سماجی ادارہ خاندان کی ہے جس میں رہن سہن اور کردار و رفتار کو عائلی نظام زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔آج اگر سماج میں جرائم نسبتاً زیادہ ہیں اور جنسی بے راہ روی، قتل وغارت گری، چوری، بے احترامی، حیوانیت اور سنگدلی میں معاشرہ جکڑا ہوا ہے اور گھریلو ناچاقیاں، رشتہ داروں میں لڑائی جھگڑے، والدین سے بد سلوکی، خواتین سے ناروا سلوک اور طلاق جیسے مسائل معاشروں میں رونما ہو رہے ہیں تو یہ سب عائلی نظام کے اصولوں سے عدم آگاہی یا ان اصولوں سے چشم پوشی اختیار کرنے کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا ان مسائل کے حل کے لئے ہمیں عائلی نظام زندگی کے اصولوں سے آگاہی کے ساتھ ساتھ ایک آئیڈل بھی چاہیے تاکہ ہمیں عملی طور پر ان اصولوں کا اطلاق سمجھ میں آجائے۔ لہٰذا دیگر تمام امور کی طرح دین مقدس اسلام نے عائلی نظام زندگی کے لئے بھی نمونہ عمل خاندان عصمت و طہارت کو قرار دیا ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔علم عمرانیات) نصابی کتاب (، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، یونٹ ۔۱۴، ص ۵۴۷

2۔ایضا، ص ۵۵۰

3۔المہاجر، عبد الحمید، اعلموا انی فاطمہ، ج ٦، ص، ۱۲۴، (کتاب ہذا سے مفہوم کو اخذ کیا ہے)

4۔النساء: ۳۴

5۔ نجفی، شیخ محسن علی، البلاغ القرآن، ص ۱۱۵

6۔طہ: ۱۳۲

7۔التحریم:٦

8۔المجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج- ۴۳، ص ۳۹، باب "مناقبھا و لبعض احوالھا، الطبعہ الثانیہ، ۱۹۸۳ء، موسسۃ الوفاء، بیروت لبنان

9۔ایضا، ص ۱۹ ، صحیح بخاری، ج ،3، کتاب الفضائل باب مناقب فاطمہ، ص1374

10۔ایضا، ص ۴۳

11۔ایضا، ص،۳۷۹

12۔ من لا یحضرہ الفقیہ، ج-۳، ص ۲۷۷

13۔المجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج- ۴۳، ص ۱۴۳، الطبعہ الثانیہ، ۱۹۸۳ء، موسسۃ الوفاء ،بیروت لبنان

14۔الانصاری الزنجانی،اسماعیل، الموسوعۃ الکبری عن فاطمۃ الزہرا س، ج ۱۷،ص ۱۲۵،الطبعۃ الثانیہ ۱۴۲۹ھ، قم ایران، بحار الانوار،ج۴۳، ص ۳۱۔

15۔ایضاً، ص۱۲۹

16۔ایضاً، ص۱۱٦، بحار الانوار، ج ۴۳، ص۸۲

17۔المہاجر، عبد الحمید، اعلموا انی فاطمۃ، ج ۔۳ ،ص ، ۴۵، الطبعہ الاولی، دار الکتاب، بیروت ۔لبنان

18۔بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۱۳۲،

19۔المہاجر، عبد الحمید، اعلموا انی فاطمۃ، ج ۔۳ ،ص ، ۵۹۸، الطبعہ الاولی، دار الکتاب، بیروت ۔لبنان

20۔اصول کافی، ج۔۱ ص ۵۲۸۔ باب، ۱۱ 4 مولد الزہراء س

21۔ تصحیح اعتقادات الإمامیۃ - الشیخ المفید ص60 ،62

22۔بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۸۲

23۔ایضاً

آیت اللہ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی

سورہ کوثر کی مصداق

یہ خود اسلام کا ایک معجزہ ہے، یعنی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنی مختصر سی عمر میں اس مقام پر فائز تھیں کہ سیدہ نساء عالمینؑ کہلائیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ تاریخ کی تمام مقدس خواتین سے افضل ہیں، کیا چیز سبب بنی؟ کون سی طاقت تھی؟ متحول کرنے والی کون سی عمیق باطنی قدرت تھی کہ جس نے اتنی مختصر مدت میں ایک انسان کو معرفت، عبودیت، پاکیزگی اور معنوی بلندیوں کا ایسا بحر بیکراں بنادیا یہ خود اسلام کا معجزہ ہے۔

دوسری طرف آپ کی نسل مبارک ہے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا سورہ کوثر کی مصداق قرار پانا اگر ہماری احادیث میں نہ بھی آیا ہوتا تب بھی اس سورہ کی مصداق آپ ہی تھیں۔ خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہر امام معصومؑ پر خدا کا اتنا کرم ہے کہ دنیا، پاک زبانوں سے نکلنے والے فردی، سماجی اور دنیاوی وآخروی دلنواز نغموں سے بھری ہوئی ہے، آپ ملاحظہ کیجئے کہ حسین ابن علیؑ، زینب کبریٰؑ، امام حسن مجتبیٰؑ، امام صادقؑ، امام سجادؑ اور دیگر ائمہؑ کے جملوں اور تعلیمات کا معرفت و معنویت کی دنیا میں کیا عالم ہے، یہ ہے نسل فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا۔

ہمیں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہئے، ابھی کچھ اشعار میں بھی یہی بات کہی گئی ہے، صدیقہ کبری فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے تولیٰ رکھنا ہمارے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔ خدا کا شکر کہ ہم نے انہیں پہچانا، خدا کا شکر کہ ہم نے خود کو ان کی عنایت سے متوسل کیا، خدا کا شکر کہ ہم نے ان کے وجود جیسی نعمت کی قدر پہچانی اور ان سے توسل کیا، ان سے معرفت چاہی اور ان سے محبت کی، یہ خدا کی بہت بڑی نعمتیں ہیں ہمیں ان کی حفاظت کرنی چاہئے۔

(حضرت فاطمہ زہراؑ کے یوم ولادت کے موقع پر ذاکرین اہل بیتؑ سے خطاب)

مقام و منزلت حضرت زہراء سلام اللہ علیہا

بحوالہ امام خمینیؒ

سید رمیز الحسن موسوی*
srhm2000@yahoo.com

کلیدی کلمات: امام خمینیؒ، یوم خواتین، حضرت جبرائیلؑ، اہل بیت اطہارؑ، اسلامی انقلاب

خلاصہ

امام خمینیؒ کی سیاسی واجتماعی روش قرآن اور اہل بیت اطہار کی سیرت پر استوار ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی انقلاب کی کامیابی میں مردوں کے ساتھ خواتین نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ حضرت امام خمینیؒ نے اسلامی انقلاب کے دوران خواتین کے کردار کو خصوصی اہمیت دی ہے اور اسی سلسلے میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو مسلمان خواتین کے لئے اُسوہ اور نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے مقام و منزلت کے متعلق حضرت امام خمینیؒ نے جو کچھ بیان کیا ہے یا لکھا ہے، اُسے اس مقالے میں مختصر انداز میں مرتب کرکے پیش کیا گیا ہے۔امامؒ کے مطابق حضرت فاطمہؑ کے سب ناموں میں اُن کا "محدثہ" ہونا اس بی بی کی سب سے بڑی فضیلت ہے اور اُن کے معنوی مقام و منزلت کی دلیل ہے۔ حضرت فاطمہؑ کی دوسری بڑی خصوصیت اُن کی سادہ زندگی ہے۔اس قدر سادہ زندگی کے باوجود اُن کے وجود کی معنوی برکات اور نورانیت پوری کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔ حضرت فاطمہؑ کے خطبات اور بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معاشرے کے سیاسی واجتماعی مسائل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں امام خمینیؒ کے لئے فخر مباہات کے اسباب میں سے ایک سبب حضرت فاطمہ کا صحیفہ بھی ہے کہ جو اللہ کی طرف سے حضرت زہراؑ کو الہام شدہ عطیہ ہے۔اہل بیتؑ، قرآن کے ہم پلہ وہ عظیم معنوی سرمایہ ہیں کہ جس کے بارے میں حساسیت ایمان کی علامت ہے اور جناب زہراء سلام اللہ علیہا کی توہین اسلام ودین کی توہین ہے اور اس پر رد عمل دکھانا امام خمینیؒ جیسے عالم ربانی ہی کا خاصہ ہے۔ دین اسلام میں جناب زہراءؑ کا مقام و منزلت اس قدر زیادہ ہے کہ عصر حاضر کی سب سے منفرد اسلامی حکومت کے بانی اس دور میں جناب زہراء سلام اللہ علیہا کو مسلمان عورت کے لئے نمونۂ عمل قرار دیتے ہوئے اُن کے یوم ولادت کو، یوم خواتین قرار دیتے ہیں اور پچھلے چالیس سال سے یہ دن یوم خواتین کے عنوان سے منایا جارہا ہے۔

*۔مدیر مجلّہ سہ ماہی نور معرفت، نور الہدیٰ مرکز تحقیقات (نمت) بارہ کہو، اسلام آباد

حضرت امام خمینیؒ کا شمار اس دور کی اُن نابغہ علمی و دینی شخصیات میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے دین اسلام کے احیا میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ امام خمینیؒ کی تعلیمات اور سیاسی واجتماعی روش کی اساس قرآن اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی سیرت وسنت پر استوار ہے۔ لہٰذا امام خمینیؒ نے اپنے سیاسی تحریک کے دوران اور پھر اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اسلامی حکومت کی بنیاد رکھنے میں بھی دین اسلام کے انہی دو بنیادی سرچشموں کو اپنی سیاسی فعالیت کا مبنی قرار دیا ہے۔ امامؒ اُمت کی رہنمائی اور قیادت میں قرآن وسیرت اہل بیتؑ کو بنیادی مقام دیتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی انقلاب کی کامیابی میں جہاں مردوں نے بھرپور کردار ادا کیا ہے وہاں خواتین نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور یہ کہنا غلط نہیں کہ اگر ایران کے اسلامی انقلاب میں خواتین نہ ہوتیں تو شاید ہی یہ انقلاب پروان چڑھتا اور اسلامی حکومت قائم ہوتی۔

حضرت امام خمینیؒ نے اسلامی انقلاب کے دوران اور اس کے بعد اس کے دوام میں خواتین کے کردار کو خصوصی اہمیت دی ہے اور اسی سلسلے میں اہل بیت اطہارؑ کی خواتین خصوصا حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو مسلمان خواتین کے لئے اُسوہ اور نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس انقلابی اور دینی رہنما نے جناب زہراء سلام اللہ علیہا اور اُن کی دختر حضرت زینب عالیہ سلام اللہ علیہا کے فردی واجتماعی سیرت کو مسلمان خواتین کے لئے نمونہ عمل قرار دیا ہے اور ان دونوں مخدرات عصمت وطہارت کے مقام ومنزلت کے بارے میں بہت کچھ بیان کیا ہے۔ جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے مقام ومنزلت کے متعلق حضرت امام خمینیؒ نے جو کچھ بیان کیا ہے یا لکھا ہے، اُسے اس مقالے میں مختصر انداز میں مرتب کرکے پیش کیا گیا ہے۔ یہاں جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے اسمائے مبارکہ خصوصاً آپؑ کا محدثہ ہونا، آپؑ کی عظمت وفضیلت، سادہ زندگی، خطبات، صحیفہ فاطمہؑ اور دشمنان اسلام کے خلاف قیام، اپنے پدر گرامی کی تبلیغ اسلام میں معاونت اور خواتین کے لئے اُسوہ ونمونہ عمل ہونے کے متعلق اس انقلابی شخصیت کے بیانات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ امام خمینیؒ کی سیرت وروش، حضرت فاطمہ زہراءؑ کے نورانی مکتب ہی کا عکس ہے جس کے سیاسی ومعنوی سیر وسلوک میں جناب زہراء سلام اللہ علیہا کی واضح جھلک نظر آتی ہے۔ خصوصاً خواتین کی سیاسی و اجتماعی تربیت و رہنمائی کے حوالے سے مکتب فاطمیہ کے اس شاگرد

نے ہمیشہ خواتین کے لئے دختر رسول اسلام ﷺ کو بطور نمونہ پیش کیا ہے اور ان کے عظمت و جلالت کے سامنے خواتین اسلام کو خضوع و خشوع اختیار کرنے کی تاکید کی ہے۔

ا۔ولادت باسعادت

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت تاریخ اسلام بلکہ تاریخ انسانیت کے اہم ترین واقعات میں سے ایک واقعہ ہے چونکہ یہ ایک ایسی خاتون کی ولادت باسعادت کا دن ہے، جس سے انسانیت کی ہدایت کا سلسلہ وجود میں آنا تھا۔ اسی لئے ہمارے علمائے کرام نے جناب زہراء سلام اللہ کی ولادت کے دن کو خصوصی اہمیت دی ہے منجملہ امام خمینیؒ نے بھی اس دن کے بارے میں خصوصی پیغامات جاری کئے ہیں جن میں سے چند پیغامات کو بطور نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

تمام انسانی کمالات کی مظہر

"ایک ایسی خاتون دنیا میں آئی جو تمام مردوں کی ہم پلہ ہے۔ ایک ایسی عورت دنیا میں آئی جو انسانیت کا نمونہ ہے۔ ایک ایسی خاتون پیدا ہوئی جس کے اندر انسان کے جملہ کمالات جلوہ گر ہیں"۔(1)

فخر کائنات اور برگزیدہ انسانوں کی مربی

امام خمینیؒ نے جناب زہراء سلام اللہ علیہا کی ولادت کی اہمیت کے پیش نظر اس دن کو یوم خواتین قرار دیا ہے لہٰذا وہ اس دن کی اہمیت کے بارے میں کہتے ہیں:

"ایران کی عظیم الشان ملت خاص کر عورتوں کو خواتین کا یہ بابرکت دن مبارک ہو۔ اس تابندہ ہستی کا متبرک دن جو تمام انسانی کمالات اور دنیا میں اللہ کے خلیفہ کی جملہ خوبیوں کی بنیاد ہیں۔ جمادی الثانی کی بیسویں تاریخ کا اعلیٰ انتخاب زیادہ بابرکت اور زیادہ گرانقدر ہے۔ یہ ایک ایسی خاتون کی ولادت کا قابل فخر دن ہے جو تاریخ کا ایک معجزہ اور کائنات کی مایہ ناز ہستی ہیں۔ اس خاتون نے ایک معمولی سے کمرے اور معمولی سے مکان سے ایسے انسانوں کی تربیت کی جن کا نور زمین سے لے کر عالم افلاک کے آخری حصے تک، نیز اس عالم ملک سے لے کر ملکوت اعلیٰ کے آخری حصے تک روشن ہے۔ اللہ کا درود وسلام ہو اس سادہ و معمولی حجرے پر جو عظمت الٰہی کے نور کی جلوہ گاہ اور حضرت آدمؑ کی برگزیدہ اولاد کی تربیت گاہ ہے"۔(2)

۲۔ حضرت زہراءؑ کے اسمائے گرامی

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے بہت سے نام تھے، حضرت فاطمہ زہراءؑ کا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھا گیا ہے۔(3)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت فاطمہ سلام اللہ کے ۹ نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظمت رکھتے ہیں:

۱۔ فاطمہ: (ہر قسم کی پلیدی اور برائی سے جدا کی گئی ہستی)، ۲۔ صدیقہ: (بہت زیادہ سچی)، ۳۔ مبارکہ (بابرکت)، ۴۔ طاہرہ (پاکیزہ)، ۵۔ زکیہ (پاک)، ۶۔ راضیہ (خدا کی رضا پر راضی اور خوش)، ۷۔ مرضیہ (خدا کی پسندیدہ)، ۸۔ محدثہ (جس ہستی کے ساتھ فرشتے باتیں کرتے ہیں)، ۹۔ زہراء (درخشندہ)۔(4)

یہ تمام نام حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی اعلیٰ انسانی خصوصیات اور صفات کا ایک جلوہ پیش کرتے ہیں۔ امام خمینیؒ نے بھی اپنے کلام میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے اسماء اور القاب کا تذکرہ کیا ہے منجملہ اُنھوں نے اپنی تقاریر میں جو نام اور القاب زیادہ استعمال کئے ہیں، وہ فاطمہ، زہرا، مرضیہ، طاہرہ اور کوثر ہیں اور بعض اوقات "صدیقہ طاہرہ"، "فاطمہ زہرا" اور "زہرائے مرضیہ" کی ترکیب بھی استعمال کی ہے۔ ایک جگہ امام خمینیؒ کوئی خاص نام ذکر کئے بغیر ایک معتبر روایت کے حوالے سے "جناب فاطمہؑ کے پاس حضرت جبرائیل امینؑ کی آمد و رفت" کو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی سب سے بڑی فضیلت کے طور پر یاد کرتے ہیں۔(5)

روایات میں ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت فاطمہؑ کے دن بہت سخت گذر رہے تھے لہٰذا حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے اور اُنہیں تسلی دینے کے علاوہ آئندہ کے حالات سے باخبر کرنے لگے تھے۔ اسی لئے حضرت فاطمہؑ کو "محدثہ" کہا جاتا ہے یعنی؛ وہ ہستی جس سے فرشتے باتیں کرتے ہیں۔ جیسا کہ روایت کے الفاظ ہیں:

"عن ابی عبداالله (ع) قال: انما سمیت فاطمة، محدثه، لان الملائکة کانت تهبط من السماء فتنادیها کما تنادی مریم بنت عمران. فتقول: یا فاطمةُ ان الله اصطفاك و طهرك و

اصطفاك على نساءالعالمين. يا فاطمة اقنتي لربك و اسجدي و اركعي مع الراكعين فتحدثهم و يحدثونها، فقالت لهم ذات ليلة: أليست المفضّلة على نساء العالمين مريم بنت عمران؟ فقالوا: ان مريم كانت سيدة نساء عالميها و ان االله عزوجل جعلك سيدة نساء عالمك و عالمها و سيدة نساء الاولين والآخرين "۔(6)

یعنی: "حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت فاطمہؑ کو "محدثہ" کہتے ہیں کیونکہ فرشتے آسمان سے اُترتے تھے اور جس طرح حضرت مریم بنت عمران سلام اللہ علیہا سے کلام کرتے تھے، اسی طرح حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے بھی گفتگو کرتے تھے۔ فرشتے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا سے کہتے تھے: اے فاطمہؑ! اللہ تعالیٰ نے نے تجھے برگزیدہ اور طاہرہ بنایا ہے اور تجھے تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت عطا کی ہے۔ اے فاطمہؑ! اپنے رب کی اطاعت کرتی رہو اور رکوع کرنے والوں (نماز گزاروں) کے ساتھ رکوع اور سجدہ کرتی رہو۔ حضرت فاطمہؑ فرشتوں کے ساتھ باتیں کرتی تھیں اور فرشتے بھی اُن کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ ایک رات حضرت فاطمہؑ نے فرشتوں سے پوچھا: کیا پوری کائنات کی عورتوں پر حضرت مریم بنت عمرانؑ فضیلت نہیں رکھتیں؟ تو فرشتوں نے کہا: حضرت مریمؑ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو کائنات کی عورتوں کی سردار قرار دیا ہے، اپنے زمانے میں بھی اور حضرت مریمؑ کے زمانے میں بھی۔ آپؑ اولین وآخرین عورتوں کی سردار ہیں۔

۲۔ معنوی مقام اور عظمت

اگرچہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نبوت وامامت جیسے اجرائی مناصب پر فائز نہیں تھیں، لیکن ایک انسان کے لئے جتنا بھی معنوی مقام ومرتبہ ممکن ہے، اس پر بی بی دوعالم فائز نظر آتی ہیں۔ امام خمینیؒ اپنے علمی و فقہی اور فلسفی ذوق کی وجہ سے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے تمام معنوی مقامات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"احادیث وروایات کی روشنی میں بنیادی طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ ہدیٰؑ اس عالم سے پہلے عرش کے سائے میں موجود کچھ نور تھے۔ انعقاد نطفہ اور طینت کے لحاظ سے بھی وہ دیگر لوگوں سے

ممتاز ہیں۔(7)اسی طرح وہ بہت سارے درجات کے حامل ہیں۔ چنانچہ احادیث معراج میں جبرئیل عرض کرتے ہیں: (لَوْ دَنَوتُ نُمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ) یعنی اگر میں ایک انگشت برابر بھی نزدیک ہوتا تو جل جاتا۔ نیز معصومینؑ فرماتے ہیں: (اِنَّ لَنا مَعَ اللهِ حالات لا یَسَعُهُ مَلَكٌ مُقَرَّب وَلا نَبِیّ مُرْسَل) یعنی اللہ کے ہاں ہم کچھ ایسی حیثیتوں کے حامل ہیں جو نہ کسی مقرب فرشتے کو حاصل ہو سکتی ہیں نہ کسی نبی مرسل کو۔

یہ بات ہمارے اصول مذہب میں شامل ہے کہ ائمہؑ کو مسئلہ حکومت سے قطع نظر بھی یہ خصوصیات حاصل ہیں۔ اسی طرح روایات کی روسے یہ معنوی درجات حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے لئے بھی حاصل اور ثابت ہیں۔ (8) حالانکہ آپ نہ حاکم تھیں نہ قاضی اور نہ خلیفہ۔ یہ درجات حکومتی مناصب سے اور عہدوں سے ماورا ہیں۔ اسی لئے جب ہم کہتے ہیں کہ حضرت زہراء قاضی و خلیفہ نہیں تو اس کا لازمہ یہ نہیں کہ وہ ہماری طرح ہیں یا انہیں ہمارے اوپر معنوی برتری حاصل نہیں"۔(9)

۳۔ پیغمبر اکرم ﷺ اور اہل بیتؑ کی جملہ خوبیوں کی حامل ہستی

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا خاندان عصمت وطہارت کا مرکز و محور ہیں اور حدیث کساء میں بھی وہ اپنے اسی مقام کے سبب مرکزی کردار کی حامل خدا کی برگزیدہ خاتون قرار پاتی ہیں۔ واقعہ مباہلہ میں بھی سیدہ کا کردار مرکزیت کا حامل ہے اور اہل بیت اطہارؑ کی اساس وبنیاد جناب زہراءؑ ہی قرار پاتی ہیں۔ اس مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام خمینیؒ کہتے ہیں:

"حضرت زہراء سلام اللہ علیہا خاندان وحی کی قابل افتخار خاتون ہیں۔ آپ ایک آفتاب کی طرح اسلام کی پیشانی پر چمکتی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے بعد آپ اور خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام کے فضائل بیکراں ہیں۔ آپ وہ خاتون ہیں جس کی تعریف ہر ایک نے ہر زاوئے سے کی ہے لیکن پھر بھی آپ کی تعریف کا حق ادا نہ ہوا۔ وہ احادیث جو خاندان وحی سے مروی ہیں وہ سامعین کے فہم کے مطابق ہیں جبکہ دریا کو کوزے میں بند کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح

دوسروں نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنی فہم کے مطابق کہا ہے نہ کہ آپ کے حقیقی مرتبے کے مطابق"۔(10)

۷۔ مصحف فاطمہؑ

جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹنے لگے تھے اور دختر رسولؐ پر یہ ایام بہت ہی سخت اور گراں تھے، جن کا اظہار اُنہوں نے ان اشعار کی شکل میں کیا ہے:

ماذا علی من شم تربة أحمد　أن لا یشم مدی الزمان غوالیا

صبت علیّ مصائب لو أنها　صبت علی الأیام صرن لیالیا(11)

لہٰذا اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل امینؑ حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے اور تسلی و تشفی کے ضمن میں بہت سے الٰہی معارف بھی بیان کئے۔ صحیفہ فاطمیہ انہی ایام کی یادگار ہے جنہیں حضرت علی علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے لکھا ہے۔ اس سلسلے میں امام خمینیؒ کہتے ہیں: "رحلت رسول ﷺ کے بعد جبرئیل آتے تھے اور حضرت فاطمہؑ کے لئے غیب کی خبریں لاتے تھے۔ امیر المومنین انہیں لکھتے تھے۔ یہی مصحف فاطمہ ہے"۔(12)

۴۔ جبرئیلؑ کی رفت وآمد

ملائکہ اور فرشتے اس کائنات کی مقدس ترین مخلوق ہیں جو پوری کائنات پر الٰہی نظام کو چلانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کامل، فرشتوں سے افضل مخلوق ہے اور فرشتوں کا انسان کے ساتھ رابطہ اس انسان کے کامل ہونے کی دلیل ہے جیسا تمام انبیائے علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ اسی نوری مخلوق کے ذریعے انجام پاتا ہے۔ فرشتے اور ملائکہ فقط انبیائے کرام ہی سے رابطہ برقرار نہیں کرتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر باتقویٰ انسان کے ساتھ رابطہ برقرار کرسکتے ہیں۔ جس پر بہت سی عقلی و نقلی ادلہ موجود ہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں امام خمینیؒ جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے خدا کے نزدیک بلند مقام کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"میں جناب صدیقہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ ان کا ذکر کروں۔ میں صرف ایک روایت پر اکتفا کروں گا جو کافی شریف میں مذکور ہے اور معتبر سند کے ساتھ نقل ہوئی ہے وہ روایت یہ ہے کہ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں: "فاطمہ سلام اللہ علیہا اپنے بابا کے بعد ۷۵ دن زندہ رہیں یعنی اس دنیا میں رہیں۔ اس دوران ان پر شدید حزن و غم طاری رہا۔ جبرئیل امینؑ ان کی خدمت میں آتے تھے، انہیں تسلی دیتے تھے اور مستقبل کی باتیں بتاتے تھے"۔(13)

روایت کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان ۷۵ ایام کے دوران ایک رابطہ برقرار تھا، یعنی جبرئیلؑ کی رفت وآمد زیادہ تھی۔ میں گمان نہیں کرتا کہ صف اول کے انبیائے عظام کے علاوہ کسی اور کے بارے میں یہ مروی ہو کہ ۷۵ دنوں تک جبرئیلؑ کی رفت وآمد جاری رہی ہو اور مستقبل میں واقع ہونے والے واقعات کا ذکر کیا ہو اور آپ کی ذریت کے ساتھ مستقبل میں بیتنے والے حالات بتائے ہوں۔ حضرت امیرؑ اس الہامی تعلیمات کو لکھتے تھے جس طرح آپ رسول ﷺ کے کاتب وحی تھے۔ البتہ وہ وحی جو تنزیل احکام سے عبارت ہے رسول ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ پس آپ ان پچھتر دنوں میں حضرت صدیقہ پر الہام شدہ تعلیمات کے کاتب تھے۔

۵۔ جبرئیل اور حضرت زہراؑ میں روحانی یکسانیت

جس انسان سے ملائکہ وہ سب سے بڑا ملک یعنی؛ حضرت جبرائیلؑ رابطہ برقرار کرتا ہے تو یہ اس انسان کے تقدس اور پاکیزگی کی دلیل ہے۔ اسی مطلب کو حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی سب سے بڑی فضیلت قرار دیتے ہوئے امام خمینیؒ لکھتے ہیں:

"کسی انسان کے پاس جبرئیل کا آنا کوئی معمولی بات نہیں۔ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ جبرئیلؑ ہر کسی کے پاس آتا ہے یا ایسا ممکن ہے بلکہ جبرئیلؑ کے کسی کے ہاں آنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک قسم کی مناسبت موجود ہو۔ یعنی جس شخص کے پاس جبرئیلؑ اترے اس کی روح اور خود جبرئیلؑ جو روح اعظم ہے کے درمیان مناسبت ہو خواہ ہم اس بات کے قائل ہوں کہ تنزیل سے مراد خود اس ولی یا رسول کی روح اعظم کے ذریعے جبرئیلؑ کا نزول ہے یعنی وہ اسے نازل کرتی ہے اور نچلے مرحلے تک اتارتی ہے یا ہم یہ کہیں کہ ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جبرئیلؑ کو حکم دیتا ہے کہ جاؤ اور یہ باتیں بتاؤ۔ پس

خواہ ہم وہ بات کریں جو بعض اہل نظر کہتے ہیں یا یہ بات کریں جو کچھ اہل ظاہر بتاتے ہیں۔ بہر حال جب تک اس شخص جس کے پاس جبرئیلؑ آتے ہیں کی روح اور خود جبرئیل جو روح اعظم ہے کے درمیان کوئی تناسب اور مناسبت نہ ہو تب تک اس کے پاس جبرئیل کا آنا ممکن نہیں ہے۔ روح اعظم یعنی جبرئیل اور صف اول کے انبیاء مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام وغیرہ کے درمیان یہ مناسبت موجود تھی۔ ہر کسی کو یہ مناسبت حاصل نہیں رہی۔ اس کے بعد بھی کسی کو یہ مناسبت حاصل نہ ہوئی یہاں تک کہ ائمہ کے بارے میں بھی میں نے اس قسم کی کوئی حدیث نہیں دیکھی کہ ان پر جبرئیلؑ نازل ہوئے ہوں۔ صرف حضرت زہراؑ کے بارے میں، میں نے دیکھا ہے کہ ان پچھتر دنوں میں جبرئیلؑ ان کے پاس بار بار آتے تھے اور آپ کی ذریت کے ساتھ مستقبل میں ہونے والے واقعات آپ کو بتاتے تھے اور حضرت امیرؑ انہیں لکھتے تھے۔ جو باتیں جبرئیلؑ حضرت زہراءؑ کو بتاتے تھے ان میں سے ایک شاید ان مسائل سے مربوط ہو جو آپ کے عظیم فرزند یعنی حضرت صاحب العصر سلام اللہ علیہ کے زمانے میں واقع ہونے والے تھے۔۔۔ ہمیں اس کا علم تو نہیں البتہ یہ ممکن ہے۔

بہر حال میں حضرت زہراءؑ کے فضائل میں سے اس فضیلت کو سب سے اہم سمجھتا ہوں اگرچہ آپ کے دیگر فضائل بھی عظیم ہیں۔ یہ فضیلت سوائے انبیاء سب انبیاء نہیں بلکہ صف اول کے انبیاء کے نیز ان کے ہم رتبہ بعض اولیا کے کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی۔ حدیث کے الفاظ کے مطابق جبرئیلؑ ان پچھتر دنوں کے دوران آتے جاتے رہے۔ یہ بات آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ یہ وہ فضیلت ہے جو حضرت صدیقہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ مختص ہے۔(14)

حضرت امام خمینیؒ نے صحیفہ فاطمہؑ کا مختصر انداز میں اپنے سیاسی والٰہی وصیت نامے میں بھی ذکر کیا ہے اور اس کو تشیع کے لئے قابل فخر قرار دیا ہے: ”صحیفہ فاطمیہ کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت زہراء مرضیہ پر الہام شدہ کتاب ہے، اس کا تعلق بھی ہمیں سے ہے“۔(15)

۷۔ حضرت فاطمہؑ کے خطبات

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے اپنی سیاسی و اجتماعی زندگی کے دوران بہت سے خطبات، کلام اور دعائیں نقل ہوئی ہیں جو کتب حدیث میں موجود ہیں۔ جن میں سے ایک مشہور خطبہ ”خطبۂ فدکیہ“ کے نام

سے مشہور ہے۔ یہ خطبہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نے مسجد نبوی میں مہاجر وانصار خواتین کے اجتماع میں حکومت وقت کو اہل بیت اطہارؑ کے حقوق کی طرف توجہ دلانے کے لئے دیا تھا۔(16)

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے اس خطبے نے اہل بیتؑ کے مخالفین کے دعوؤں کو باطل ثابت کرنے اور عوام الناس کو آگاہ کرنے کے سلسلے میں جو کردار ادا کیا ہے، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام خمینیؒ کہتے ہیں:

"حکومت وقت کے مقابلے میں اور حضرت امیر المؤمنینؑ کے قیام کے سلسلے میں اور حضرت امیر المؤمنینؑ کے پچیس سالہ صبر اور اس کے باوجود حکومت وقت کے ساتھ تعاون اور پھر اسلام کی راہ میں فداکاری اور اُن کے دونوں عزیز فرزندوں کی قربانیوں کے سلسلے میں کہ جس میں حضرت امام مجتبیٰ علیہ السلام نے جابر اُموی حکومت کے مقابلے میں (اسلام کی) بہت بڑی خدمت انجام دی ہے اور اس حکومت کو رسوا کیا ہے اور ان کے بھائی حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی عظیم خدمت کے سلسلے میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا یہ خطبہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے بارے میں ہم سب جانتے ہیں"۔(17)

۸۔ مبارک رات

امام خمینیؒ شب قدر اور جناب زہراءؑ کے معنوی مقام کی وضاحت کرتے ہوئے اصول کافی کی ایک روایت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے: "اصول کافی میں تفسیر برہان سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں مذکور ہے: "نصرانی نے حضرت موسی بن جعفر علیہما السلام سے عرض کیا کہ (حٰم ۚ وَالْكِتابِ الْمُبِين ۚ اِنَّا اَ نْزَلْناهُ ف لَيْلَةٍ مُبارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۚ فِيها يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيم)۔(18) کی تفسیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: (حٰم) سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (كِتابِ مُبِين) امیر المومنین علیؑ ہیں اور (لَيلَةٍ) سے مراد فاطمہؑ ہیں"۔(19)

۹۔ تسبیح فاطمہ؛ حضرت زہراؑ کے لئے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحفہ

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی تسبیحات کی فضیلت میں بہت زیادہ احادیث ذکر ہوئی ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "من سبّح تسبيح فاطمة الزهراء قبل ان يثنى رجليه من

صلاۃ الفریضۃ غفر اللّٰہ لہ "(20) یعنی جو شخص نماز واجب سے فارغ ہونے سے پہلے تسبیح حضرت زہراء پڑھے تو خداوند متعال اُسے بخش دیتا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تسبیح فاطمۃ فی کلّ یومٍ فی دبر کلّ صلاۃٍ احبّ الیّ من الف رکعۃٍ فی کلّ یومٍ "(21) یعنی ؛ہر روز نماز کے بعد حضرت زہراءؑ کی تسبیح پڑھنا میرے نزدیک ہر روز ہزار رکعت نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

لہٰذا امام خمینیؒ اس تسبیح کی فضیلت میں کہتے ہیں: "تعقیبات نماز میں سے ایک حضرت صدیقہ طاہرہؑ کی تسبیح ہے جو رسول خداﷺ نے آپؑ کو تعلیم فرمائی۔ یہ تعقیبات میں سب سے افضل ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر اس سے افضل کوئی چیز ہوتی تو حضرت رسول خداﷺ اسے حضرت فاطمہؑ کو عطا فرماتے"۔(22)

۱۰۔ جملہ کمالات کی تجلی گاہ

امام خمینیؒ کے نزدیک جناب زہراء سلام اللہ علیہا تمام انسانی صفات مجموعہ تھیں اور ان صفات میں تمام جہان کی عورتوں کے لئے اُسوہ و نمونہ عمل ہیں۔ جناب زہراءؑ کی اس فضیلت کو امامؒ ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں: "ایک عورت اور ایک انسان کی جتنی خوبیاں ممکن ہیں، وہ سب حضرت زہراء سلام اللہ علیہا میں جلوہ گر تھیں۔ آپؑ ایک عام عورت نہیں تھیں بلکہ ایک روحانی و ملکوتی خاتون تھیں۔ آپ ایک انسان کامل تھیں۔ آپ انسانیت کا کامل نسخہ، عورت کا حقیقی مفہوم اور انسان کی عین حقیقت تھیں۔

آپؑ عام عورت نہیں بلکہ آپ ایک ملکوتی خاتون ہیں جو اس دنیا میں انسان کی صورت میں ظاہر ہوئیں بلکہ آپ خدا کی ایک جبروتی مخلوق ہیں جو ایک عورت کے روپ میں ظاہر ہوئیں۔ انسان اور عورت کے اندر جو جو کمالات ممکن ہیں وہ سب اس خاتون کے اندر موجود ہیں۔

۱۱۔ مقام غیب اور فنا فی اللہ تک رسائی

اس ہستی کے اندر جملہ معنویات، ملکوتی جلوے، الٰہی جلوے، جبروتی جلوے اور ملکی و ناسوتی جلوے جمع ہیں۔ آپؑ ہر لحاظ سے ایک کامل انسان ہیں۔ نسوانیت کا کامل نمونہ ہیں۔ انسان اور مرد کی طرح عورت بھی مختلف جہات رکھتی ہے۔ یہ ظاہری اور طبیعی صورت انسان کا سب سے نچلا مرتبہ ہے،

عورت کا سب سے نچلا مرتبہ ہے اور مرد کا سب سے نچلا مرتبہ ہے۔ لیکن اسی نچلے مرتبے سے کمال کی طرف سفر شروع ہوتا ہے۔ انسان مادی مرحلے سے مقام غیب تک اور فنا فی اللہ کے مقام تک سفر کرتا ہے۔ حضرت صدیقہ طاہرہ کو یہ خصوصیات حاصل ہیں۔ آپ نے عالم طبیعت سے اپنا سفر، اپنا معنوی سفر اللہ کی مدد، تائید غیبی اور تربیت رسول خداﷺ کے سائے میں شروع کیا یہاں تک کہ آپ اس مرتبے پر پہنچ گئیں جہاں کوئی اور نہیں پہنچ سکتا۔ پس کل کے دن عورت کا مکمل جلوہ وجود پذیر ہوا ہے اور عورت اپنی کامل ترین صورت میں وجود میں آئی ہے۔(23)

۱۲۔ جناب زہراء کی سادہ زندگی

حضرت فاطمہؑ کی زندگی خصوصاً جب اُن کی حضرت علی علیہ السلام سے شادی ہوئی تھی ایک انتہائی سادہ زندگی تھی۔ پیغمبر اکرمﷺ نے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی کے وقت حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا: یا علیؑ! شادی کے لئے تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا۔ یارسول اللہﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، آپؐ میری حالت سے پوری طرح آگاہ ہیں میری تمام دولت ایک تلوار، ایک زرہ اور ایک اُونٹ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم ایک جنگجو سپاہی اور جہاد کرنے والے ہو بغیر تلوار کے خدا کی راہ میں جہاد نہیں کر سکتے لہٰذا تلوار تمہاری پہلی ضرورت ہے اور اُونٹ بھی تمہاری زندگی کے لوازم میں سے ہے تاکہ تم اس سے پانی کھینچ کر اپنی اور اپنے گھرانے کی معاشی حالت سنوار سکو اور مسافرت میں اس پر سامان لاد سکو۔ صرف ایک چیز ہے کہ جس سے صرف نظر کر سکتے ہو اور وہ تمہاری زرہ۔ میں بھی تم پر سختی نہیں کرتا اور اسی زرہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ لہٰذا اپنی زرّہ کو فروخت کر دو تاکہ شادی کا انتظام کیا جاسکے۔(24)

لہٰذا حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اکرمﷺ کے حکم سے اپنی زرہ فروخت کر دیتے ہیں جس سے پانچ سو درہم ملتے ہیں جو پیغمبر اکرمﷺ کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے اور یہی پیسہ سیدۃ النساء العالمینؑ کا مہر یہ قرار پاتا ہے۔

امام خمینیؒ خاندان عصمت وطہارت کے اس سادہ گھرانے کی غیر معمولی فضیلت کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ہم صدر اسلام کی ایک جھونپڑی دیکھتے ہیں جس میں چار پانچ انسانوں کے رہنے کی گنجائش تھی۔ یہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی جھونپڑی ہے۔ اس کی حالت ان دیگر جھونپڑیوں سے بھی گئی گزری

تھی۔ لیکن اس کی برکات کے کیا کہنے؟ چند افراد کی اس جھونپڑی کی برکات اس قدر زیادہ ہیں جن کے نور سے پورا عالم لبریز ہے۔ ان برکات تک انسان کی رسائی کا راستہ بہت طویل ہے۔ یہ جھونپڑی نشین اپنی معمولی جھونپڑی میں رہتے ہوئے معنوی لحاظ سے اس قدر بلند مقام پر فائز تھے جہاں ملکوتیوں کو بھی رسائی حاصل نہیں ہوتی۔ تربیتی زاویوں سے وہ اس مقام پر تھے کہ مسلمان ملکوں خصوصاً ہمارے ملکوں جیسے ممالک میں جو برکات نظر آتی ہیں وہ سب ان کے طفیل ہیں"۔(25)

۱۳۔ تمام خواتین کے لئے اُسوہ

تربیت کے مختلف طریقوں میں سے ایک طریقہ نمونہ واُسوہ دکھا کر تربیت کرنا ہے۔ کیونکہ جس شخص کی تربیت کی جاتی ہے اُس پر نمونہ عمل اور اُسوہ شخصیات زیادہ اثرانداز ہوتی ہیں۔ قرآن کریم نے بھی اسی روش سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی بعض آیات میں موحد اور ایمان پر ثابت قدم رہنے والے مردوں اور عورتوں کو بطور اُسوہ اور نمونہ عمل پیش کیا ہے کہ جنہوں نے مختلف حالات میں اپنی ایمانی شخصیت اور صلاحیت کو ظاہر کیا ہے اور اپنی حق پرستی کا ثابت کیا ہے۔ مثلاً حضرت مریم بیت عمرانؑ، فرعون کی زوجہ حضرت آسیہؑ، حضرت موسیٰؑ کی والدہ اور حضرت شعیبؑ کی دو بیٹیوں کو عورتوں میں اُسوہ اور نمونہ عمل قرار دیا ہے اسی طرح مردوں میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت رسول اکرم ﷺ کو متعارف کرایا ہے۔ جیسا کہ سورہ احزاب میں فرمایا: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا "(26) یعنی: "فی الحقیقت تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونہ عمل ہونے کے بارے میں فرمایا: "قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَاؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللهِ"(27) یعنی: بیشک تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) میں اور اُن کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ (اقتداء)

ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ہم تم سے اور اُن بتوں سے جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو بیزار اور لاتعلق ہیں۔

خواتین میں حضرت آسیہؑ بنت مزاحم کے لئے فرمایا: ''وَضَرَبَ اللهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ''(28) یعنی ؛اور اللہ نے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں زوجۂ فرعون (آسیہ بنت مزاحم) کی مثال بیان فرمائی ہے، جب اس نے عرض کیا: اے میرے رب! تو میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا دے اور مجھ کو فرعون اور اُس کے عملِ (بد) سے نجات دے دے اور مجھے ظالم قوم سے (بھی) بچا لے۔

حضرت مریم بنت عمران کے بارے میں فرمایا: '' وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ''(29) یعنی؛اور (اے حبیبؐ) آپ کتاب (قرآن مجید) میں مریم (علیہا السلام) کا ذکر (بطور نمونہ) کیجئے، جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر (عبادت کے لئے خلوت اختیار کرتے ہوئے) مشرقی مکان میں آگئیں۔

قرآن مجید میں ان ذوات مقدسہ کا بار بار تذکرہ کرنے کا مقصد یہی ہے کہ انہیں بطور انسان کامل پیش کیا جائے۔اسی طرح روایات اور احادیث پیغمبرؐ میں بھی اُسوہ اور نمونہ عمل ذوات کا تعارف کرایا گیا ہے اور پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے اہل بیتؑ کو اُسوہ کے طور پر پیش کیا ہے۔کیونکہ یہ ذوات مقدسہ انسان کامل ہیں اور انسان کامل اپنے وجود کے لحاظ سے لامحدود ہوتا ہے اور انسان ناقص محدود۔اسی لئے امام خمینیؒ کی نظر میں:

> ''ایک محدود انسان، اسلام، قرآن، بعثتِ رسول اکرم ﷺ اور انسان کامل کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتا یعنی محدود اس وقت تک، غیر محدود کا ادراک نہیں کر سکتا جب تک خود لامحدود نہ ہو جائے ''(30)

دوسری طرف اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اور اُن کے معصوم اولاد کی معرفت صرف ایک آسمانی وملکوتی اور ایسے غیر معمولی انسانوں کی حیثیت سے نہیں ہے کہ جن کی

شخصیت وسیرت کی پیروی نہ کی جاسکے۔ اگر ایسا ہو تو اُن کے اُسوہ اور نمونہ عمل ہونے کا کوئی مفہوم ہی باقی نہ رہے اور اُن کے فضائل ومناقب کا فلسفہ ہی ختم ہو جائے۔ درحقیقت دینی معارف میں حضرت فاطمہؑ اور اُن کی ذریت سے معصوم ائمہ اطہار علیہم السلام کو تمام انسانوں کے لئے بحیثیت ''انسان کامل'' متعارف کرایا گیا ہے تاکہ اُن کا وجود مبارک اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں پر حجت ہو اور وہ زندگی کے ہر میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی پیروی کو عملی شکل میں پیش کر سکیں۔اسی لئے یہ ہستیاں انسانوں معاشروں کے لئے ''ہدایت چراغ'' سمجھی جاتی ہیں۔ حضرت امام خمینیؒ نے اپنے بیانات میں بارہا حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور اُن کی معصوم ذریت کو بطور اُسوہ اور نموہ پیش کیا ہے اور خصوصاً مسلمان خواتین کو حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے اُسوہ پر چلنے کی تاکید فرمائی ہے۔ امام خمینیؒ کے نزدیک انسانوں کی تربیت اور معاشرہ سازی میں جو کردار خواتین ادا کر سکتی ہیں وہ مرد نہیں کر سکتے اور خواتین کا یہ کردار امامؒ کے نزدیک فقط حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی سیرت پر عمل پیرا ہونے ہی سے ممکن ہے۔ لہٰذا وہ بچوں کی تربیت کے سلسلے میں عورتوں کے کردار کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ وہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے روز ولادت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت کا دن، خواتین کا دن ہے یہ دراصل بہت عظیم اجتماع عظیم کا دن ہے۔ یہ دن عورت کی کامیابی اور عالم میں اس کے لئے مثالی نمونہ پیش کرنے کا دن ہے۔ عورت معاشرے میں بہت عظیم کردار کی حامل ہے اور عورت بشریت کی آرزوؤں کو عملی جامہ پہنانے کا مظہر ہے۔ عورت عظیم مرد وخواتین کی پرورش کرتی ہے اور یہ عورت ہی ہے کہ جس کی گود سے صحیح پرورش وتربیت پا کر مرد معراج حاصل کرتا ہے اور اس کی آغوش عظیم خواتین اور مردوں کی تربیت گاہ ہے۔ آج بہت عظیم دن ہے اس لیے کہ آج اس خاتون نے دنیا میں قدم رکھا ہے کہ جس کی تربیت کے ثمرات کے سامنے تمام مردان تاریخ کا عمل ہیچ ہے، ایسی عورت جو انسان کیلئے کامل نمونہ ہے، وہ خاتون کہ جس میں انسانی حقیقت کے تمام پہلو جلوہ گر ہیں۔ پس آج کا دن بہت عظیم دن اور آپ خواتین کا دن ہے''۔(31)

ایک اور موقع پر امام خمینیؒ جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے گھرانے کی تربیت کے بارے میں کہتے ہیں:

"حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے اس چھوٹے سے گھر اور اس گھر میں تربیت پانے والے ان چار پانچ افراد نے درحقیقت خداوند عالم کی تمام قدرت کو دنیا کو دکھا دیا اور انسانیت کی ایسی عظیم خدمات انجام دی ہیں کہ جس پر ہماری، آپ کی اور تمام بشریت کی عقلیں دنگ ہیں"۔(32)

حضرت فاطمہؑ کے اُسوہ ہونے کے بارے میں امامؒ کی حساسیت

حضرت امام خمینیؒ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اہل بیت اطہار علیہم السلام خصوصاً حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی سیرت واُسوۂ ہونے کے بارے میں بہت زیادہ حساس تھے۔ چونکہ امامؒ ان ذوات مقدسہ کو حدیث ثقلین کے مطابق قرآن کا ہم پلہ سمجھتے تھے اور ان کے اُسوہ اور نمونہ عمل ہونے پر یقین کامل رکھتے تھے۔ جب سلمان رشدی لعین نے اپنی "شیطانی آیات" نامی رسوائے زمانہ کتاب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی تو امام خمینیؒ پر رات کی نیند حرام ہو گئی تھی اور جب تک اُس کے ارتداد کا فتویٰ نہیں دے دیا، چین سے نہیں بیٹھے اور یہ آرزو کی کہ کاش میں جوان میں سے ہوتا اور اپنے ہاتھوں سے سلمان رشدی لعین کو واصل جہنم کرتا۔ اسی طرح ایک دفعہ ایرانی ٹی وی پر چلنے والی ایک جاپانی ڈرامہ سیریز میں "اوشین" نامی کردار کے بارے میں ایک واقعہ پیش آیا، جس پر امام خمینیؒ نے بہت دینی غیرت کا مظاہرہ کیا اور ایرانی ٹی وی کے ذمہ داروں کی سخت تنبیہ کی۔ یہ شاید ۱۹۸۷ء کی بات ہے کہ جب ایرانی ٹی وی پر "سالہای دور از خانہ" کے نام سے ڈرامہ سیریز چل رہی تھی جو ایک زحمت کش جاپانی خاتون کی داستان زندگی تھی۔ اس جاپانی خاتون کے ایثار وقربانی پر مبنی کردار کی وجہ سے یہ ڈرامہ سیریز ایرانی معاشرے میں بہت مقبول ہوئی۔ انہی دنوں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے یوم ولادت کی مناسبت سے ریڈیو تہران کے ایک نمائندے نے تہرانی خواتین سے مسلمان عورت کے لئے حضرت فاطمہؑ کے نمونۂ عمل ہونے کے عنوان سے انٹرویو لیتے ہوئے ایک عورت سے پوچھا: بطور مسلمان عورت کے آپ کے لئے نمونۂ عمل کون ہے؟ تو اس عورت نے ان دنوں چلنے والی ڈرامہ سیریز کے کردار "اوشین" کا نام لیا کہ میرے لئے "اوشین" نمونۂ عمل ہے۔ ریڈیو نمائندے نے کہا: کیا حضرت فاطمہؑ آپ کے لئے نمونہ عمل نہیں تو اس عورت نے جواب دیا حضرت فاطمہؑ

چودہ سو سال پہلے کی عورتوں کے لئے نمونہ عمل ہو سکتی ہیں، لیکن آج کی عورت کے لئے نہیں کیونکہ ہمیں موجودہ زمانے کے مطابق نمونہ عمل چاہیے اور آج ہم شوہر سے وفاداری، گھرانے کے لئے زحمت و مشقت "اوشین" سے سیکھتے ہیں!!

یہ خبر جب امام خمینیؒ تک پہنچی تو آپ نے اس واقعہ پر سخت رد عمل ظاہر کیا اور اسے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی توہین قرار دیتے ہوئے اس پروگرام کو ترتیب دینے والوں پر شرعی تعزیر جاری کرنے کا حکم دے دیا اور اس وقت ایرانی ریڈیو اور ٹی وی کے سربراہ محمد ہاشمی کو ایک خط لکھا جس میں کہا:

"انتہائی افسوس کے ساتھ گزشتہ روز جمہوری اسلامی ایران کے ریڈیو اور ٹی وی سے عورت کے لئے نمونہ عمل کے عنوان سے ایک بات شائع ہوئی ہے کہ جسے سن کر انسان کو شرم آتی ہے۔ جس شخص نے بھی یہ بات نشر کی ہے اس پر (شرعی) تعزیر جاری ہوتی ہے اور اسے ملازمت سے برطرف کیا جانا چاہیے اور اس واقعہ میں ملوث افراد پر بھی (شرعی) تعزیر جاری کی جائے گی اور اگر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اس پروگرام سے جان بوجھ کر توہین کرنا ہی مقصد تھا تو بلاشک توہین کرنے والا شخص سزائے موت کا حقدار ہے اور اگر دوبارہ اس قسم کا واقعہ پیش آیا تو ٹی وی اور ریڈیو کے اعلیٰ عہدے دار شدید سزا اور تنبیہ کے حقدار ہوں گے۔ البتہ اس سلسلے میں تمام اقدام قوۂ قضائیہ کرے گی۔۔۔" (33)

یوم خواتین

اسلامی انقلاب اور اسلامی جمہوری ایران کے بانی کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے مقام و منزلت کی ایک اور بڑی دلیل جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے یوم ولادت (۲۰ جمادی الثانی) کو یوم خواتین قرار دیا جانا ہے۔ جیسا کہ امام خمینیؒ نے اس دن کی مناسبت سے خطاب کرتے ہوئے بارہا فرمایا ہے:

"آج بہت عظیم دن ہے اس لیے کہ آج اس خاتون نے دنیا میں قدم رکھا ہے کہ جس کی تربیت کے ثمرات کے سامنے تمام مردان تاریخ کا عمل ہیچ ہے، ایسی عورت جو انسان کیلئے کامل نمونہ ہے، وہ خاتون کہ جس میں انسانی حقیقت کے تمام پہلو جلوہ گر ہیں۔ پس آج کا دن بہت عظیم دن اور آپ خواتین کا دن ہے"۔(34)

خلاصہ یہ کہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے بارے میں امام خمینیؒ کے بیانات اور کلمات سے درج ذیل نکات ملتے ہیں:

۱۔اگرچہ حضرت فاطمہؑ کے بہت سے نام ذکر ہوئے ہیں لیکن ان سب ناموں میں اُن کا ''محدثہ'' ہونا اس بی بی کی سب سے بڑی فضیلت ہے اور اُن کے معنوی مقام و منزلت کی دلیل ہے۔ لہٰذا امامؒ کہتے ہیں: ''میں حضرت فاطمہؑ کی اس فضیلت اور شرافت کو سب فضائل سے بلند سمجھتا ہوں۔۔۔اور یہ حضرت صدیقہ کبریٰ سلام اللہ کے مختصات میں سے ہے۔(35)

۲۔حضرت فاطمہؑ کی دوسری بڑی خصوصیت اُن کی سادہ زندگی ہے۔اس قدر سادہ زندگی کے باوجود اُن کے وجود کی معنوی برکات اور نورانیت پوری کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔

۳۔حضرت فاطمہؑ کے خطبات اور بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معاشرے کے سیاسی واجتماعی مسائل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں اور دینی اقدار کی حفاظت اور دفاع ہر مسلمان مرد و عورت کا فریضہ سمجھتی تھیں۔

۴۔امام خمینیؒ کے نزدیک مکتب اہل بیتؑ کے پیروکاروں کی کے لئے فخر مباہات کے اسباب میں سے ایک سبب حضرت فاطمہؑ کا صحیفہ بھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت زہرائے مرضیہ کو الہام شدہ عطیہ ہے۔

۵۔اہل بیت اطہارؑ قرآن کے ہم پلہ وہ عظیم معنوی سرمایہ ہیں کہ جس کے بارے میں حساسیت ایمان کی علامت ہے اور جناب زہراء سلام اللہ علیہا کی توہین اسلام و دین کی توہین ہے اور اس پر رد عمل دکھانا امام خمینیؒ جیسے عالم ربانی ہی کا خاصہ ہے۔

۶۔دین اسلام میں جناب زہراءؑ کا مقام و منزلت اس قدر زیادہ ہے کہ عصر حاضر کی سب سے منفرد اسلامی حکومت کے بانی اس دور میں جناب زہراء سلام اللہ علیہا کو مسلمان عورت کے لئے نمونۂ عمل قرار دیتے ہوئے اُن کے یوم ولادت کو، یوم خواتین قرار دیتے ہیں اور پچھلے چالیس سال سے یہ دن یوم خواتین کے عنوان سے منایا جارہا ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج۷، ص۳۴۱، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی

2۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج۱۶، ص۱۹۲، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی

3۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۴۳، ۱۵، ص۲۶، ۳۲۷ ، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، افست، ط ۱۴۰۳ھ

4۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج۱۰، ص ۴۳، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، افست، ط ۱۴۰۳ھ

5۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج۲۰، ص ۴، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی

6۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۱۴، ص۲۰۶، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، افست، ط ۱۴۰۳ھ

7۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج۲۵، ص۱۰۱تا۱۰۳، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، افست، ط ۱۴۰۳ھ؛ نیز بصائر الدرجات، ج۱، ص۲۰، باب ۱۰

8۔ صدوق، علل الشرائع، ج۱، ص ۱۲۳، باب ۱۴۳، ح۱؛ نیز معانی الاخبار، ص ۶۴، ۱۰۷؛ نیز بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۲۔

9۔امام خمینی، روح اللہ، ولایت فقیہ، ص ۴۳، مؤسسۂ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی

10۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۲۷۴، مؤسسۂ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی

11۔ موسوعۃ آل بیت النبی (ص) ج۱ص ۴۹۴۔ یعنی: اُسے کیا پرواکہ جس نے قبر احمد (ﷺ) کی مٹی کی خوشبو کو سونگھی کہ ایسی خوشبو پوری زندگی کسی عطر کی نہ سونگھی ہوگی۔ مجھے پر ایسے مصائب آئے کہ اگر دنوں پر آتے تو سیاہ راتوں میں تبدیل ہو جاتیں۔

12۔امام خمینی، روح اللہ، کشف الاسرار، ص ۱۲۵

13۔ کلینی، محمد یعقوب، اصول کافی، ج۱، ص ۴۵۸، کتاب الحجہ، باب مولد الزہراء فاطمۃ، ح۱؛ عن بی عبد اللہ قال: إنَّ فاطمة مَكَثَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ خَمْسَةً وَسَبْعِينَ يَوماً وَكانَ دَخَلَها حُزْن شَدِيد عَلىٰ بِيها وَكانَ يَأتِيها جَبْرَئِيلُ فَيُحْسِنِ عَزائَها عَلىٰ بِيها وَيُطَيِّبُ نَفْسَها وَيُخْبِرُها بِما يَكُونُ بَعْدَها ف ذُرِّيَّتِها وَكانَ عَلِيّ يَكْتُبُ ذٰلِكَ ۔

14۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج۲۰، ص۵۔۴، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی

15۔امام خمینی، روح اللہ، وصیت نامہ سیاسی والٰہی امام خمینی، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی

16۔مذید تفصیل کے لئے رجوع کیجئے: کمرہ ای، خلیل، خطابہ فاطمہ زہرا، کتابخانہ سقراط، تہران، اول، ۱۳۶۷ شمسی. انصاری، محمد باقر و رج ایی، سید حسین، خطابہ فدک، الہادی، قم، اول، ۱۳۷۶ شمسی. خطبہ ہای روشنگرانہ حضرت فاطمہ زہرا، واحد تحقیقات اسلامی بنیاد بعثت، مشہد، دوم، ۱۳۶۶ شمسی. وحسین زنجانی، سید عزالدین، شرح خطبہ حضرت زہرا، ج 1 و 2، دفتر تبلیغات اسلامی، قم، دوم، ۱۳۷۰ شمسی

17۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج۱۶، ص۸۷، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی

18۔ سورۂ دخان، آیت: ۱۔۴

19۔امام خمینی، روح اللہ، آداب الصلوۃ، ص۳۳۰۔۳۲۹، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی

20۔ کلینی، کافی، تہران دار الکتب الاسلامیہ، ج 2، ص 342

21۔ طبرسی، حسین، مکارم الاخلاق، ، بیروت، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، ص۲۸۱

22۔کلینی، محمد یعقوب، فروع کافی، ج ۳، ص ۳۴۳، کتاب الصلاۃ، باب التعقیب بعد الصلاۃ والدعاء، ح ۱۴، آداب الصلوۃ ، ص۳۷۷۔۳۷۸
23۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج۷، ص۳۳۷۔۳۳۸، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی
24۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج۴۳، ص۱۲۷، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، افست، ط ۱۴۰۳ھ
25۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج۱۷، ص ۳۷۳
26۔ سورہ احزاب، آیت ۲۱
27۔ سورۂ ممتحنہ، آیت ۴
28۔ سورۂ تحریم، آیت ۱۱
29۔ سورۂ مریم، آیت ۱۶
30۔ صحیفہ امام، ج ۱۲، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی ۱۴۲۰
31۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج۷، ص۳۴۱ ، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی
32۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج۱۶، ص۸۷، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی
33۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج۲۱، ص: ۲۵۱، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی
34۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج۷، ص۳۴۱ ، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی
35۔امام خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، ج۲۰، ص ۴، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۸ شمسی

حضرت فاطمہؑ اُسوۂ شجاعت واستقامت

(از نظر خطبۂ فاطمیہ)

جعفر علی میر *

کلیدی کلمات: خطبۂ فاطمیہ، فدک، توحید، اہل بیت اطہارؑ، زمانہ جاہلیت

خلاصہ

ہم نے اہل بیت علیہم السلام کی حقیقی شخصیت اور واقعیت جانے بغیر اپنے ذہن کی خود ساختہ شخصیت بنائی ہوئی ہے جو ہمارے جذبات، احساسات علاقائی ثقافت اور رسوم و روایات کے تابع ہے۔ اس عمل کا نقصان یہ ہوا کہ ان ہستیوں کی سیرت کو اپنے لئے اُسوہ نہ بنا سکے۔

قرآن مجید کی طرح جسے ہم کتاب ہدایت کے طور پر قبول کرنے کے بجائے مردوں تک ایصال ثواب اور نا سمجھ آنے والے معاملات میں فال گیری کی کتاب قرار دے دیا ہے۔

اسی طرح حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں ہمارے ذہن اور ہماری ثقافت کی ساختہ شخصیت یہ ہے کہ آپؑ مجبور و بے بس سی کمزور خاتون تھیں جو پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد فدک کے چھن جانے کی وجہ سے ہر دروازے پر گئیں حتیٰ مسجد نبویؐ میں لوگوں کے ایک اجتماع کے سامنے بھی اس کی واپسی کے لئے گڑگڑاتی اور التجا کرتی رہیں اور واپس نہ ملنے پر ناراض دنیا سے چلی گئیں۔

لیکن اس معروف خطبہ جسے خطبہ فدک کے نام سے نامناسب شہرت ملی اس میں بی بیؑ نے ایک مرتبہ بھی فدک کا نام نہیں لیا۔ بلکہ اس کے مختلف حصوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ یہ نظام امامت سے اور پیامبر اسلامؐ کی وصیت سے سرپیچی کے خلاف جرات مندانہ قیام تھا اور ایسی مقاومت جس نے بہت سارے پردے چاک کر دیئے اور لوگوں کے لئے ان کی راہ و روش اور سمت معین کر دی۔

*۔ مسئول شعبہ تعلیم جامعۃ الرضا، بارہ کہو، اسلام آباد

حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی ذات، شخصیت اور ان کی معرفت سمیت تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ہر کسی کے بس میں نہیں۔ کیونکہ ان کی حقیقت کو (لیلۃ القدر) کی حقیقت قرار دیا گیا ہے(1)اور قرآن مجید کے مطابق" إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ "(2) ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل کیا اور تمہیں کیا معلوم لیلۃ القدر کی حقیقت کیا ہے اور علماء کے بقول حقیقت فاطمہؑ وہی جان سکتا ہے جو لیلۃ القدر کی حقیقت جانتا ہو۔

ان کے مقامات اور اوج و معراج کے سامنے کائنات خاضع وخاشع ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں عصر حاضر میں برصغیر کی بامعرفت ترین ہستی علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:

رشتہ آئین حق زنجیر پاست　　پاس فرمان جناب مصطفیٰ ست

ورنہ گرد تربتش گردیدمی　　سجدہ ھا بر خاک او پاشیدمی(3)

دین خدا سے تعلق و رشتہ میرے پاؤں کی زنجیر ہے اور فرمانِ پیغمبرِ مصطفیٰ ﷺ کا پاس ہے۔ ورنہ فاطمہ زہراءؑ کی قبر کے گرد طواف کرتا رہتا اور ہمیشہ ان کی تربت پر سجدہ ریز رہتا۔

جبکہ امام خمینیؒ فرماتے ہیں: میں حضرت زہراءؑ کے مقام وعظمت درک کرنے سے عاجز ہوں(4) لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ہم ان کی سیرت واُسوہ کو اپنی زندگی کے لئے ناممکن قرار دے کر اسے اپنانے سے عجز و ناتوانی کا اظہار کردیں، بلکہ علماء کے نزدیک حضرت زہراءؑ جیسی ہستیاں تو آئی ہی اس لئے تھیں تاکہ ہم ان کی ذات اور سیرت کو اپنے لئے اُسوہ قرار دیں اور اس پر عمل کریں۔ زیردست مقالہ میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ حضرت زہراءؑ ایک کمزور، ناتواں اور صرف خانہ داری میں مصروف خاتون نہیں بلکہ قیام اور مقاومت کا عظیم اُسوہ اور نمونہ ہیں۔

اصل بحث سے پہلے ایک اہم نکتہ کی جانب توجہ ضروری ہے۔ وہ یہ کہ حضرت زہراءؑ سمیت تمام اہل بیت عصمت علیہم السلام کے بارے عوامی اور عمومی رائے کیا پائی جاتی ہے اس کے بعد معروف خطبہ

فاطمیہ کا جائزہ لیں گے کہ جسمانی طور پر لاغر سی خاتون کس طرح کوہ استقامت اور اُسوہ قیام و مقاومت بن سکتی ہے۔

ہم عمومی طور پر اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں تین طرح کے اشتبہات سے دو چار ہیں۔

الف: پہلا اشتباہ یہ ہے کہ ہم ان ہستیوں کے تقدس وعظمت کو بنیاد بناتے ہوئے اپنے سے جدا ایسی مخلوق سمجھتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے فوق العادہ قوت وقدرت سے نوازا ہے، جس کی بنیاد پر وہ ایسے کارنامے انجام دینے اور ایسے معرکے سر کرنے میں کامیاب رہے جو ہمارے بس سے باہر ہیں اور وہ ہم سے بالکل مختلف ایسے بلند مقام وعظمت اور اعلیٰ درجات کی مالک کوئی آسمانی مخلوق ہیں جس تک پہنچنا تو دور کی بات بلکہ سوچنا بھی محال ہے، کیونکہ وہ بشری توان وطاقت اور اوصاف سے کہیں بڑھ کر توان وطاقت کے مالک تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں ایسے تمام مقامات اور درجات اسی عام بشری توان وطاقت کے ساتھ عبودیت وعبدیت اور معرفت الٰہی کی بدولت نصیب ہوئے۔

اہل بیتؑ کے بارے اس غلط طرز تفکر کا سب سے زیادہ مضر نتیجہ یہ نکلا کہ ہم نے ان کی سیرت اور اُسوہ کو اپنے لئے محال اور ناممکن قرار دے دیا، کیونکہ ہم کمزور و ناتواں جسمانی طاقت کے مالک عام زمینی بشر ہیں، جبکہ وہ مافوق العادہ قوت و طاقت کی حامل ایسی آسمانی مخلوق ہیں جن سے عقیدت تو رکھی جاسکتی ہے، لیکن انہیں اپنے لئے اُسوہ قرار دے کر ان کی سیرت پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن مجید نے ایسی فکر کے مقابلے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (5) یعنی: ان سے کہو! میں (تمہاری جیسی جسمانی توان و طاقت کا مالک) انسان ہوں۔

اور اسی خاصیت کے ساتھ تمہارے لئے اُسوہ ہوں، لہٰذا ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (6)

یعنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں تمہارے لئے بہترین اُسوہ موجود ہے۔

کیا یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ ایسی ہستی کو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے نمونہ عمل قرار دے جو نا قابل عمل ہو یعنی ہم میں اتنی توان وطاقت نہ ہو کہ اس کی سیرت پر عمل پیرا ہو سکیں؟!

ب: دوسرا اشتباہ جس سے عوام کے ساتھ ساتھ کس حد تک خواص بھی دوچار ہیں وہ یہ کہ جب ہم نے بزعم خویش اہل بیت علیہم السلام کی اصل حقیقت تک رسائی اور ان کا قابل عمل اُسوہ ہونا محال اور ناممکن قرار دے دیا تو پھر اپنی عملی زندگی کے لئے غیر الٰہی اُسوہ بنانے شروع کر دیئے۔ مثلاً آج تعلیمی نصاب میں سے نوجوان نسل کے لئے حضرت فاطمہؑ کا (Chapter) نکال کر باقاعدہ (Mother Terresa) اور جرمن خاتون (Ruth Pfau) کو رول ماڈل بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔

ج: تیسرا اشتباہ جس سے زیادہ تر عوام دوچار ہیں وہ یہ کہ جب حقیقت اہل بیت علیہم السلام ہمارے لئے پوشیدہ رہی یا ہم نے ان کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی تو پھر اپنے ذہنوں میں ان کی خود ساختہ حقیقت اور شخصیت تیار کرلی۔ جیسا قرآن مجید کے ساتھ کیا کہ ہم نے اس کے حقیقت تک رسائی کو محال قرار دینے کے بعد خود ساختہ حقیقت یہ پیش کی کہ یہ مُردوں تک ثواب کے ایصال اور سمجھ نہ آنے والے کاموں کے لئے فال کی کتاب ہے۔

اہل بیت علیہم السلام کے بارے ہم نے یہ حقیقت گڑھی کی یہ ہمارے گناہ بخشوانے اور ہماری منتیں پوری کرنے کے لئے آئے ہیں۔

اسی کج فہمی کی وجہ سے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی جو شخصیت ہم نے بنائی وہ یہ ہے:

۱۔ایک بے بس، لاچار اور محروم خاتون۔

۲۔جو اپنے باپ سے ملنے والی وراثت (فدک) چھن جانے کے غم میں ہر وقت روتی رہتیں

۳۔ان لوگوں سے ناراض رہیں جنہوں نے ان سے وراثت چھینی تھی۔

۴۔اور جب ہم ان لوگوں پر لعن طعن کرتے ہیں تو سیدہ بہت خوش ہوتیں اور ان کی روح کو تسکین ملتی ہے۔

لیکن جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا ہے، حضرت زہراءؑ سمیت تمام اہل بیت علیہم السلام اُسوہ کاملہ ہیں چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

انا ادیب اللہ وعلی ادیبی (7)

میں خداوند متعال کا تربیت یافتہ اور علیؑ میرے تربیت یافتہ ہیں

شہید مطہری لکھتے ہیں:

تربیت یافتہ سے مراد ایسا انسان کامل ہے جو ہر پہلو سے لوگوں کے لئے نمونہ اور اُسوہ کاملہ قرار پائے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المؤمنین اور حضرت سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا ایسے ہی افراد میں سے تھے۔(8)

لہٰذا اگر حضرت زہراءؑ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی زندگی ہمارے ذہن کی تخلیق شدہ شخصیت کی نفی کرتی ہے۔ اگرچہ آپؑ نوجوانی ہی اس دنیا سے رحلت فرما گئیں اور بہت بڑی تعداد میں ان سے احادیث مبارکہ ہم تک نہیں پہنچیں۔ لیکن خوش قسمتی سے ایک طویل خطبہ ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے جو آپؑ کی اصل شخصیت کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔

شہید مطہریؒ کے بقول یہ خطبہ جو تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا صرف شیعہ علماء نے ہی نہیں بلکہ اہل سنت مثلاً خطیب بغدادی نے تاریخ بغدادی میں بھی اسے نقل کیا ہے اور یہی ایک خطبہ حضرت زہراءؑ کی شخصیت کی عکاسی کے لئے کافی ہے (9) اس میں کوئی شک نہیں کہ متکلم اپنے کلام میں جلوہ گر ہوتا ہے اور اس کا کلام اس کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

چنانچہ امام صادق علیہ السلام قرآن مجید کے حوالے سے فرماتے ہیں:

لقد تجلی اللہ لخلقہ فی کلامہ۔۔۔۔۔(10)

خداوند تعالیٰ اپنی مخلوق کے لئے اپنے کلام میں متجلی اور جلوہ گر ہوا ہے۔

امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں:

المرء مخبوء تحت لسانہ (11)

انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوتا ہے۔ یعنی کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔
خلاصہ یہ کہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے بارے خود ساختہ شخصیت کی بجائے اس شخصیت کو سامنے رکھنا چاہیے جو ان کے کلام سے ظاہر ہے۔
ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ خطبۂ فاطمیہ کے تناظر میں اس بات کا جائزہ لیں گے کہ آپؑ واقعاً ایک بے بس، لاچار، گریہ وزاری میں مصروف خاتون تھیں یا قیام، مقاومت اور ایثار کا مجسم نمونہ تھیں؟! آپؑ واقعاً (باغ فدک) کے لئے گھر سے خارج ہوئیں یا فدک ایک بہانہ تھا اصل مقصد نظام ولایت اور ولی کا دفاع تھا اور نظام ولایت کی تبدیلی کے خلاف قیام اور احتجاج تھا؟!

خطبہ سے پہلے کی صورتحال

جب حضرت سیدہؑ کو اطلاع ملی کہ حکومتی فرمان کے مطابق فدک کو حکومتی تحویل میں لے لیا گیا ہے تو آپؑ معمول کے حجاب سے زیادہ ایک لمبی چادر اوڑھ کہ کنیزوں بچوں اور چند خواتین کے جھرمٹ میں مسجد نبویؐ کی طرف روانہ ہوئیں۔ آپؑ اتنے وقار ومتانت کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے چل رہی تھیں؛ جس طرح رسول خداﷺ چلا کرتے تھے حتیٰ لوگوں کو لگا گویا خود رسول خداﷺ تشریف لا رہے ہیں۔(12)
سوچنے کی بات ہے کیا ایک مجبور بے بس اور لاچار خاتون اتنی متانت کے ساتھ چلتے ہوئے لوگوں سے خطاب کرنے آسکتی ہے؟!

خطبہ کی بلاغت اور لہجہ کی صلابت

ابن طیفور نے تاریخ کی فصیح وبلیغ گفتگو کرنے والی خواتین کے اشعار ونثر وغیرہ جمع کئے ہیں اور اس میں سب سے پہلے یہی خطبہ فاطمیہ ذکر کیا ہے۔(13)
علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: جب فصحاء و بلغاء نے یہ خطبہ دیکھا تو اس کی فصاحت وبلاغت دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹنے لگے یعنی حیرت سے انگشت بدندان رہ گئے۔(14)

جبکہ لہجہ اور انداز گفتگو میں اتنی صلابت تھی اور اتنی تاثیر تھی کہ وہاں موجود خواتین کے ساتھ ساتھ مرد بھی رونے لگے، گویا رسول خداﷺ گفتگو فرمارہے ہوں۔(15)

خطبہ فاطمیہ کے اہم مخاطبین

اگر خطبہ فاطمیہ کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کے مخاطبین دو طرح کے لوگ تھے:

ا۔ وہ لوگ جنہوں نے نظام خلافت کی بنیاد رکھی اور حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی وراثت حکومتی تحویل میں لے لی۔

۲۔ وہ مرد وخواتین جو اس اقدام پر خاموش رہے۔

البتہ دیگر احکام اور تعلیمات کی طرح ہم حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے فرامین کو بھی قضیہ حقیقیہ کے طور پر لیں تو پھر قیامت تک کے لئے آنے والے تمام افراد آپؑ کے مخاطبین شمار ہوں گے۔

خطبہ فاطمیہ کے اہم مندرجات

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے اس خطبہ میں بیان شدہ مطالب کی حقیقت تک رسائی کے لئے علماء کرام نے کئی شروح لکھی ہیں (خصوصاً ان کے عرفانی پہلو پر) اور ہر کسی نے اپنے ذوق کے مطابق ان پر روشنی ڈالی ہے، لیکن اگر کلی طور پر اس کا جائزہ لیا جائے تو یہ خطبہ چار قسم کے مطالب ومندرجات پر مشتمل ہے۔ توحید بالمعرفۃ، فلسفہ احکام شریعت، زمانہ جاہلیت کی تصویر کشی یا قبل از اسلام مادی ومعنوی زندگی کی عکاسی، احتجاج واستدلال۔

ا۔ توحید بالمعرفت

حضرت سیدہؑ نے اپنے خطبہ کا آغاز ان الفاظ سے کیا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا أَنْعَمَ۔۔۔

شہید مطہری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حضرت فاطمہؑ کا خطبہ میں نہج البلاغہ کی سطح کی توحید بیان ہوئی یعنی اتنی بلند سطح کی کہ ابو علی سینا جیسے نابغہ روزگار فیلسوف سے ایسی توحید بیان ہونا ممکن نہیں ہے۔(16)

علم کلام میں وجوب شکر منعم کے نام سے ایک دلیل بیان کی جاتی ہے جس کا ایک مقدمہ یہ ہے کہ شکر منعم (نعمات عطاء کرنے والے کا شکر) اس کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ (17) علماء کے بقول انسان جس سطح کی معرفت رکھتا ہو اس کی حمدِ الٰہی بھی اسی سطح کی ہوتی ہے۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے اپنے خطبہ کا آغاز جن الفاظ سے کیا وہ ان کی اوج معرفت کا بین ثبوت ہے، آپ نے صرف خود کو ملنے والی نعمتوں پر نہیں بلکہ جو بھی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام مخلوق کو ملیں ان سب پر حمد و ثنا فرمائی۔ (18)

چنانچہ آپؑ نے یہ نہیں فرمایا:

الحمد للہ علی ما انعمنا

حمد خدا ہے ان نعمتوں پر جو اس نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔

کیونکہ بی بی زہراء سلام اللہ علیہا جانتی ہیں کہ حمد و ثناء اور شکر کا اعلیٰ درجہ یہ نہیں کہ صرف اپنی نعمتوں پر ایسا کیا جائے اور جو نعمت نصیب نہیں ہوئی یا ہمارے حصہ میں نہیں آئی اس پر حمد و ثناء اور شکر بجا لانے سے گریز کیا جائے۔ (19)

چنانچہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں میں پناہ مانگتا ہوں اس حالت سے کہ

أُبتلِي بِحمد مَن أعطانی وَ أُفتتن بذم مَن مَنَعنی۔۔۔۔۔۔ (20)

مجھے ایسی آزمائش میں مبتلا کر دیا جائے کہ میں صرف ان نعمتوں پر حمد کروں جو مجھے عطاء ہوئی ہیں اور مجھ ایسے امتحان میں نہ ڈال دیا جائے کہ اس چیزوں پر مذمت شروع کروں جو اس نے مجھے نہیں دیں۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی اسی اصل کو سامنے رکھتے ہوئے ہو اس چیز پر حمد خدا کر رہی ہیں جو اس نے تمام مخلوقات کو عطا کی ہیں۔

۲۔بیان فلسفہ احکام

خطبہ کے دوسرے حصہ میں آپؑ نے مختلف احکام کا فلسفہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، امر بالمعروف وغیرہ کیوں واجب قرار دیئے (21)

چنانچہ ارشاد فرمایا: '' فَجَعَلَ اللهُ الْإِيمَانَ تَطْهِيراً لَكُمْ مِنَ الشِّرْكِ وَ الصَّلَاةَ تَنْزِيهاً لَكُمْ عَنِ الْكِبْرِ وَ الزَّكَاةَ تَزْكِيَةً لِلنَّفْسِ وَ نَمَاءً فِي الرِّزْقِ وَ الصِّيَامَ تَثْبِيتاً لِلْإِخْلَاصِ وَ الْحَجَّ تَشْيِيداً لِلدِّينِ وَ الْعَدْلَ تَنْسِيقاً لِلْقُلُوبِ ''۔۔۔(22)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں شرک سے پاک رکھنے کے لئے ایمان کو، تکبر سے منزہ رکھنے کے لئے نماز کو، تمہارے تزکیہ نفس اور رزق میں اضافے کے لئے زکوۃ کو، اخلاص کے اثبات کے لئے روزہ کو، دین کی تقویت کے لئے حج کو واجب قرار دیا۔

اس کے علاوہ اور بہت ساری چیزوں کا فلسفہ بیان کیا۔ خطبہ کا یہ حصہ بھی آپ کی معرفت خداوندی کے ساتھ ساتھ دین سے مکمل آگاہی پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔زمانہ جاہلیت کی تصویر کشی

اس کے بعد آپؑ نے عربوں کی وہ صورتحال بیان کی جس سے وہ زمانہ جاہلیت میں دوچار تھے اور پھر یہ واضح کیا کہ اسلام نے اس بدترین صورتحال سے نکال کرکے تمہیں سربلند کردیا، چنانچہ فرمایا: '' تَشْرَبُونَ الطَّرْقَ وَ تَقْتَاتُونَ الْقِدَّ أَذِلَّةً خَاسِئِينَ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِكُمْ فَأَنْقَذَكُمُ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى بِمُحَمَّدٍ ص بَعْدَ اللَّتَيَّا وَ الَّتِي ''۔(23)

یعنی: تم کیچڑ والے بدبودار پانی سے پیاس بجھاتے تھے، گھاس پھونس سے بھوک مٹاتے تھے، تم اس طرح ذلت وخواری میں زندگی بسر کرتے تھے جس میں تمہیں ہمیشہ یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ آس پاس کے لوگ تمہیں کہیں اچک نہ لیں، ایسے بدتر حالات میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں حضرت محمد ﷺ کے ذریعے نجات دی۔

یہاں قابل توجہ اور اہمیت کا حامل نکتہ یہ ہے کہ بالکل اسی لب ولہجہ کے ساتھ ایک خطبہ میں امیر المؤمنین علیہ السلام نے بھی عربوں کے ان ابتر حالات کی طرف اشارہ کیا، اور یہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے کسی بھی موقع پر بے بسی، لاچارگی، کمزوری یاایسی خاتون ہونے کا مظاہرہ نہیں کیا جو حالات سے بے خبر اور کسی قسم کی آگاہی نہ ہو رکھتی ہو، بلکہ آپؑ نے پوری آگاہی اور بصیرت کے ساتھ امیر المؤمنین علیہم السلام جیسی شجاعت ودلیری دکھائی، جیسا کہ امیر المؤمنینؑ نے بھی یہی فرمایا:

وانتم معشرالعرب علیٰ شرّدین وفی شرّ دارٍ صیخون بین حجارۃ خشن وحیاۃ مم، تشربون الکدر وتأکلون الجشب وتسفکون دمائکم وتقطعون ارحامکم۔(24)

اے گروہ عرب! (یاد کرو وہ وقت) جب تم بدترین دین اور بدترین گھروں میں رہتے تھے۔ کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بودوباش رکھتے تھے، گدلہ پانی پیتے اور بدترین غذا کھاتے تھے، ایک دوسرے کا خون بہاتے اور قطع رحمی کرتے تھے۔

۴۔احتجاج واستدلال (خطبہ کا اہم ترین حصہ)

یہاں سے خطبہ کا اہم ترین حصہ شروع ہوتا ہے جس میں بی بیؑ نے اہل بیتؑ خصوصاً امیر المؤمنین علیہم السلام کی عظمت بیان کرتے ہوئے لوگوں کو رسول خداﷺ کی نصیحت اور وصیت کو بھلا دینے کا طعنہ دیا۔ اپنے خطاب کے اس حصہ میں حضرت سیدہؑ نے پوری توان وطاقت کے ساتھ حکمرانوں کو تنقید کا نشانہ بنایا اور ان کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا۔ اسی حصہ سے بی بیؑ کا اُسوہ قیام و مقاومت ہونا ثابت ہوتا ہے، وہ بی بیؑ جو جسمانی طور پر انتہائی لاغر وناتواں ہونے اور انتہائی گہرے زخم برداشت کرنے کے باوجود پوری قوت وصلابت کے ساتھ امیر المؤمنین علیہم السلام کی حق حکمرانوں کا دعویٰ فرماتی ہیں اور حکمرانی کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کو بھی اس حق حکمرانی (نظام ولایت) کے بدلے جانے پر انتہائی سخت الفاظ میں تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے فرماتی ہیں:

" وَ بَعْدَ أَنْ مُنِیَ بِبُهَمِ الرِّجَالِ وَ ذُؤْبَانِ الْعَرَبِ وَ مَرَدَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَاراً لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللهُ أَوْ نَجَمَ قَرْنُ الشَّيْطَانِ أَوْ فَغَرَتْ فَاغِرَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَذَفَ أَخَاهُ فِي لَهَوَاتِهَا فَلَا يَنْكَفِئُ حَتَّى يَطَأَ جَنَاحَهَا بِأَخْمَصِهِ وَ يُخْمِدَ لَهَبَهَا بِسَيْفِهِ مَكْدُوداً فِي ذَاتِ اللهِ مُجْتَهِداً فِي أَمْرِ اللهِ قَرِيباً مِنْ رَسُولِ اللهِ سَيِّداً فِي أَوْلِيَاءِ اللهِ مُشَمِّراً نَاصِحاً مُجِدّاً كَادِحاً لَا تَأْخُذُهُ فِي اللهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ وَ أَنْتُمْ فِي رَفَاهِيَةٍ مِنَ الْعَيْشِ وَادِعُونَ فَاكِهُونَ آمِنُونَ تَتَرَبَّصُونَ بِنَا الدَّوَائِرَ وَ تَتَوَكَّفُونَ الْأَخْبَارَ وَ تَنْكِصُونَ عِنْدَ النِّزَالِ وَ تَفِرُّونَ مِنَ الْقِتَالِ فَلَمَّا اخْتَارَ اللهُ لِنَبِيِّهِ دَارَ أَنْبِيَائِهِ وَ مَأْوَى أَصْفِيَائِهِ "

یعنی: (جب میرے والد حضرت محمد ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہیں نجات دی) تو انہیں زور آوروں، عرب بھیڑیوں اور سرکش اہل کتاب کے مقابلہ کرنا پڑا، دشمن جب بھی جنگ کے شعلے بھڑکاتے اللہ تعالیٰ انہیں خاموش کر دیتا۔

اور (اس کے بعد) جب بھی کوئی شیطان سر اٹھاتا یا مشرکین میں سے کوئی اژدھا منہ کھولتا رسول خدا ﷺ اپنے بھائی (علیؑ) کو اس کے حلق کی طرف آگے کر دیتے تھے اور وہ (علیؑ) ان لوگوں کے غرور کو اپنے پیروں تلے روندے بغیر اور اپنی تلوار سے اس آتش کو فرو کئے بغیر واپس نہیں لوٹتے تھے۔ (پھر علیؑ ولی خدا کے بارے فرماتی ہیں) وہ راہ خدا میں جانفشاں، اللہ کے معاملے میں مجاہد، رسول اللہ ﷺ کے نہایت قریبی اور اولیاء اللہ کے سردار تھے، وہ جہاد کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ، اُمت کے خیر خواہ، عزم محکم کے مالک اور راہ حق میں جفاکش تھے، راہ خدا میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے، جبکہ تم انہی دنوں عیش وآرام کی زندگی بسر کرتے تھے، نیز سکون اور خوشی میں امن وامان کے ساتھ رہتے تھے۔

تم اس انتظار میں رہتے تھے کہ ہم پر مصیبتیں آئیں اور تمہیں بری خبری سننے کو ملے تم جنگ کے وقت پسپائی اختیار کرتے اور لڑائی میں راہ فرار اختیار کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے لئے مسکن انبیاء اور برگزیدہ لوگوں کی قرارگاہ (آخرت) کو پسند کیا۔

خطبہ کے اگلے حصہ میں آپؑ نے پہلے سے بھی سخت لہجہ اپنایا اور لوگوں کو ان کی اصل حقیقت اور صحیح صورتحال سے ببانگ دہل اور واشگاف الفاظ میں آگاہ کیا۔ ان دونوں حصوں سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ آپ فقط (فدک) کے چھن جانے کا شکوہ نہیں کر رہی تھیں، بلکہ نظام ولایت اور رسول خداﷺ کی تلقینات وتاکیدات کو نظر انداز کرنے پر باقاعدہ احتجاج اور اعتراض کر رہی تھیں، گویا اس ظلم کے خلاف قیام تھا۔

(فاطمیت فاطمہ اور تاریخ) نامی کتاب کے مصنف ڈاکٹر محمد حسن زورق اسی حوالے سے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

نگرانی اصلی حضرت فاطمہ علیہا السلام تبدیل شدن نظام امامت به نظام ابوجهلی بود۔

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی اصل پریشانی یہ تھی کہ نظام امامت کو نظام ابو جھلی میں بدلا جارہا تھا۔(25)

یقیناً خطبہ کے الفاظ اس نکتہ نظر کی تائید کر رہے ہیں۔ آپؑ نے فرماتی ہیں: ”ظَهَرَ فِيكُمْ حَسَكَةُ النِّفَاقِ وَ سَمَلَ جِلْبَابُ الدِّينِ وَ نَطَقَ كَاظِمُ الْغَاوِينَ وَ نَبَغَ خَامِلُ الْأَقَلِّينَ وَ هَدَرَ فَنِيقُ الْمُبْطِلِينَ ـ فَخَطَرَ فِي عَرَصَاتِكُمْ وَ أَطْلَعَ الشَّيْطَانُ رَأْسَهُ مِنْ مَغْرَزِهِ هَاتِفاً بِكُمْ فَأَلْفَاكُمْ لِدَعْوَتِهِ مُسْتَجِيبِينَ وَ لِلْعِزَّةِ فِيهِ مُلَاحِظِينَ ثُمَّ اسْتَنْهَضَكُمْ فَوَجَدَكُمْ خِفَافاً وَ أَحْمَشَكُمْ فَأَلْفَاكُمْ غِضَاباً فَوَسَمْتُمْ غَيْرَ إِبِلِكُمْ وَ وَرَدْتُمْ غَيْرَ مَشْرَبِكُمْ هَذَا وَ الْعَهْدُ قَرِيبٌ وَ الْكَلْمُ رَحِيبٌ وَ الْجُرْحُ لَمَّا يَنْدَمِلْ وَ الرَّسُولُ لَمَّا يُقْبَرْ ابْتِدَاراً زَعَمْتُمْ خَوْفَ الْفِتْنَةِ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَ إِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ فَهَيْهَاتَ مِنْكُمْ وَ كَيْفَ بِكُمْ وَ أَنَّى تُؤْفَكُونَ وَ كِتَابُ اللهِ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ ـ أُمُورُهُ ظَاهِرَةٌ وَ أَحْكَامُهُ زَاهِرَةٌ وَ أَعْلَامُهُ بَاهِرَةٌ وَ زَوَاجِرُهُ لَائِحَةٌ وَ أَوَامِرُهُ وَاضِحَةٌ“

یعنی: پھر تمہارے دلوں میں نفاق کے کانٹے نکل آئے اور دین کا لبادہ تار تار ہوگیا اور ضلالت کی زبانیں چلنے لگیں، بے مایا لوگوں نے سر اٹھانا اور باطل کے سرداروں نے گرجنا شروع کردیا پھر وہ

دم ہلاتے ہوئے تمہارے اجتماعات میں آ گئے۔ شیطان نے بھی اپنی کمین گاہ سے سر نکالا اور تمہیں پکارنے لگا۔ اس نے تمہیں لبیک کہتے ہوئے اور اس کے مکر وفریب کے لئے آمادہ و منتظر پایا، پھر شیطان نے تمہیں اپنے مقصد کے لئے اٹھایا اور تمہیں سبک رفتاری سے اٹھتے دیکھا، اس نے تمہیں بھڑکایا تو تم فوراً غضب میں آ گئے، تم نے اپنے نشان دوسروں کے اونٹ پر لگادیئے اور اپنے گھاٹ کی بجائے دوسروں کے گھاٹ سے پانی بھرنے کی کوشش کی۔

یہ ہے تمہاری حالت جبکہ ابھی عہد رسول ﷺ قریب ہی گذرا ہے۔ زخم گہرا ہے اور جراحت ابھی مندمل نہیں ہوئی۔ ابھی رسول خدا ﷺ کی تدفین نہیں ہوئی تھی کہ تم نے فتنہ کا بہانہ بنا کر عجلت اور جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔ (دیکھو یہ فتنہ میں پڑ چکے ہیں اور جہنم نے ان کافروں کو گھیر رکھا ہے)

تم نے یہ کیسے سوچا؟ تم سے یہ بعید تھا۔ تم کدھر بہکے جارہے ہو؟ حالانکہ کتاب خدا تمہارے درمیان ہے۔ جس کے دستور واضح، احکام روشن، تعلیمات آشکار، تبیہات غیر مبہم اور اس کے اوامر واضح ہیں۔

پھر آگے چل کر حضرت زہراء سلام اللہ علیہا لوگوں کی اس غفلت اور انحراف کو مزید واضح الفاظ میں یوں بیان فرماتی ہیں: " وَ قَدْ خَلَّفْتُمُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ أَ رَغْبَةً عَنْهُ تُرِيدُونَ أَمْ بِغَيْرِهِ تَحْكُمُونَ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا وَ مَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلامِ دِيناً فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخاسِرِينَ ثُمَّ لَمْ تَلْبَثُوا إِلَّا رَيْثَ أَنْ تَسْكُنَ نَفْرَتُهَا وَ يُسْلَسَ قِيَادُهَا ثُمَّ أَخَذْتُمْ تُورُونَ وَقْدَتَهَا وَ تُهَيِّجُونَ جَمْرَتَهَا وَ تَسْتَجِيبُونَ لِهُتَافِ الشَّيْطَانِ الْغَوِيِّ وَ إِطْفَاءِ أَنْوَارِ الدِّينِ الْجَلِيِّ وَ إِهْمَالِ سُنَنِ النَّبِيِّ الصَّفِيِّ تَشْرَبُونَ حَسْواً فِي ارْتِغَاءٍ ـ وَ تَمْشُونَ لِأَهْلِهِ وَ وُلْدِهِ فِي الْخُمْرَةِ وَ الضَّرَّاءِ وَ يَصِيرُ مِنْكُمْ عَلَى مِثْلِ حَزِّ الْمُدَى وَ وَخْزِ السِّنَانِ فِي الْحَشَا "

یعنی: تم نے قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا ہے کیا تم اس سے منہ موڑنا چاہتے ہو؟ کیا تم اس کے بغیر فیصلے کرنے کے خواہاں ہو؟ (یاد رکھو) ظالموں کے لئے برا بدلا ہے اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور

دین کا خواہاں ہوگا اور اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص قیامت کے دن خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

پھر تمہیں (خلافت) حاصل کرنے کی اتنی جلدی تھی کہ خلافت کے بدکے ہوئے ناقہ کے رام ہونے اور مہار تھامنے کا بھی تم نے مشکل سے انتظار کیا۔

پھر تم نے آتش فتنہ کو بھڑکایا اور اس کے شعلوں کو پھیلانا شروع کیا اور تم شیطان کی گمراہ کن پکار پر لبیک کہنے لگے۔ تم دین کے روشن چراغوں کو بجھانے اور برگزیدہ نبی کی تعلیمات سے چشم پوشی کرنے لگے۔ تم بالائی لینے کے بہانے پورا دودھ پی جاتے ہو اور رسول کی اولاد اور اہل بیتؑ کے خلاف خفیہ چالیں چلتے ہو، تمہاری طرف سے خنجر کے زخم اور نیزے کے وار کے باوجود ہم صبر سے کام لیں گے۔

اس طویل خطبہ کے ان چند مندرجات کا جائزہ لینے سے واضح ہو جاتا ہے کہ صرف باغ فدک کی خاطر حضرت زہراء سلام اللہ علیہا یہ خطبہ ارشاد نہیں فرمایا تھا، بلکہ اصل دکھ و درد نظام امامت کو نظر انداز کیا جانا تھا۔ خطبہ کے اس حصہ تک بی بیؑ نے فدک کا نام بھی نہیں البتہ اس کے بعد وراثت کا تذکرہ ضرور کیا اور خلیفہ سے براہ راست مخاطب ہو کر فرمایا: " أَفِي كِتَابِ اللهِ تَرِثُ أَبَاكَ وَلَا أَرِثُ أَبِي "یعنی: کیا تجھے اپنے باپ کی وراثت ملے اور مجھے اپنے باپ سے ارث نہ ملے؟! اور یہ چیز قرین قیاس ہے کہ فدک پر قبضہ کرنے کی جو غلطی حکومت سے سرزد ہوئی بی بیؑ نے فوراً اس غلطی سے فائدہ اٹھا کر ان کے خلاف قیام کیا اور لوگوں کو ان کی اصل حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہو جس طرح امام حسین علیہم السلام نے یزید کی بیعت کے مطالبہ کی غلطی سے فائدہ اٹھایا اور فوراً بنی اُمیہ کے خلاف قیام کیا اور پھر اپنی قربانی سے ان کے چہروں پر پڑی نقاب اتار کر پھینک دی۔ اسی طرح حضرت سیدہؑ نے بھی فدک پر قبضہ کرنے کی غلطی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی حقیقت، سازشوں اور نظام امامت ولایت کو بدلنے کی کوشش کو طشت از بام کر دیا اور جن الفاظ میں ان کی مذمت کی وہ اس حکومتی غلطی کے بغیر نہیں کی جا سکتی تھی۔ کیونکہ یہ فرض کرنا محال ہے کہ زہراء سلام اللہ علیہا نے صرف فدک کے لئے یہ

قدم اٹھایا۔ معرفت وقرب خداوندی کے جس مقام پر حضرت زہراءؑ فائز تھیں ان سے یہ توقع ناممکن ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نظام امامت کے حق میں ایک بھرپور مدلل جرات مندانہ قیام تھا اور بی بیؑ کا یہی قیام اور شجاعانہ مقاومت ہمارے لئے اسوہ کاملہ ہے۔

اسی قیام ومقامت سے سبق لیتے ہوئے ہمیں ہر اس نظام کے خلاف اٹھنا ہوگا اور بھرپور آواز بلند کرنا ہوگی جو نظام ولایت اور نظام خداوندی کے مقابل شمار کیا جائے۔

ہمیں ان ہستیوں کے بارے اپنے تصورات اور خود ساختہ شخصیت کو بدلنا ہوگا اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بے بس، لاچار، ہر وقت گریہ وزاری میں مصروف خاتون خانہ کے طور پر نہیں بلکہ ایک دلیر اور شجاع خاتون کے طور پر متعارف کرانا ہوگا جن کی سیرت یہ ہے کہ جب نظام امامت سے انحراف کیا جارہا ہو تو پوری توان وطاقت کے ساتھ اس کا دفاع کیا جائے

حوالہ جات

1۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۶۵

2۔ سورہ القدر: ۱، ۲

3۔ علامہ اقبال، اسرار خودی

4۔ نقوی، سید جواد تفسیر خطبہ فاطمیہ، ، ج ۱، ص ۲۲

5۔ سورہ الکہف: ۱۱۰

6۔ سورہ احزاب: ۲۱

7۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۱۶، ص ۲۳۱

8۔ مطہری، مرتضی، آشنائی قرآن، ، ج ا، ص ۵۶
9۔ مطہری، مرتضیٰ، حماسہ حسینی، ، ج ا، ص ۲۲۳
10۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۱۰۷ ، عوالی اللئالی، اجسائی ج ۴، ص ۴
11۔ نہج البلاغہ، حکمت ۱۴۸
12۔ طبرسی، الاحتجاج، ، ج ا، ص ۱۳۲
13۔ ابن طیفور، بلاغات النساء۔۔
14۔ نقوی، سید جواد تفسیر خطبہ فاطمیہ، ، ج ا، ص ۱۰۲
15۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔۔ج ا، ص ۱۱۵
16۔ مطہری، مرتضی، حماسہ حسینی، ، ج ا، ص ۲۲۳
17۔ علامہ حلی شرح باب جاری، ص ۱۰
18۔ نقوی، سید جواد، شرح خطبہ فاطمیہ، ، ج ا، ص ۱۱۸
19۔ جوادی، آفتاب حسین، خطبہ فدک، ، ص ۴۸
20۔ سید رضی، نہج البلاغہ، خطبہ ۲۲
21۔ مطہری، مرتضی، حماسہ حسینی، ج ا، ص ۲۲۳
22۔ جوادی، آفتاب حسین، خطبہ فدک، ، ص ۵۱
23۔ ایضاً، ص ۵۸
24۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۶
25۔ بحوالہ از ویب سایٹ " شفقنا"

معارفِ نسوان کے متعلق چند شبہات

سید مزمل حسین نقوی *
muzammalhussainnaqvi@gmail.com

کلیدی کلمات: شبہات، خواتین، محدثہ، بتول، مصحف

خلاصہ

علم و آگہی کے خزانے کی کلید سوال اور شبہ ہے۔اسی لئے اہل علم علمی سوالات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ خاص کر دین اور دینی شخصیات کے بارے میں شبہات کا جواب تلاش کرنا ہر صاحب ایمان کی ذمہ داری ہے۔ اس مقالے میں معارف نسواں کے بارے میں چند سوالات کا اختصار کے ساتھ جواب دینے کی سعی کی گئی ہے۔زمانہ رسالت کے بعد کے انسانوں کے لئے حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کی سیرت سے آشنائی کے صرف دو ہی راستے ہیں: قرآن اور اہلبیتؑ و صحابہ کرامؓ کے فرامین۔اہل بیت اطہارؑ کی اہم ترین شخصیت حضرت علیؑ ہیں جو اپنی ولادت سے لے کر وصال نبی ﷺ تک ہر لمحہ اور زندگی کے ہر اہم موڑ پر پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے ہیں۔لہٰذا حضرت علیؑ وہ ذات ہے جو ہمیں کما حقہ پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات گرامی کا صحیح تعارف کرا سکتی ہے۔ حضرت علیؑ کے کلام میں عورت کو ناقص العقل کہا گیا ہے یہاں جس کا معنیٰ و مفہوم سمجھنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی زوجہ گرامی حضرت فاطمہؑ اس عالم رنگ و بو کی ایک عظیم ہستی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے ہاں آپؑ کے کئی نام ہیں۔ان میں سے ایک محدثہ ہے۔آپ کو محدثہ اس لئے کہتے ہیں چونکہ ملائکہ آپؑ سے گفتگو کرتے تے۔ ملائکہ آپؑ کو آئندہ رونما ہونے والے واقعات کے متعلق بتاتے تھے۔ یہ واقعات امیر المؤمنینؑ قلمبند کرتے تھے اور انہیں کتابی شکل میں تحریر کرتے تھے۔ بعد میں یہی کتاب مصحف فاطمہؑ کے نام سے مشہور ہوئی اور اب امام زمانہؑ کے پاس ہے۔حضرت فاطمہؑ کا ایک لقب بتول بھی ہے چونکہ آپ حسب و نسب میں افعال و اقوال میں سیرت و کردار میں اور دوسری کئی خصوصیات میں دوسروں سے منفرد نظر آتی ہیں۔

*۔مدرس و محقق، مدرسہ جامعۃ الرضا، بارہ کہو، اسلام آباد

مقدمہ

سوال اور شبہ علم کی کلید ہے ہر سوال اور شبہے کے پیچھے علم وآگہی کا خزانہ چھپا ہوتا ہے۔اسی لئے اہل علم علمی شبہات اور سوالات کو پسند کرتے ہیں اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ نیز عام لوگوں کے اذہان میں پیدا ہونے والے شبہات وسوالات کا جواب دینا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔خاص کر دین اور دینی شخصیات کے بارے میں شبہات وسوالات کا جواب تلاش کرنا ہر صاحب ایمان کی ذمہ داری ہے تاکہ وہ شبہات کی وادی سے گزر کر علم وآگہی کی وادی میں داخل ہو اور اپنی دینی معرفت میں اضافہ کرکے اپنے ایمان کی بنیادوں کو مستحکم بنا سکے۔ دوسری جانب اہل علم سے علمی ودینی شبہات اور سوالات کے تسلی بخش جواب کا تقاضا کرنا عوام الناس کا حق ہے اور اہل علم کا فرض کے وہ اہل ایمان کی دینی معرفت کی تکمیل کے لئے ان سوالات کا جواب تلاش کریں۔ معارف نسواں کے بارے میں چند سوالات اور شبہات دیکھنے کو ملتے ہیں، جن کا اختصار کے ساتھ جواب دینے کی سعی کی گئی ہے۔

پہلا سوال یہ ہے کہ کیا عورت ناقص العقل ہے ؟جیسا کہ بعض دینی روایات میں اس بارے میں اشارہ ملتا ہے۔

یہ سوال یا علمی شبہ عمومی طور پر کیا جاتا ہے، جس کی وضاحت یہ ہے کہ خداوند کریم نے مرد اور عورت کو بنی نوع انسان کے دو حصوں کی مانند قرار دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ (1)

ترجمہ: "اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا۔"

مرد کی طرح عورت کو بھی ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ تمام عبادات کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ مرد کی طرح عورت کو بھی اعمال صالحہ کرنے پر اجر اور بُرے اعمال انجام دینے پر سزا دی جائے گی۔ مختصر یہ کہ اسلامی نکتہ نظر سے انسان ہونے کے ناطے عورت اور مرد برابر ہیں جو بھی صاحب تقویٰ ہو وہ دوسرے سے بہتر ہے۔ اگر مرد متقی ہے تو عورت سے بہتر ہے اور اگر عورت متقی ہے تو مرد سے بہتر ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔ (2)

ترجمہ: "بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی عفت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور خدا کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔"

البتہ کچھ روایات ایسی ملتی ہیں کہ ابتدائے نظر میں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں عورت کو مرد کے مقابلے میں ناقص الدین اور ناقص العقل قرار دیا گیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

معاشر الناس ان النساء نواقص الایمان نواقص الحظوظ نواقص العقول فامّا نقصان ایمانهن فقعود هن عن الصلاة والصیام فی ایام حیضهن واما نقصان عقولهن فشهادة امرایتین کشهادة الرجل واحد وامّا نقصان حظوظهن فمواریثهن علی الانصاف من مواریث الرجال۔ (نہج البلاغہ، خطبہ: ۸۰)

یعنی: "اے لوگو! عورتیں ایمان میں ناقص، حصوں میں ناقص اور عقل میں ناقص ہوتی ہیں۔ نقص ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ حیض کے ایام میں انہیں نماز اور روزہ چھوڑنا پڑتا ہے اور ناقص العقل ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے۔ حصہ میں کمی یوں ہے کہ میراث میں ان کا حصہ مردوں سے آدھا ہے۔"

اگرچہ بعض افراد نے اسے امیر المؤمنین علیہ السلام کا فرمان ماننے سے انکار کیا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپؑ ایسی بات کریں جو قرآنی تعلیمات کے منافی ہو۔ ان افراد کی یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ اوّلاً تو یہ فرمان قرآنی تعلیمات کے منافی نہیں ہے دوسرا خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں بھی یہ بات موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواتین کی ایک جماعت کے قریب سے گزرے تو کھڑے ہوئے اور فرمایا:

یا معاشر النساء مارأیت نواقص عقول ودین اذهب بعقول ذوی الالباب منکن انی قد رأیت انکن اکثر اهل النار یوم القیامة فتقربن الی الله عزوجل ما استطعتن فقالت امراة منهن یارسول الله مانقصان دیننا وعقولنا؟ فقال اما نقصان دینکن فالحیض الذی یصیبکن فتمکث احداکن ماشاء الله لا تصلی ولا تصوم واما نقصان عقولکن فشهادتکن انما شهادة المرأة نصف شهادة الرجل۔ (3)

یعنی: "اے گروہ خواتین میں نے عقل اور دین کے کمتر اور ناقص ہونے کے لحاظ سے تم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جو صاحبان عقل کی عقول کو ضائع کر دیتی ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے زیادہ تر خواتین جہنم میں جائیں گی۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے خدا کا قرب حاصل کرو۔"

ایک خاتون نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کس طرح دین اور عقل کے لحاظ سے ناقص ہیں۔ فرمایا دین کے لحاظ سے اس طرح ناقص ہو کہ ایام حیض میں نماز اور روزہ ادا نہیں کر سکتیں جبکہ عقل کے لحاظ سے اس طرح ناقص ہو کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی آدھی ہے یعنی دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک خاتون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کیوں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے؟ دو عورتوں کی میراث ایک مرد کے برابر ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا:

ان ذلك قضاء من ملك عدل حکیم لایجوز ولا یحیف ولا یتحامل ایتها المرأة لاینفعه ما منعکن ولا ینقصه مابذل لکن یدبر الامربعلمه یا ایتها المرأة لا نکن ناقصات الدین والعقل قالت یارسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما نقصان دیننا؟

قال ان حداکن تقعد نصف دهرها لا تصلی بحیضة وانکن تکثرن اللعن وتکفرن النعمة تمکث احداکن عندالرجل عشر سنین فصاعدایحسن الیها وینعم علیها فاذا ضاقت یده یوماً او خاصمها قالت له ما رأیت منك خیراً قط۔ (4)

یہ اس مالک کا فیصلہ ہے جو عادل بھی ہے اور حکمت والا بھی، جو نہ ظلم کرتا ہے نہ اس سے کوئی غلط بات صادر ہوتی ہے۔ اے خاتون جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے اس سے وہ کوئی فائدہ نہیں حاصل کرنا چاہتا اور جو اس نے دیا ہے اس سے اسے کوئی نقصان نہیں ہوا لیکن اس نے یہ فیصلہ اپنے علم کی بنیاد پر کیا ہے۔ اے خاتون تم دین اور عقل کے لحاظ سے ناقص ہوتی ہو۔ اس نے پوچھا کہ دین کے لحاظ سے ہم کیسے ناقص ہیں۔ فرمایا تم میں سے ہر ایک حیض کی وجہ سے ایک طویل عرصہ نماز نہیں پڑھتی۔ کثرت سے لعنت کرتی ہو (دوسروں کو بُرا بھلا کہتی ہو) اور کفرانِ نعمت کرتی ہو۔ دس سال یا اس سے زیادہ عرصہ شوہر کے ساتھ رہتی ہو۔ وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور اس کی ضروریات کو پورا کرتا ہے لیکن اگر کسی وقت اس کا ہاتھ تنگ ہو جائے تو اس سے جھگڑا کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے آج تک تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

ان روایات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے عورتوں کے متعلق یہ جملہ نہیں فرمایا۔ سند کے لحاظ سے مذکورہ روایت صحیح ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا آپ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ واقعاً مرد کی نسبت عورت دین اور عقل میں ناقص ہے اور یہ ان کے لئے ایک عیب ہے۔

بعض محققین کہتے ہیں کہ یہ عورت کا عیب ہے البتہ امیر المؤمنین علیہ السلام کا یہ جملہ ایک مخصوص عورت کی طرف اشارہ ہے جس کی وجہ سے ہزاروں آدمی مارے گئے تھے۔

یہ توجیہہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ایک تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے جمع کے صیغے استعمال کئے ہیں جو کہ عمومیت پر دلالت کرتے ہیں اور دوسرا یہ کہ یہی جملے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی مروی ہیں۔

بیان حقیقت

مذکورہ بالا روایات کیا عورتوں کی مذمت کر رہی ہیں یا کسی حقیقت کو بیان کر رہی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں عقل میں ناقص ہونا کوئی عیب ہے یا عورتوں کی خلقت کا لازمہ ہے اور انسان کی معاشرتی زندگی کے لئے ضروری ہے۔

کائنات کے اس نظام میں مرد اور عورت کی مخصوص ذمہ داریاں ہیں۔ انہی مخصوص ذمہ داریوں کے پیش نظر خدا نے انہیں مخصوص قوتیں اور صفات عطا کی ہیں۔ اگر کسی کی قوت میں کوئی کمی ہے تو یہ عیب نہیں ہے بلکہ اس مخصوص ذمہ داری کا تقاضا ہے۔ دین و عقل کے لحاظ سے عورتوں میں نقص اور کمی ہے تو دوسری جہات کے لحاظ سے مردوں میں کمی ہے یعنی ایک پہلو سے عورت میں کمی ہے تو دوسرے پہلو سے مرد میں۔ اس نقص اور کمی کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور یوں انسانی نسل کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔ مرد و عورت کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے فرق رکھا ہے مرد کو جہاں زیادہ جسمانی قوت سے نواز ہے وہیں عورت کو رحم دل بنا ہے۔ جہاں مرد کو اپنے جذبات پر قابو رکھ کر صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت وہی ہے وہیں عورت کو حیض حمل ولادت نفاس اور بچے کو دودھ پلانے کے مشکل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے عقل کی قوت اتنی موثر نہیں ہوتی جتنی رحم دلی اور جذبات کی قوت موثر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مرد و عورت میں تخلیقی، جسمانی اور عقلی فرق کی وجہ سے دونوں کے مسائل میں کسی حد تک فرق رکھا ہے۔ یقیناً دونوں میاں بیوی، بشر اور انسان ہونے کے ناطے برابر ہیں۔ دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ق ہیں۔ عقلی اور جذباتی فرق اس لئے ہے چونکہ مرد عورت کا محافظ اور نگران ہوتا ہے لہٰذا اس کے لئے عقلی اور جسمانی لحاظ سے مضبوط ہونا زیادہ ضروری ہے۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے ہر وجود کو اپنی حکمت کے تحت خلق کیا ہے۔ سورج، چاند، ہوا، بادل، زمین، ستارے اور انسان یہ تمام موجودات اپنی ذمہ داریوں کو انجام دیتے ہیں تو نظام کائنات چلتا ہے۔ چاند میں سورج کی صلاحیت کا نہ ہونا چاند کے ناقص ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ خود انسان کے وجود میں اس کے اعضاء صلاحیتوں اور قوتوں کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ انسانی حیات

کے لئے ہر ایک کا مخصوص کردار ہے۔ اس کے لئے اس کی ایک مخصوص صفت ہوتی ہے۔ خدا نے آنکھ کو نرم اور ہڈیوں کو سخت بنایا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو کام آنکھ نے کرنا ہے اس کے لئے نرمی ضروری ہے اور جو ہڈیوں نے کرنا ہے اس کے لئے سختی ضروری ہے۔ آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت رکھی ہے اور کان میں سننے کی۔ زبان میں بولنے کی صلاحیت رکھی ہے اور ناک میں سونگھنے کی۔ آنکھ کا نہ سننا اور کان کا نہ دیکھنا ان کے لئے عیب یا نقص نہیں ہے۔ اسی طرح باقی اعضاء میں بھی کسی دوسرے اعضاء والی صلاحیت کا نہ ہونا اس کے لئے نقص شمار نہیں ہوگی۔ بلکہ اپنی مخصوص قوت کا نہ ہونا عیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی اعضاء کو ان کی ذمہ داریوں کے لحاظ سے خلق کیا ہے۔ جب اعضاء اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں تو انسانی جسم کا مکمل نظام قائم رہتا ہے اور انسان زندہ رہتا ہے۔ معاشرتی نظام بھی اسی طرح ہے۔ معاشرے کا ہر فرد اپنی ذمہ داری ادا کرتا ہے تو معاشرہ قائم رہتا ہے۔ البتہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کی ذمہ داری کے مطابق اس کے پاس صلاحیتیں ہوں۔ خدا نے اسی حکمت کے تحت مرد اور عورت کو قوت اور کمزوری عطا کی ہے تاکہ وہ باہم مل کر کام کر سکیں اور انہیں ایک دوسرے کی ضرورت محسوس ہوتی رہے۔ مرد نے چونکہ نگرانی اور سرپرستی جیسے امور انجام دینے ہوتے ہیں اس لئے جذبات اور رحمدلی کی نسبت عقلی قوت زیادہ کام کرتی ہے جبکہ عورت نے بچوں کی پرورش کرنا ہوتی ہے اسی لئے اس کی جذباتی اور رحمدلی کی قوت عقل کی نسبت زیادہ غالب رہتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین علیہ السلام کا مذکورہ فرمان اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر مراد نقص اور کمی ہوتی تو ہر مرد ہر عورت سے زیادہ عقل مند ہوتا۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی عورتیں بہت سے مردوں سے زیادہ عقلمند ہوتی ہیں۔

اسی طرح یہ سمجھ لینا بھی صحیح نہیں ہے کہ چونکہ وہ بعض ایام میں نماز نہیں پڑھتی یا روزہ نہیں رکھتی لہٰذا اس کا دین ناقص ہے۔ کیونکہ روزے کی تو بعد میں وہ قضا بجالاتی ہے۔ باقی رہی نماز کا نہ پڑھنا تو یہ اس کے دین کے ناقص ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ عین امر الٰہی کا امتثال ہے۔ لہٰذا اگر وہ اس حالت میں نماز پڑھے گی تو نافرمان کہلائے گی کیونکہ نماز میں طہارت شرط ہے دوسری طرف جب تک وہ حالت حیض میں ہے وضو یا غسل ممکن نہیں ہے اس لئے نماز نہیں پڑھ سکتی۔

نیز حالت حیض عورت کے لئے ایک تکلیف دہ عمل ہے اس وقت اس پر نقاہت اور سستی طاری رہتی ہے۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُواْ النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلاَ تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّهُ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (5)

ترجمہ: "اے رسول یہ تم سے ایام حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دو حیض ایک اذیت اور تکلیف ہے لہٰذا اس عرصے میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ جب وہ پاک ہو جائیں تو جس طرح سے خدا نے حکم دیا ہے اس طرح ان کے پاس جاؤ۔ یقیناً خدا توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔"

یہ ان پر خدا کا خصوصی لطف و کرم ہے کہ اس تکلیف دہ حالت میں ان پر نماز و روزہ کو معاف کر دیا گیا ہے۔ امر الٰہی کے بجالانے کا نام ہی تو دین ہے۔ ماہ مبارک میں مسافر کے لئے سفر میں روزہ نہ رکھنا امر الٰہی کا امتثال ہے۔ اگر وہ روزہ رکھے گا تو حرام کا مرتکب ہوگا اور نافرمان کہلائے گا۔ تو کیا یہ اس کے دین کے ناقص ہونے کی دلیل ہے اسی طرح وہ افراد جو مالی طور پر کمزور ہیں جس کی وجہ سے زکات ادا نہیں کرتے۔ یا حج بجا نہیں لاتے تو کیا ان کا دین ناقص ہے؟ نہیں ان پر یہ چیزیں واجب ہی نہیں ہیں۔ البتہ ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ جس آدمی نے حج کیا ہے اور جس پر حج واجب نہیں تھا اور اس نے ادا نہیں کیا تو یہ اجر کے حساب سے برابر ہیں یقیناً جس نے حج کیا ہے وہ اجر عظیم کا مستحق ہوا ہے۔ جبکہ انجام دینے والا اس اجر سے محروم رہا ہے۔ اگرچہ گناہ گار نہیں ہے لیکن ثواب سے تو محروم ہے اس کا جواب بالکل واضح ہے۔ شریعت نے ایسی بہت سی نیکیاں قرار دی ہیں جن کا ثواب حج سے بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا غریب آدمی یہ نیکی بجالائے اور حج کا ثواب حاصل کرلے۔ جیسا کہ یہ روایت ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مامن ولد بار ینظر الی والدیہ نظرۃ رحمۃ الا کان لہ بکل نظرۃ حجۃ مبرورۃ قالوا یا رسول اللہ وان نظر کل یوم مائۃ مرۃ قال نعم اللہ اکبر واطیب۔ (6)

جو بھی نیک اولاد اپنے والدین کی طرف رحمت بھری نظر دیکھتی ہے اسے ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے۔ اب نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر وہ ہر روز سو دفعہ دیکھے تو فرمایا ہاں اللہ بہت بڑا اور پاکیزہ ہے۔

ایک اور روایت ہے امام صادق علیہ السلام نے اپنے صحابی مشمعل سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ انہوں نے کہا حج کرکے آرہا ہوں۔ فرمایا جانتے ہو حج کا کتنا ثواب ہے۔ عرض کیا آپ بتائیں۔ فرمایا جب انسان بیت اللہ کا طواف کرتا ہے اور دو رکعت نماز طواف پڑھتا ہے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو خدا اس کے نامہ اعمال میں چھ ہزار نیکیاں درج کرتا ہے۔ چھ ہزار گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اس کے چھ ہزار درجات بلند کر دیتا ہے۔ دنیا میں اس کی چھ ہزار حاجات پوری کرتا ہے اور چھ ہزار آخرت میں پوری کرے گا۔ کہا مولا میں آپ پر قربان جاؤں یہ تو بہت زیادہ ہے۔ فرمایا ایک عمل ہے اس کا ثواب اس سے بھی زیادہ ہے عرض کیا مولا کون سا؟ فرمایا مومن کی حاجت کو پورا کرنا دس حج سے بھی زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ (7)

اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ایسے امور ہیں جنہیں انجام دے کر زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کر سکتیں ہیں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

کتب اللہ الجهاد علی الرجال والنساء فجهاد الرجل بذل ماله ونفسه حتی یقتل فی سبیل اللہ وجهاد المرأة ان تصبرعلی ماتری من اذی زوجهاد غیرته و فی حدیث آخر جهاد المرأة حسن التبعل۔ (8)

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں پر جہاد واجب قرار دیا ہے۔ مرد کا جہاد راہ خدا میں مال اور نفس کا خرچ کرنا ہے یہاں تک کہ شہید ہو جائے۔ عورت کا جہاد مرد کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عورت کا جہاد شوہر کی اطاعت کرنا ہے۔

دینی شخصیات کے حوالے سے سوالات کے سلسلے میں ایک سوال یہ ہے کہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے متعلق بعض روایات میں آپ کو محدثہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس بارے میں محدثہ کے معنیٰ اور مفہوم کے بارے سوال ہے کہ اس سے کیا مراد ہے؟

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ سردار انبیاء حبیب کبریا علتِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہیں۔ ھی ثمرۃ فؤادی وھی روحی التی بین جنبی۔ وہ میرے دل کا میوہ ہے اور میری وہ روح ہے جو میرے سینے میں ہے۔ روایات کے مطابق اللہ کے نزدیک آپؑ کے نو نام ہیں۔ ان میں سے ایک محدثہ بھی ہے۔ آپ کو محدثہ اس لئے کہتے ہیں چونکہ فرشتے آپ سے ہمکلام ہوتے تھے۔ خدا کے مقرب فرشتوں کا آپ کے ساتھ ہمکلام ہونا آپ کی خصوصایت میں سے ہے یہی خصوصیت آپ کو محدثہ کہنے کی وجہ بنی۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

انما سمیت فاطمہ علیہ السلام محدثۃ لان الملائکۃ کانت تھبط من السماء فتنا دیھا کما تنا دی مریم بنت عمران فتقول۔ یا فاطمۃ اللہ، اصطفاك و طھرك و اصطفاك۔ علی نساء العالمین یا فاطمۃ اقنتی لربك و اسجدی وا رکعی مع الراکعین فتحدثھم و یحدثونھا۔ (9)

حضرت فاطمہؑ کو محدثہ اس لئے کہتے ہیں چونکہ ملائکہ آسمان سے نازل ہوتے تھے اور آپ کو اسی طرح مخاطب کرتے تھے جس طرح مریم بنت عمران کو مخاطب کیا کرتے تھے۔ کہتے تھے۔ اے فاطمہؑ اللہ نے آپ کو منتخب کیا ہے۔ پاکیزہ قرار دیا ہے اور تمام خواتین پر فضیلت دی ہے۔ اے فاطمہؑ اپنے رب کی اطاعت کرو اور سجدہ کرتی رہو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ وہ ان سے باتیں کرتی تھیں اور وہ آپ سے باتیں کرتے تھے۔

بعض افراد یہ سمجھتے ہیں کہ غیر نبی کے پاس ملائکہ نہیں آتے۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ حضرت مریم نبی نہیں تھیں جبکہ ان کے پاس ملائکہ آتے تھے۔

"وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ" (10)

ترجمہ: "اور جب ملائکہ نے کہا اے مریم یقینا خدا نے تمہیں چن لیا ہے اور تمہیں پاکیزہ بنایا ہے اور تمہیں دنیا کی تمام خواتین پر برگزیدہ کیا ہے۔"

اسی طرح حضرت سارہؑ سے بھی ملائکہ نے گفتگو کی تھی۔ جب ملائکہ نے حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی بشارت دی تو حضرت سارہؑ مسکرادیں۔ قرآن کریم اس واقعہ کو یوں نقل کرتا ہے۔

"وَامْرَأَتُهُ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَقَ يَعْقُوبَo قَالَتْ يَا وَيْلَتَى أَأَلِدُ وَأَنَاْ عَجُوزٌ وَهَـذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَـذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌo قَالُواْ أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللّهِ رَحْمَتُ اللّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ"

ترجمہ: "اور ابراہیمؑ کی زوجہ کھڑی تھیں پس وہ ہنس پڑیں تو ہم نے انہیں اسحاقؑ کی اور ان کے بعد یعقوب کی بشارت دی تو انہیں نے کہا: ہائے مصیبت اب میرے ہاں بچہ ہوگا جبکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں یہ تو بڑی عجیب سی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا تمہیں اللہ کے فیصلے پر تعجب ہے۔ تم اہل بیتؑ پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکات ہیں۔ یقیناً اللہ قابل ستائش اور بڑی عظمت والا ہے۔"

قرآن کے علاوہ احادیث میں بھی ایسے شواہد موجود ہی کہ انبیاءؑ کے علاوہ بھی بہت سے نیک افراد گزرے ہیں جن سے ملائکہ گفتگو کرتے تھے۔ امام بخاری نے صحیح البخاری میں اس روایت کو نقل کیا ہے کہ رسول خداﷺ فرماتے ہیں۔

لقد کان فمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ (11)

تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کئی ایسے افراد تھے جو ملائکہ سے گفتگو کرتے تھے حالانکہ وہ نبی نہیں تھے۔ اگر گزشتہ امتوں کے بعض نیک افراد ملائکہ سے گفتگو کر سکتے ہیں تو جناب فاطمہؑ کیوں نہیں کر سکتیں۔ جبکہ آپؑ حضرت مریمؑ سے بھی افضل ہیں۔ رسول خداﷺ جناب فاطمہؑ کے متعلق فرماتے ہیں:

فاطمة سیدة نساء اهل الجنة۔ (12)

فاطمہ جنتی خواتین کی سردار ہیں۔

عمران بن حصین کے متعلق راویوں نے لکھا ہے:

ان الملائکة کانت مصافح عمران بن حصین۔

یقیناً ملائکہ عمران بن حصین سے مصافحہ کرتے تھے۔ (13)

کتب احادیث میں متعدد روایات موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ جناب فاطمہؑ کے پاس آتے تھے۔ آپؑ سے گفتگو کرتے تھے۔ ماضی، حال اور مستقبل کی باتیں بتاتے تھے۔ انہی کلمات کے مجموعہ کا نام مصحف فاطمہؑ ہے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ لما قبض نبیہ صلی اللہ علیہ و آلہ دخل علی فاطمہ علیہا السلام من وفاتہ من الحزن مالایعلمہ الا اللہ عزوجل فارسل اللہ الیہا ملکا یسلی غمہا ویحدثہا فشکت ذلک الی امیرالمؤمنین علیہ السلام فقال اذا حست بذلک وسمعت الصوت قولی لی فاعلمتہ بذلک فجعل امیر المؤمین علیہ السلام یکتب کلما سمع حتی اثبت من ذلک مصحفا قال ثم قال اما انہ لیس فیہ شی من الحلال و الحرام ولکن فیہ علم مایکون۔ (14)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنے پاس بلالیا تو جناب فاطمہؑ اس قدر غمگین ہوئیں کہ اللہ کے علاوہ ان کے غم کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا۔ پس خدا نے ان کے پاس ایک فرشتے کو بھیجا جو اپ کو تسلی دیتا تھا اور آپ سے باتیں کرتا تھا۔ آپ نے یہی بات امیر المؤمنینؑ کو بتائی تو انہوں نے نے کہا اب جب تم اسے محسوس کرو تو مجھے بتانا۔ اس کے بعد جب بھی وہ فرشتہ حضرت فاطمہؑ کے پاس آتا اور جو کچھ بتاتا آپ اسے لکھتے جاتے یہاں تک کہ وہ مصحف کی شکل میں مرتب ہوگیا۔ آپ نے فرمایا اس میں حلال وحرام کے متعلق کچھ نہیں ہے بلکہ آئندہ ہونے والے واقعات تحریر ہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

عندی مصحف فاطمۃ لیس فیہ شی من القرآن (15)

میرے پاس مصحف فاطمہؑ ہے اس میں قرآن کی کوئی آیت نہیں ہے۔

یعنی قرآن سے ہٹ کر ایک کتاب ہے جس میں مستقبل کی باتیں اور واقعات موجود ہیں۔

حضرت فاطمہؑ عالم انسانیت کے لئے اُسوہ اور نمونہ عمل ہیں۔ امام زمانہؑ فرماتے ہیں:

وفی ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لی اسوۃ حسنۃ (16)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی میرے لئے نمونہ عمل ہیں۔

اسی طرح امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں:

نحن حجج اللہ علی الخلائق وامنا فاطمۃ حجۃ اللہ علینا (17)

ہم مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں اور ہماری جد فاطمہؑ ہم پر حجت ہیں۔

یہاں یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ ایک خاتون خواتین کے لئے تو اُسوہ اور نمونہ عمل ہو سکتی ہے مردوں کے لئے کیسے ہو سکتی ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اگر مرد خواتین کے لئے نمونہ عمل ہو سکتا ہے تو عورت بھی مرد کے لئے نمونہ عمل ہو سکتی ہے۔ رسول خداﷺ مرد ہیں اور آپﷺ کے متعلق خدا فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا (18)

یقینا تمہارے لئے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور روز آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

عورت اور مرد بہت سے افعال اور اعمال میں ایک جیسے ہیں۔ چند مخصوص ذمہ داریاں ہیں جن میں وہ ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ مثلا بیوی ہونے کی حیثیت سے عورت کی الگ ذمہ داریاں ہیں اور شوہر ہونے کی حیثیت سے مرد کی ذمہ داریاں الگ ہیں۔ وگرنہ انسان ہونے کے لحاظ سے بہت سی چیزوں میں ایک جیسے ہیں۔ مثلا عقیدے کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں۔ خدا، رسول، قیامت، امامت وغیرہ پر جس طرح مرد کے لئے ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح عورت کے لئے بھی ضروری ہے۔ عبادات میں جس طرح مرد پر نماز، روز، حج، زکوت اور خمس وغیرہ واجب ہیں اسی طرح عورت پر بھی واجب ہیں۔ لہٰذا جو بھی بہترین عبادت کرے وہ دوسرے کے لئے نمونہ عمل ہو سکتا ہے۔ مرد کی عبادت عورت کے لئے نمونہ ہو سکتی ہے اور عورت کی عبادت مرد کے لئے نمونہ عمل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اخلاقی پہلوؤں کے لحاظ سے بھی ایک دوسرے کے لئے نمونہ عمل ہو سکتے ہیں۔ جو دو سخاوت، حلم وبردباری، علم ودانش، شجاعت وبہادری اور معاشرتی امور اور مصائب اور تکالیف پر صبر یہ سب ایسی چیزیں اور صفات ہیں جن میں کوئی بھی دوسرے کے لئے نمونہ ہو سکتا ہے۔

جب ہم حضرت فاطمہؑ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ ان امور میں رسول خداﷺ کے بعد سب سے آگے نظر آتی ہیں۔ ان کے عقیدہ توحید پر غور کریں، عقیدہ قیامت پر غور کریں، عقیدہ نبوت

وامامت پر غور کریں۔ ان کی عبادت کو دیکھیں۔ اخلاقی صفات کو دیکھیں تو ان سب میں ہمیں وہ انسانیت کے لئے نمونہ عمل نظر آتی ہیں۔ انہوں نے ہمیں اپنے اقوال اور اعمال کے ذریعے بنایا ہے کہ توحید، نبوت ولایت اور قیامت پر ایمان کیسا ہونا چاہئے۔ عبادت کس طرح کرنی ہے، سخاوت کیسے کرنی ہے۔ جہاد میں اپنی ذمہ داری کیسے نبھانی ہے اپنے حقوق کیسے ادا کرنے ہیں۔ مصائب اور تکالیف پر صبر کیسے کرنا ہے۔ ماں ہے تو بچوں کی پرورشش کیسے کرنی ہے۔ بیٹی ہے تو والدین کے حقوق کیسے ادا کرنے ہیں۔ بیوی ہے تو شوہر کے حقوق کیسے ادا کرنے ہیں۔ گھر کے باہر کیا کرنا ہے اور گھر کا اندر کیا کرنا ہے۔ یہ سب کچھ آپؑ کی سیرت میں موجود ہیں۔ تاریخ اور سیرت کی کتب اس کی گواہی دیتی ہیں۔ لہٰذا اس شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ فاطمہؑ خاتون ہونے کی وجہ سے مردوں کے لئے نمونہ عمل کیسے ہو سکتی ہیں۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا ایک مشہور لقب بتول بھی ہے۔ بتول کے لغوی معنی کسی شئے کا غیر سے جدا ہونے کے ہیں یعنی جو دوسروں سے منفرد ہو۔ ابن فارسی زکریا اپنی مشہور کتاب معجم مقائیس اللغۃ میں لکھتے ہیں: الباء والتاء واللام اصل واحد یدل علی ابانۃ الشئی من غیرہ۔ ومنہ یقال لمریم العذراء البتول لانھا انفردت فلم یکن لھا زوج۔ (19)

باء تا اور لام کا بنیادی معنی ایک ہی ہے۔ یہ اس شئی پر بولا جاتا ہے جو غیر سے جدا ہو۔ اسی لئے جناب مریم عذرا کو بتول کہتے ہیں چونکہ وہ منفرد تھیں۔ ان کا کوئی شوہر نہیں تھا۔

یہ انفرادیت مختلف لحاظ سے ہو سکتی ہے۔ دین کے لحاظ سے، حسب و نسب کے لحاظ سے فضیلت کے لحاظ سے۔ ابن اثیر جناب فاطمہؑ کو بتول کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سمیت فاطمۃ البتول لانقطاعھا عن نساء زمانھا فضلا ودینا وحسبا وقیل لانقطاعھا عن الدنیا الی اللہ تعالیٰ۔ (20)

حضرت فاطمہؑ کو بتول اس لئے کہتے ہیں چونکہ آپؑ فضیلت دین اور حسب کے لحاظ سے اپنے زمانے کی خواتین سے منفرد تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے چونکہ آپؑ اللہ تعالیٰ کی خاطر دنیا سے الگ رہتی تھیں۔ اس لئے آپؑ کو بتول کہا جاتا ہے۔

جب رسول خداﷺ سے پوچھا گیا کہ بتول کسے کہتے؟ چونکہ ہم نے آپ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مریمؑ بھی بتول ہیں اور فاطمہؑ بھی بتول ہیں۔ تو جواب میں آپؐ نے فرمایا:

البتول التی لم ترحمرۃ قط ای الم تحض (21)

بتول وہ ہے جس نے کبھی خون نہ دیکھا ہو یعنی جسے حیض نہ آتا ہو۔

لہٰذا ممکن ہے ان سب وجوہات کی بناء پر آپؑ کو بتول کہا جاتا ہو۔

*****

حوالہ جات

1۔ نجم: ۴۵

2۔احزاب۔۳۵

3۔ شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ، ج: ۳، ص۳۹۱، ح۴۳۷۵۔احمد بن حنبل، مسند احمد، ج: ۲، ص ۳۷۳

4۔ تفسیر المنسوب الی الامام العسکریؑ، ص۶۵۹، وسائل الشیعہ۔ح: ۲۷، ص ۲۷۲

5۔بقرہ: ۲۲۲

6۔ مجلسی بحار الانوار ج۷۱، ص۸۰، شیخ طوسی، الامالی ص۳۰۷، متقی ہندی، کنز العمال، ج ۱۲، ص۴۷۷، ح۴۵۵۳۵

7۔ شیخ صدوق، الامالی ص۵۸۲، ح ۸۰۲

8۔ شیخ کلینی، الکافی، ج۵، ص۹

9۔ شیخ صدوق، علل الشرائع، ج۱، ص ۲۸۲، ابن جریر طبرسی دلائل الامامۃ ص۸۱

10۔آل عمران: ۴۲

11۔ صحیح بخاری ج۴، ص۲۰

12۔بخاری، صحیح بخاری، ج۴، ص۲۱۹

13۔ محمد بن سعد۔ طبقات الکبریٰ، ج۴، ص۲۱۹

14۔ شیخ کلینی، الکافی، ج۱، ص۲۴۰

15۔ محمد بن الحسن الصفار، بصائر الدرجات ص ۱۷۴

16۔ شیخ طوسی، الغیبۃ ص۲۸۶

17 ۔فاضل مسعودی، الاسرار الفاطمیۃ، ص17

18۔احزاب: 21

19۔ معجم مقاییس اللغۃ ج1 ص196

20۔النھایۃ فی غریب الحدیث، ج1، ص94

21۔ شیخ صدوق، علل الشرائع، ج1، ص181

احادیث نبویؐ میں مقام حضرت زہراء سلام اللہ علیہا

ابن ذاکر موسوی*

کلیدی کلمات: رسول اللہؐ، اہل بیتؑ، فاطمہ زہراءؑ، امام علیؑ، ائمہ اطہار، سیدۃ النساء العالمین، ذریت فاطمہؑ

خلاصہ:

حضرت فاطمہ زہرا، پیغمبر اکرم ﷺ کی بیٹی، زوجۂ امیر المؤمنینؑ، اور آئمہ اثنیٰ عشر (سلام اللہ علیھا) کی والدہ اور اہل بیت اطہارؑ کی تیسری فرد ہیں۔ چہاردہ معصومینؑ اور پنجتن آل عباؑ میں جناب زہرا کا جو مقام و منزلت ہے اس کا اندازہ ان احادیث و روایات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جو تمام اسلامی کتب حدیث میں نقل ہوئی ہیں ان احادیث میں بعض عناوین ایسے ملتے ہیں کہ جو جناب سیدہؑ کی دین اسلام میں غیر معمولی مقام و منزلت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہی سنت رسولؐ ہی کے آئینے میں ہم جناب زہرا مرضیہؑ کو مقام ولایت جیسے عظیم مرتبے پر فائز دیکھتے ہیں اور ایک انسان کامل کے طور پر پاتے ہیں۔ جناب سیدہؑ کے متعلق پیغمبر اسلامؐ کی یہی غیر معمولی سیرت وسنت ہے جو حضرت زہراؑ کی زندگی کو تمام مسلمان خواتین کے لئے نمونہ عمل قرار دیتی ہے۔ اس مقالے میں جناب زہراؑ کے اس مقام و منزلت کی معرفت اور ان کے فضائل سے آشنائی کے لئے یہاں چند برجستہ عناوین کے تحت فریقین کی کتب حدیث سے کچھ احادیث و روایات نقل کی جارہی ہیں جن کی روشنی میں صدیقہ مطاہرہؑ خاتون کا مقدس چہرہ بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔

*۔ محقق و مؤلف ادارۂ سنت، اسلام آباد

تمہید

حضرت فاطمہ زہرا، صدیقہ کبریٰ، دختر پیغمبر اکرم ﷺ، زوجہ امیر المؤمنینؑ، اور مادر گرامی آئمہ اثنیٰ عشر (سلام اللہ علیہا) اہل بیت اطہارؑ کی تیسری فرد اور آیہ کریمہ "انا اعطیناك الكوثر" کی مصداق ہیں۔ چہاردہ معصومینؑ اور پنجتن آل عباؑ میں جناب زہرا کا جو مقام و منزلت ہے اس کا اندازہ ان احادیث و روایات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو تمام اسلامی کتب حدیث میں نقل ہوئی ہیں ان احادیث میں بعض عناوین ایسے ملتے ہیں کہ جو جناب صدیقہ کبریٰ سلام اللہ علیہا کی دین اسلام میں غیر معمولی حیثیت اور منزلت کی نشاندہی کرتے ہیں یہی سنت رسول ﷺ ہے کہ جس کے آئینے میں ہم جناب زہرا مرضیہؑ کو مقام ولایت جیسے عظیم مرتبے پر فائز دیکھتے ہیں اور ایک انسان کامل کے طور پر پاتے ہیں۔

اپنی دختر گرامی کے بارے میں پیغمبر اسلام ﷺ کی یہی غیر معمولی سیرت و سنت ہے جو حضرت زہراؑ کی زندگی کو تمام مسلمان خواتین کے لئے نمونہ عمل قرار دیتی ہے۔ جناب زہراؑ کے اس مقام و منزلت کی معرفت اور ان کے فضائل سے آشنائی کے لئے یہاں چند برجستہ عناوین کے تحت مختلف اسلامی کتب حدیث سے کچھ احادیث و روایات نقل کی جارہی ہیں جن کے آئینے میں ہم صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا مقدس دینی چہرہ بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔

۱۔ وجہ تسمیہ فاطمہؑ

عن سلیمان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ انما سمیت فاطمۃ لان اللہ عزوجل فطمھا وفطم محبیھا من النار۔ (1)

یعنی: جناب سلیمان (رض) سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میری بیٹی کا نام فاطمہ رکھا گیا ہے چونکہ خداوند نے اسے اور اس کے دوستداروں کو جہنم کی آگ سے دور رکھا ہے۔

دوسری روایت کے مطابق رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''إنّ ابنتی فاطمۃ حوراء آدمیّۃ، لم تحض و لم تطمث إنّما سمّاھا فاطمۃ؛ لأنّ اللّہ تعالی فطمھا و محبّیھا عن النار''۔ (2)

یعنی: " میری بیٹی فاطمہؑ انسانی حور ہے کبھی اس نے وہ نہیں دیکھا جو عام عورتیں دیکھتی ہیں خداوند نے اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ خداوند عالم نے اس کو اور اس کے دوستداروں کو آگ سے دور رکھا ہے۔"

ایک اور حدیث میں آیا ہے: "إنّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فَطَمَ ابْنَتِی فاطِمَۃ وَوُلدَھا وَمَنْ أَحَبَّھُمْ مِنَ النّارِ فَلِذلِكَ سُمِّیَتْ فاطِمَۃ۔" یعنی: رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: خداوند نے جہنم کی آگ کو میری بیٹی فاطمہ اور انکی اولاد اور جو بھی ان سے محبت کرتا ہو گا، دور کیا ہے، پس اسی وجہ سے میری بیٹی کا نام فاطمہ رکھا گیا ہے۔(3)

۲۔ سیدہ نساء العالمین

عن عائشہ ان النبی ﷺ قال: وھوفی مرضہ الذی توفی فیہ: یافاطمۃ الاترضین ان تکونی سیدۃ نساء العالمین وسیدۃ نساء ھذہ الامۃ وسیدۃ نساء المؤمنین۔(4)

یعنی: " حضرت عائشہ فرماتی ہیں: پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی رحلت کے وقت بیماری کی حالت میں فرمایا: اے فاطمہؑ! کیا تم راضی نہیں ہو کہ عالمین کی عورتوں کی سردار، اس امت کی عورتوں کی سردار اور مؤمن عورتوں کی سردار ہو۔"

ایک دوسری روایت قتادہ، انس بن مالک سے نقل کرتے ہیں:

حسبك من نساء العالمین: مریم ابنۃ عمران، وخدیجۃ بنت خویلد، وفاطمۃ ابنۃ محمد، وآسیۃ امراۃ فرعون۔(5)

یعنی: " حضرت انس سے قتادہ نے نقل کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: دنیا بھر کی خواتین میں سے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجہ فرعون (از لحاظ فضیلت وعظمت) تمہارے لئے کافی ہیں۔"

جناب زہرا سلام اللہ علیہا کو " سیدۃ نساء العالمین " کے عنوان سے یاد کرنے والی روایات بہت زیادہ نقل ہوئی ہیں اور مختلف کتب حدیث میں موجود ہیں جن میں چند ایک نام یہ ہیں:

۱۔ صحیح بخاری، جلد 8، کتاب استئذان۔ صحیح البخاری ج 3 کتاب الفضائل باب مناقب فاطِمَہ ص ۹۲۴

۲۔ کنزالعمال، جلد12، ص105 الیٰ 112۔ کنز العمّال ج 13 ص 93
۳۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم، اصفہانی، حافظ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ج۲، ص۴۰۔ دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۶ھ
۴۔ ذخائر العقبیٰ، ص31۔
۵۔ مستدرک الصحیحین، جلد3، باب مناقب فاطِمَۃ ص 164
۶۔ نور الابصار، شبلنجی، ص95،94۔
۷۔ تفسیر در المنثور، جلد6، ص246۔
۸۔ سنن الترمذی ج 3 ص 226
۹۔ الجامع الصغیر ج 2 ص 654 ح 5760
۱۰۔ سیر اِعلام النبلاء ج 2 ص 123
۱۱۔ الصواعق المحرقۃ ص 187 و 191
۱۲۔ خصائص الاِمام علیّ للنسائی ص 118
۱۳۔ ینابیع المودّۃ ج 2 ص 79
۱۴۔ الجوہرۃ فی نسب علیّ وآلہ ص 17
۱۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج 2 ص 60.

ایک غلط فہمی:

یہاں ایک غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ قرآن اور بعض روایات میں حضرت مریمؑ کو دنیا کی بہترین خاتون کالقب دیا گیا، جیسا کہ قرآن میں ان سے خطاب ہے: "واصطفاك علىٰ نساء العالمين" (اور تم کو، تیرے زمانے کی، کل جہانوں کی عورتوں پر برگزیدہ کیا ہے۔) آیا یہ بات جناب زہراؑ کے بارے میں "سیدۃ نساء العالمین" سے متعلق منقول احادیث کے منافی نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ آیت کے پہلے حصے میں حضرت مریمؑ کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے: "یامریم ان اللہ اصطفك وطهرك واصطفاك علىٰ نساء العالمين" یہاں آیت کے پہلے حصے میں حضرت مریمؑ کے انسانی صفات کے لحاظ سے برگزیدہ ہونے کی طرف اشارہ ہے جبکہ آیت کے دوسرے حصے

میں کہ جہاں "اصطفاك" کا تکرار ہوا ہے وہاں اپنے زمانے کی خواتین پر حضرت مریمؑ کی برتری اور فضیلت کی جانب اشارہ ہے یعنی حضرت مریمؑ اپنے زمانے میں دنیا بھر کی خواتین میں سے برگزیدہ خاتون تھیں اور یہ بات ان احادیث سے منافات نہیں رکھتی جو جناب زہراؑ کو "سیدۃ نساء العالمین" قرار دیتی ہیں چونکہ فریقین سے منقول متعدد روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ''اما مریم کانت سیدۃ نساء زمانھا اما فاطمۃ فھی سیدۃ نساء العالمین من الاولین والآخرین۔'' یعنی: " حضرت مریمؑ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار تھیں جبکہ فاطمہؑ تمام جہانوں کے اولین وآخرین کی سردار ہیں۔"

اس سلسلے میں امامیہ کی کتب حدیث میں بہت صراحت کے ساتھ احادیث نقل ہوئی ہیں جیسا کہ "علل الشرائع" میں امام جعفر صادقؑ کی حدیث ہے۔ البتہ بہت سے اہل سنت علماء نے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ جناب زہراؑ ہی "سیدۃ نساء العالمین" ہیں چنانچہ استاد توفیق ابو علم لکھتے ہیں۔

بہت سے علماء و محققین مثلاً تقی سبکی، جلال سیوطی، بدرزرکشی اور تقی مقریزی وغیرہ نے صراحت کے ساتھ تمام جہانوں کی عورتوں پر حضرت فاطمہؑ کی افضیلت کا اعتراف کیا ہے۔ "سبکی" اس سوال کے جواب میں کہ اسلام میں سب سے افضل خاتون کون ہے؟ کہتے ہیں: میرا اعتقاد ہے کہ فاطمہؑ بنت محمدؐ سب عورتوں سے افضل وبرتر ہیں۔ اور ابن داؤد نے بھی اسی سوال کے جواب میں کہا ہے کہ آپ پیغمبر اسلام ﷺ کے اس فرمان کو دیکھیں جس میں آپؐ نے فرمایا: "فاطمہؑ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے" لہٰذا ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا فاطمہؑ سے افضل ہو کیونکہ کسی کو بھی رسول خدا ﷺ کے "پارہ تن" پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے بعد استاد توفیق ابو علم، عباس محمود عقاد مصری کا نظریہ نقل کرتے ہیں:

"ہر دین میں ایک مکمل ومقدس خاتون کا نمونہ موجود ہے کہ جس کو اس دین کے پیروکار خداوند متعال کی ایک آیت ونشانی کے طور پر مقدس جانتے ہیں۔ بہر حال اگر مریم عذراؑ دین مسیح میں مقدس ومہذب خاتون ہیں تو بلاشک وشبہ اسلام میں وہ مقدس ونمونہ عمل خاتون فقط فاطمہ بتولؑ ہیں۔" (6)

۳۔جنت کی عورتوں کی سردار

امام بخاری اپنی " صحیح" میں نقل کرتے ہیں:قال النبیﷺ فاطمة سیدة نساء اهل الجنة۔ (7)

حضرت رسول خداﷺ نے فرمایا: فاطمہؑ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ابن عباس (رض) سے منقول ہے:قال النبیﷺ: افضل نساء اهل الجنة فاطمه علیہا السلام بنت محمدﷺ۔ (8)

یعنی رسول خداﷺ نے فرمایا: فاطمہؑ جنت کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

۴۔ پارہ تن رسولؐ

قال رسول اللهﷺ ان ابنتی فاطمة علیہا السلام: بضعة منی یریبنی ما ارابها ویؤذینی ما آذاها۔ (9)

جناب رسالتمآبﷺ نے فرمایا: فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اسے پریشان کی اس نے مجھے پریشان کیا، جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

صحیح بخاری کی ایک روایت کا بھی یہی مضمون ہے۔(10)

ایک دوسری حدیث کے مطابق:قال النبیﷺ: فاطمه بضعة منی، من سرها فقد سرنی ومن ساءها فقد ساءنی، فاطمة اعزالناس علیّ۔ (11)

یعنی: "رسول خداﷺ نے فرمایا: فاطمہؑ میرے وجود کا ٹکڑا ہے جو بھی اسے خوشحال کرے وہ مجھے خوشحال کرتا ہے اور جو بھی اس سے برائی کرے وہ مجھ سے برائی کرتا ہے۔ فاطمہؑ میرے لئے سب لوگوں سے زیادہ عزیز ہے۔"

۵۔احترام فاطمہؑ

عن عائشه ام المؤمنین قالت ما رایت احدا اشبه سمنا ودلا وهدیا برسول اللهﷺ فی قیامها وقعودها من فاطمة بنت رسول اللهﷺ وقالت وکانت اذا دخلت علی

النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قام الیھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ وکان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا دخل علیھا قامت من مجلسھا فقبلہ واجلستہ فی مجلسھا۔۔۔(12)

جناب عائشہ ام المؤمنین سے روایت ہے کہ میں نے رفتار وگفتار، چال ڈھال، اٹھنے بیٹھنے میں فاطمہؑ سے بڑھ کر کسی اور کو نہیں دیکھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تر ہو۔ جناب عائشہ یہ بھی فرماتی تھیں کہ جب فاطمہؑ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لاتیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر ان کا خیر مقدم کرتے، انھیں بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے۔ اسی طرح جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہؑ کے پاس جاتے تو وہ سروقد کھڑی ہو جاتیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کرتیں، بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا سافر کان اٰخر عھدہ بانسان من اھلہ فاطمۃ واول من یدخل علیھا اذا قدم فاطمۃ۔(13)

یعنی: "جب حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں سفر پر تشریف لے جاتے تو اپنے اہل بیت میں سب سے آخر میں جناب سیدہ فاطمہؑ سے ملتے اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے ان سے ملاقات کرتے۔"

۶۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے محبوبترین شخص

عن جمیع بن عمیر التیمی: قال: دخلت مع عمتی علیٰ عایشۃ فقلت: ای الناس کان أحب الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ قالت فاطمۃ قلت من الرجال؟ قالت بعلھا۔(14)

جمیع تیمی کہتے ہیں میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ کے پاس گیا اور ان سے پوچھا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟ حضرت عائشہ نے کہا: فاطمہؑ۔ میں نے پوچھا: مردوں میں سے کون محبوب تھا؟ انھوں نے کہا: فاطمہؑ کے شوہر۔

۷۔ غضب فاطمہؑ، غضب خدا ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان اللہ عزوجل یغضب بغضہ فاطمۃ ویرضیٰ لرضاھا۔(15)

رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: خداوند متعال فاطمہؑ کے غضب سے غضب ناک ہوتا ہے اور فاطمہؑ کی رضا پر راضی ہوتا ہے۔

۸۔ شاخ نبوت

قال رسول اللہ ﷺ: انما فاطمة شجنة منی یبسطنی ما یبسطها ویقبضنی مایقبضها۔ (16)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: فاطمہؑ میری ایک شاخ ہے جو چیز اسے خوش کرتی ہے وہ مجھے خوش کرتی ہے اور جو چیز اسے رنج پہنچاتی ہے وہ مجھے رنج پہنچاتی ہے۔

۹۔ عصمت فاطمہؑ

قال رسول اللہ ﷺ: ان فاطمة احصنت فرجها فحرمها اللہ و ذریتها علی النار۔ (17)

جناب رسالتمآب ﷺ نے فرمایا: فاطمہؑ سرتاپا عفت و عصمت میں رہیں اسی لئے خداوند نے بھی ان پر اور ان کی اولاد پر جہنم کو حرام کر دیا ہے۔

۱۰۔ جنت کی خوشبو

قال رسول اللہ ﷺ: اتانی جبرئیل بسفرجلة من الجنة فاکلتها لیلة اسری بی فعلقت خدیجة بفاطمة مکنت اذا اشتقت الی رائحة الجنة قشمت رقبة فاطمة۔ (18)

جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جبرائیلؑ میرے پاس جنت کا ایک میوہ لے کر آئے میں نے اس پھل کو شب معراج نوش کیا، اس سے خدیجہؑ کو فاطمہؑ کا حمل رہا۔ چنانچہ جب میں جنت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو گلوئے فاطمہؑ کو سونگھتا ہوں۔

۱۱۔ چودھویں رات کا چاند

عن انس بن مالك: قال سالت امی عن فاطمة بنت رسول اللہ فقالت، کانت کالقمر لیلة البدر او الشمس کفرغها ما اذا خرج من السحاب۔ (19)

انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ سے جناب فاطمہؑ کے بارے میں پوچھا توماں نے بتایا کہ وہ مثل چودھویں رات کے چاند کے تھیں یا مثل آفتاب عالمتاب کے جو بادل میں چھپا ہو اور بدلی سے نکل آئے۔

۱۲۔ قلب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

روی عن مجاهد قال: خرج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وهو آخذ بی فاطمة فقال: من عرف هذه فقد عرفها، ومن لم یعرفها فهی فاطمة بنت محمد، وهی بضعة منی وهی قلبی وروحی الی بین جنبی، فمن آذاها فقد آذانی، ومن آذانی فقد اذیٰ الله۔(20)

مجاہد سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زہراؑ کا ہاتھ تھامے گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: جو کوئی اسے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا (پس جان لے کہ) یہ فاطمہؑ بنت محمدؐ ہے۔ یہ میرے وجود کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ میرا قلب اور میری روح ہے۔ جو میرے دونوں پہلوؤں میں موجود ہے۔ جو کوئی اسے آزار پہنچائے گا وہ مجھے آزار پہنچائے گا اور جو مجھے آزار دے گا وہ خداوند کو آزار پہنچائے گا۔

۱۳۔ بہترین خاتون

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: خیر رجالکم علی بن ابی طالب، وخیر شبابکم الحسن والحسین، وخیر نساءکم فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔(21)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین مرد علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔اور تمہارے جوانوں میں سے بہترین جوان حسنؑ و حسینؑ ہیں اور تمہاری عورتوں میں سے بہترین عورت فاطمہؑ بنت محمدؐ ہیں۔

۱۴۔ سرور قلب نبوت

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: فاطمة بهجة قلبی وابناها ثمرة فؤادی، وبعلها نور بصری۔۔۔۔ الخ۔(22)

رسول خداﷺ نے فرمایا: فاطمہؑ میرے قلب کا سرور اور اس کے دو فرزند (حسنؑ و حسینؑ) میرے دل کا میوہ اور اس کے شوہر (علیؑ) میری آنکھوں کا نور ہیں۔

۱۵۔ حسن کا سراپا

قال رسول اللهﷺ: "لو كان الحسن شخصا لكان فاطمة ، بل هي أعظم ، إن فاطمة ابنتي خير أهل الأرض عنصرا وشرفا وكرما۔

یعنی: رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اگر حسن و خوبصورتی ایک انسان کی شکل میں ہوتے، تو وہ فاطمہ کی شکل میں ہوتے، بلکہ وہ ان سے بھی بالا تر ہوتی۔ بے شک میری بیٹی فاطمہ عنصر (ذات)، شرف اور کرم کے لحاظ سے تمام اہل زمین سے افضل ہے۔(23)

۱۶۔ فاطمہ خیرۃ اللہ

عن ابن عباس قال: قال رسول اللهﷺ ليلة عرج بي الى السماء رايت على باب الجنة مكتوبا: لا اله الا الله، محمد رسول الله، على حبيب الله، والحسن والحسين صفوة الله، فاطمة خيرة الله۔ (24)

ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کی جانب لے جایا گیا، تو میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا: سوائے خداوند کے کوئی معبود نہیں، محمدؐ خدا کے رسول ہیں، علیؑ خدا کے حبیب، حسنؑ و حسینؑ خدا کے برگزیدہ اور فاطمہؑ خدا کی اختیار شدہ ہیں کہ ان کے دشمنوں پر خداوند کی لعنت و نفرین ہو۔

۱۷۔ اہل جنت پر سبقت

عن ابي هريرة قال: قال رسول الله(ص): اول شخص يدخل الجنة على وفاطمة بنت محمد۔ (25)

ابوہریرہ سے منقول ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا: جنت میں سب سے پہلے علیؑ اور فاطمہؑ بنت محمدؐ داخل ہوں گے۔

۱۸۔ سر جھکالو، آنکھیں بند کرلو

عن عائشة (رض): قال رسول اللهﷺ: اذا كان يوم القيامة نادىٰ مناد يا معشر الخلائق طاطئوا رؤوسكم حتى تجوز فاطمة بنت محمدﷺ۔ (26)

یعنی قیامت کے دن ایک منادی ندا دے گا کہ حاضرین اپنے سروں کو جھکالو تاکہ فاطمہؑ بنت محمدؐ (یہاں سے) گذریں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا:

اذا كان يوم القيامة ينادى مناد من بطنان العرش: يا اهل الجمع، يكسوا رؤوسكم وعضوا ابصاركم حتى تجوز فاطمة بنت محمد(ص) علىٰ صراط قال(ص): فتمرو منها سبعون الف جارية من الحور العين كالبرق اللامع۔ (27)

یعنی: "رسول خداﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا، تو ایک منادی عرش خداوند کے درمیان سے ندا دے گا: اے اہل محشر! اپنے سر جھکالو اور آنکھیں بند کرلو تاکہ فاطمہؑ بنت محمدؐ صراط سے عبور کریں۔ پس جناب فاطمہؑ درخشندہ برق کی مانند وہاں سے عبور کریں گی جبکہ ستر ہزار حوریں ان کے ہم رکاب ہوں گی۔"

۱۹۔ حضرت فاطمہؑ کی طہارت کی سند

قال رسول الله ﷺ: الاّلا يحل هذا المسجد لجنب ولا لحائض الا لرسول الله وعلى وفاطمة والحسن والحسين، الاّقد بينت لكم الاسماء ان لا تضلوا۔ (28)

یعنی رسول خداﷺ نے فرمایا: اے لوگو! آگاہ رہو سوائے رسول خداﷺ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے کسی دوسرے کے لئے اس مسجد میں حیض وجنابت کی حالت میں داخل ہونا حلال نہیں۔ آگاہ رہو میں نے ایک ایک کرکے ان کے نام بتادیئے ہیں تاکہ تم گمراہ نہ ہوجاؤ۔

ایک دوسری روایت میں حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:

ولدت فاطمة بالحسن فلم، ار لها دما، فقلت یا رسول الله، ءانی لم ار لها دما فی حیض ولا نفاس فقال(ص): اما علمت ان ابنتی طاهرة مطهرة لا یریٰ لها دم فی طمث ولا ولادة۔ (29)

یعنی: "جب حضرت فاطمہؑ سے امام حسنؑ متولد ہوئے تو آپؑ میں کسی قسم کے حیض ونفاس کے آثار نظر نہیں آئے۔ میں نے اس بارے میں رسول خداﷺ سے پوچھا: آنحضرتﷺ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتی کہ میری بیٹی فاطمہؑ پاک وپاکیزہ ہے اور حیض ونفاس کی ناپاکی اس سے دور ہے۔"

۲۰۔ صلوات بر فاطمہؑ

قال رسول اللهﷺ: من صلیٰ علیك یافاطمة غفرالله له والحقة بی حیث کنت من الجنة۔ (30)

جناب رسول خداﷺ نے فرمایا:

اے فاطمہؑ! جو شخص بھی تجھ پر صلوات بھیجتا ہے خداوند اس کے (گناہ) معاف کردیتا ہے اور اسے جنت میں مجھ سے ملحق کردیتا ہے۔

۲۱۔ لوگوں کو آنکھیں بند کرنے کا حکم

قال رسول اللّه (ص): إذا كانَ يَوْمُ القيامَةِ نادى مُنادٍ: يا أَهْلَ الجَمْعِ غُضُّوا أَبْصارَكُمْ حَتى تَمُرَّ فاطِمَة۔ (31)

رسول خداﷺ نے فرمایا ہے کہ: روز قیامت ایک منادی نداء دے گا کہ: اے اہل قیامت اپنی آنکھوں کو بند کرلو، کیونکہ اب یہاں سے فاطمہ کا گزر ہونے والا ہے۔

۲۲۔ جنت کی خوشبو کا اشتیاق

قال رسول اللّه (ص): كُنْتُ إذا اشْتَقْتُ إلى رائِحَةِ الجنَّةِ شَمَمْتُ رَقَبَةَ فاطِمَة۔ (32)

رسول خدا نے فرمایا ہے: میں جب بھی جنت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو فاطمہ سے اس خوشبو کو سونگھتا ہوں۔

۲۳۔ چار برترین عورتیں

قال رسول اللّٰہ(ص): حَسْبُكِ مِنْ نساءِ العالَمِيْنَ أَرْبَعٌ: مَرْيَمَ وَ آسِيَةَ وَخَدِيجَةَ وَفاطِمَةَ۔ (33)

رسول خدا نے فرمایا ہے کہ: تمام جہانوں میں فقط چار عورتیں بہترین ہیں، مریم، آسیہ، خدیجہ اور فاطمہ (سلام اللہ علیہم)۔

۲۵۔ علیؑ و فاطمہؑ کی تزویج

قال رسول اللّٰہ(ص): یا عَلِی هذا جبریلُ یُخْبِرُنِی أَنَّ اللّٰهَ زَوَّجَكَ فاطِمَةَ۔ یعنی رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اے علی ابھی مجھے جبرائیل نے خبر دی ہے کہ خداوند نے فاطمہ کی شادی تم سے کر دی ہے۔ (34)

اور جگہ آپؐ نے فرمایا: ''یا عَلِیّ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِی أَنْ أُزَوِّجَكَ فاطِمَةَ۔'' یعنی؛ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ: اے علی خداوند نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کی شادی تم سے کر دوں۔ (35)

۲۶۔ فاطمہؑ کی رضایت رسول اللہؐ کی رضایت

قال رسول اللّٰہ(ص): ما رَضِيَتْ حَتّٰى رَضِيَتْ فاطِمَةُ۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: میں راضی نہیں ہوتا جب تک فاطمہ راضی نہ ہو۔ (36)

۲۷۔ فاطمہؑ کی خوشی رسول اللہؐ کی خوشی

قال رسول اللّٰہ(ص): فاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنّی یَسُرُّنِی ما یَسُرُّها۔

رسول خدا نے فرمایا ہے کہ: فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو بھی اسکو خوش کرے گا، اس نے مجھے خوش کیا ہے۔ (37)

قال رسول اللّٰہ(ص): فاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنّی یُؤْلِمُها ما یُؤْلِمُنِی وَیَسُرُّنِی ما یَسُرُّها۔

رسول خدا نے فرمایا ہے کہ: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو بھی اس کو تکلیف دے گا، اس نے مجھے تکلیف دی ہے اور جو بھی اس کو خوش حال کرے گا، اس نے مجھے خوشحال کیا ہے۔ (38)

۲۸۔اہل بیتؑ میں سے محبوب ترین ہستی

قال رسول اللّٰہ (ص): أَحَبُّ أَهْلِي إِلَيَّ فاطِمَة۔ یعنی؛رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: میرے اہل بیت میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب، فاطمہ ہے۔(39)

۲۹۔چار بہترین خواتین

قال رسول اللّٰہ (ص): خَيْرُ نِساءِ العالَمين أَرْبَع: مَرْيَم وَ آسية وَخَدِيجَة وَفاطِمَة۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: جہان کی تمام عورتوں کی سردار چار خواتین ہیں، مریم، آسیہ، خدیجہ اور فاطمہ۔(40)

اور جگہ آپؐ نے فرمایا: ''أَفْضَلُ نِساءِ أَهْلِ الجَنَّةِ: مَرْيَمُ وَ آسيةُ وَخَديجَةُ وَفاطِمَة''یعنی:رسول خداﷺ نے فرمایا ہے کہ: اہل جنت کی عورتوں میں سے سب سے افضل مریم، آسیہ، خدیجہ اور فاطمہ ہیں۔(41)

۳۰۔جنت کی عورتوں کی سردار

قال رسول اللّٰہ (ص): سيّدَةُ نِساءِ أَهْلِ الجَنَّةِ فاطِمَة۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: جنت کی تمام عورتوں کی سرور و سردار فاطمہ ہیں۔(42)

۳۱۔خواتین اُمت کی سردار

قال رسول اللّٰہ (ص): فاطِمَة سيّدَةُ نِساءِ أُمَّتِي۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: فاطمہ میری امت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔(43)

۳۲۔جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والی ہستیاں

قال رسول اللّٰہ (ص): أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الجَنَّةَ: عَلِيٌّ وَفاطِمَة۔ یعنی: رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ : جنت میں سب سے پہلے علی اور فاطمہ داخل ہوں گے۔(44)

۳۳۔آیہ تطہیر کے مصداق

قال رسول اللّٰہ (ص): أُنْزِلَتْ آيَةُ التَّطْهِيرِ فِي خَمْسَةٍ فِيَّ، وَفِي عَلِيٍّ وَحَسَنٍ وَحُسَيْنٍ وَفاطِمَة۔

رسول خدا نے فرمایا ہے کہ: آیت تطہیر پنجتن پاک میرے، علی، حسن، حسین اور فاطمہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔(45)

ایک اور حدیث میں آیا ہے: ''أَوَّلُ مَنْ دَخَلَ الجَنَّةَ فاطِمَة''۔یعنی رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: سب سے پہلے جنت میں فاطمہ داخل ہوں گی۔(46)

۳۴۔مہدیؑ فرزند فاطمہؑ

قال رسول اللّٰہ (ص): المَهْدِي مِنْ عِتْرَتِي مِنْ وُلدِ فاطِمَة۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: امام مہدیؑ میرے اہل بیتؑ میں سے ہے کہ جو فاطمہ کی اولاد میں سے ہیں۔(47)

۳۵۔سب سے پہلے رسول اللہؐ سے ملنے والی

قال رسول اللّٰہ (ص): فاطِمَة أَنْتِ أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِي لُحُوقاً بِي۔یعنی: رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اے فاطمہ میرے مرنے کے بعد میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے آ کر ملو گی۔(48)

۳۶۔رسول اللہؐ کے تن کا ٹکڑا

قال رسول اللّٰہ (ص): فاطِمَة بَضْعَةٌ مِنّي فَمَنْ أَغْضَبَها أَغْضَبَنِي۔یعنی: رسول خدا نے فرمایا ہے کہ: فاطمہ میرے تن کا ٹکڑا ہے، جو بھی اس کو ناراض کرے گا، اس نے مجھے ناراض کیا ہے۔(49)

ایک اور حدیث ہے: '' فاطِمَة بَضْعَةٌ مِنّي وَهِيَ قَلْبِي وَهِيَ رُوحِي التي بَيْنَ جَنْبِي''۔یعنی: رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور وہ میرا دل ہے اور وہ میرے بدن میں موجود میری روح ہے۔(50)

۳۷۔انسانی شکل میں حور

قال رسول اللّٰہ (ص): فاطِمَة خُلِقَتْ حورِيَّةٌ فِي صورةٍ إِنسيّة۔

رسول خدا نے فرمایا ہے کہ: فاطمہ انسان کی شکل میں خلق کی گئی، جنت کی حور ہیں۔(51)

قال رسول اللّٰہ(ص): فاطِمَۃ حَوْراءُ آدَمیّۃ لَم تَحضْ وَلَمْ تَطْمِث۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: فاطمہ انسان کی شکل میں جنت کی حور ہیں، جو خون حیض اور نفاس سے دوچار نہیں ہوتیں۔(52)

۳۸۔رسول اللہؐ کی عزیز ہستیاں

قال رسول اللّٰہ(ص): فاطِمَۃ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْكَ یا عَلِیّ وَأَنْتَ أَعَزُّ عَلَیَّ مِنْها۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اے علیؑ! فاطمہؑ میرے لیے آپ سے زیادہ محبوب ہے، اور اے علی آپ میرے لیے اس سے زیادہ عزیز ہو۔(53)

۳۹۔رسول اللہؐ کے قلب کا قرار

قال رسول اللّٰہ(ص): فاطِمَۃ بَھْجَۃُ قَلْبِی وَابْناھا ثَمَرَۃُ فُؤادِی۔

رسول خدا نے فرمایا ہے کہ: فاطمہ میرے دل کا آرام و قرار ہے اور اسکے دو بیٹے میرے دل کے پیارے ہیں۔(54)

۴۰۔فاطمہ اور عام خواتین میں فرق

قال رسول اللّٰہ(ص): فاطِمَۃ لَیْسَتْ کَنِساءِ الآدَمیّین۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: فاطمہ عام عورتوں کی طرح ایک عورت نہیں ہے۔(55)

۴۱۔غضب فاطمہؑ، غضب خدا

قال رسول اللّٰہ(ص): فاطِمَۃ إِنّ اللّٰہَ یَغْضِبُ لِغَضَبِكِ۔ یعنی: رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اے فاطمہ خداوند تیرے غضبناک ہونے کی وجہ سے غضبناک ہوتا ہے۔(56)

۴۲۔اولاد فاطمہؑ کا عذاب سے محفوظ ہونا

قال رسول اللّٰہ (ص): فاطِمَةِ إِنّ اللّٰہَ غَیْرُ مُعَذِّبِكِ وَلا أَحَدٍ مِنْ وُلْدِكِ۔ یعنی: رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اے فاطمہ بے شک خداوند تجھے اور تیری اولاد میں سے کسی ایک کو بھی عذاب نہیں کرے گا۔(57)

نکتہ: کیا حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی تمام ذریت پر آتش جہنم حرام ہے؟ اس سوال کے جواب میں علامہ محمد حسین کاشف الغطا اعلیٰ اللہ مقامہ لکھتے ہیں: ''اس سلسلے میں مجھے حضرت امام رضا علیہ السلام کا ایک فرمان یاد آرہا ہے کہ جو اُنھوں نے اپنے بھائی زید المعروف ''زید النار'' سے فرمایا ہے کہ اے زید! کیا تجھے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان نے مغرور کردیا ہے کہ جس میں آپؐ نے فرمایا ہے: ''فاطمہؑ نے اپنی ناموس کی حفاظت کی ہے لہٰذا خدا نے اُس اور اُس کی ذریت (اولاد) پر آتش کو کو حرام کردیا ہے؟۔ یہ حکم اُن کی بلاواسطہ ذریت مثلاً حضرت امام حسن وامام حسین اور جناب زینب واُم کلثوم سلام اللہ علیہم سے مخصوص ہے۔

قطعی عقلی و نقلی ادلہ بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں اور مشہور حدیث ہے: ''خلق اللہ الجنة لِمَن اَطاعَهُ'' یعنی خدا نے جنت کو اُن لوگوں کے لئے خلق فرمایا ہے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث ہماری اس بات کی دلیل ہے البتہ عفو و مغفرت اور شفاعت کا باب الگ ہے جو فقط جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد ہی سے مختص نہیں ہے بلکہ تمام پیروان فاطمہؑ کو شامل ہے، چونکہ یہ جناب سیدہؑ کی روحانی اولاد ہیں۔(58)

۴۳۔کامل العقل عورتیں

قال رسول اللّٰہ (ص): کَمُلَ مِنَ الرِّجال کَثِیرُ وَلَمْ یَکْمُلْ مِنَ النساءِ إِلاّ أَرْبَع: مَرْیَم وَآسِیَة وَخَدیجَة وَفاطِمَة۔

رسول خدا نے فرمایا ہے کہ: مردوں میں سے بہت کی عقل کامل ہوئی ہے، لیکن عورتوں میں سے فقط چار عورتوں کی عقل کامل ہوئی ہے اور وہ مریم، آسیہ، خدیجہ اور فاطمہ (علیہم السلام) ہیں۔(59)

۴۵۔خدا کی برگزیدہ ہستیاں

قال رسول اللہ(ص): لیلة عرج بی إلی السماء رأیت علی باب الجنّة مکتوبا: لاإله إلا الله، محمّد رسول الله، علیّ حبیب الله، الحسن والحسین صفوة الله، فاطمة خیرة الله، علی مبغضیهم لعنة الله۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: جس رات کو مجھے معراج پر لے جایا گیا، میں نے دیکھا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ: لا إلہ إلا اللہ ، محمد رسول اللہ ، علی ولی اللہ ، حسن و حسین اور فاطمہ خداوند کے برگزیدہ انسان ہیں۔جو بھی ان سے بغض رکھنے والا ہو گا، اس پر خداوند کی لعنت ہو گی۔(60)

۴۶۔معرفت فاطمہؑ

خرج رسول اللہ(ص): وهو آخذ بید فاطمة (سلام الله علیها) فقال: (من عرف هذا فقد عرفها ومن لم یعرفها فهی فاطمة بنت محمّد وهی قلبی وروحی التی بین جنبی۔یعنی:رسول خدا ﷺ گھر سے باہر نکلے، اس حالت میں کہ آپ نے اپنی بیٹی فاطمہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، پھر آپ نے فرمایا کہ: جو بھی اسکو پہچانتا ہے، وہ تو پہچانتا ہی ہے، اور جو نہیں پہچانتا تو وہ اسکو جان لے کہ یہ فاطمہ محمد کی بیٹی ہے، وہ میری دل و جان اور میرے بدن میں موجود میری روح ہے۔(61)

۴۷۔فاطمہؑ کو اذیت ،اللہ اور رسولؐ کو اذیت ہے

قال رسول اللہ(ص): إن فاطمة شعرة منی فمن آذی شعرة منی فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی الله، ومن آذی الله لعنه ملء السماوات والأرض۔یعنی:رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: فاطمہؑ میرے جسم کا ایک بال ہے، پس جس نے میرے بدن کے بال کو اذیت کی تو اس نے مجھے، اذیت کی ہے اور جس نے مجھے اذیت کی تو اس نے خداوند کو اذیت کی ہے اور جو خداوند کو اذیت کرے گا تو خداوند اس کو زمین اور آسمان کے برابر لعنت کرے گا۔(62)

۴۸۔ محبت فاطمہؑ کے فوائد

قال رسول الله (ص): (يا سلمان ،حبّ فاطمة ينفع في مائة من المواطن ،أيسر تلك المواطن : الموت، والقبر، والميزان، والمحشر، والصراط, والمحاسبة، فمن رضيت عنه ابنتي فاطمة، رضيت عنه، ومن رضيت عنه رضي الله عنه، ومن غضبت عليه ابنتي فاطمة، غضبت عليه، ومن غضبت عليه غضب الله عليه، يا سلمان ويل لمن يظلمها ويظلم بعلها أمير المؤمنين عليا ، وويل لمن يظلم ذرّيتها وشيعتها۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ : اے سلمان فاطمہ کی محبت انسان کو ۱۰۰ مقامات پر فائدہ دیتی ہے، کہ ان مقامات میں سے کم ترین اور آسان ترین مقام، مرتے وقت، قبر میں، میزان پر، محشر میں، پل صراط پر، اعمال کے حساب کتاب کے وقت، پس جس سے بھی میری بیٹی فاطمہ راضی ہو گی، تو میں بھی اس سے راضی ہوں گا اور جس سے میں راضی ہوں گا تو خداوند بھی اس سے راضی ہو گا، اور جس پر بھی میری بیٹی فاطمہ غضبناک ہو گی تو میں بھی اس پر غضبناک ہوں گا اور جس پر بھی میں غضبناک ہوں گا تو خداوند بھی اس پر غضبناک ہو گا۔

اے سلمان، وہ بدبخت اور اس کا برا حال ہو گا، جو اس (فاطمہ) اور اس کے شوہر امیر المؤمنین علی پر ظلم و ستم کرے گا، اور وہ بھی بدبخت اور اسکا برا حال ہو گا، جو ان کی نسل اور انکے شیعوں پر ظلم و ستم کرے گا۔(63)

۴۹۔ بلند مقام گھر کی مالک

قرأ رسول الله(ص): هذا الآية : (في بيوت أذن الله أن ترفع ويذكر فيها اسمه) فقام إليه رجل فقال: أي بيوت هذه يا رسول الله ؟ قال : بيوت الأنبياء ، فقام إليه أبوبكر فقال : يا رسول الله أهذا البيت منها ؟ ۔مشيرا إلى بيت علي وفاطمة عليهما السلام۔قال : نعم ، من أفاضلها۔

رسول خدا ﷺ نے جب اس آیت کی تلاوت کی : ان گھروں میں کہ خداوند نے خود اجازت دی ہے کہ ان کا مقام بلند ہو اور ان گھروں میں خدا کا ذکر کیا جائے، تو ایک بندے نے کھڑے ہو کر سوال کیا:

یا رسول اللہ یہ کونسے گھر ہیں ؟آپ نے فرمایا کہ : ان سے مراد انبیاء کے گھر ہیں۔ یہ سن کر ابوبکر نے کھڑے ہو کر علی و فاطمہ کے گھر کی طرف اشارہ کرکے سوال کیا کہ : یا رسول اللہ، کیا یہ گھر بھی ان گھروں میں شامل ہے ؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ : ہاں، بلکہ یہ گھر ان گھروں سے افضل ہے۔(64)

*****

حوالہ جات

1۔ متقی ہندی علاوالدین ،کنزالعمال ،ج۱۲،ص۱۰۹،حدیث :۳۴۲۲۶،۳۴۲۲۷ ، مؤسسۃ الرسالۃ ۱۴۰۵ھ فضائل الخمسہ،ج۳،ص۱۲۶

2۔ بحار الانوار ج ۴۳،ص ۱۲، عبقات الانوار فی امامۃ الائمۃ الاطہار ، ج۱، ص : ۹۰ ،تاریخ بغداد : ۳۳۱/۱۲، کنز العمّال: ۱۰۹/۱۲ الحدیث ۳۴۲۲۶

3۔ کنز العمال ج6 ص219

4۔ مستدرک الصحیحین،ج ۳،ص ۱۷۰،حدیث ۴۷۴۰

5۔ مسند احمد بن حنبل،ج ۳،ص ۱۳۵، سنن ترمذی،ج ۵،ص ۴۶۹،حدیث ۳۹۰۴

6۔ توفیق ابو علم ، فاطمۃ الزھراء ، ص ۱۱۰

7۔ صحیح بخاری،کتاب المناقب

8۔ احقاق الحق،ج ۱۰،ص ۵۳

9۔ متقی ہندی علاوالدین، کنزالعمال،ج ۱۲،ص ۱۱۲، شمارہ حدیث ۳۴۲۴۳

10۔ ابو عبداللہ ، محمد بن اسماعیل ،۔ صحیح بخاری ،کتاب فضائل اصحاب النبی ، باب مناقب فاطمۃ علیھا السلام ، ص ۹۲۴،دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۲۳ء

11۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۳۔ اسی مضمون کی حدیث بخاری،کتاب بدا الخلق میں بھی ہے۔

12۔ یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم ،ج ۴، ص ۱۹۰۵، صحیح ترمذی،ج ۲،ص ۳۱۹

13۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، مستدرک الصحیحین، ج ۳، ص ۱۷۰
14۔ مطالب السوائل، ص ۱۵
15۔ خوارزمی، مقتل الحسین، ج ۱، ص ۵۱، معانی الاخبار، ص ۳۰۲، حدیث ۱
16۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۶۸
17۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۵۲، حدیث ۴۷۲۶
18۔ المستدرک الصحیحین، ج ۳، ص ۱۶۹
19۔ المستدرک الصحیحین، ج ۳، ص ۱۷۶، حدیث: ۴۷۵۹
20۔ شبلنجی، نور الابصار، ص ۹۶
21۔ تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۳۹۲
22۔ فرائد السمطین، ج ۲، ص ۶۶
23۔ مقتل الحسین: ج 1 ص 60
24۔ تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۲۵۹
25۔ شبلنجی، نور الابصار، ص ۹۶، فصول المھمۃ، ص ۱۲۷
26۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۱۴۱
27۔ خوارزمی، مقتل الحسین، ج ۱، ص ۵۵
28۔ البیھقی، ابی البکر احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ، کتاب النکاح، باب (۴۶) دخولہ المسجد جنباً، ج ۷، ص ۱۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیرت، ۱۴۲۴ھ
29۔ ذخائر العقبی، ص ۴۴
30۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۵۵
31۔ کنز العمّال ج 13 ص 91 و 93، منتخب کنز العمّال بہامش المسند ج 5 ص 96، الصواعق المحرقۃ ص 190، اِسد الغابۃ ج 5 ص 523، تذکرۃ الخواص ص 279، ذخائر العقبی ص 48، مناقب الاِمام علی لابن المغازلی ص 356، نور الأبصار ص 51 و 52، ینابیع المودّۃ ج 2 باب 56 ص 136
32۔ منتخب کنز العمّال ج 5 ص 97، نور الأبصار ص 51، مناقب الاِمام علی لابن المغازلی ص 360
33۔ مستدرک الصحیحین ج 3 باب مناقب فاطِمَۃ ص 171، سیر اِعلام النبلاء ج 2 ص 126، البدایۃ والنہایۃ ج 2 ص 59، مناقب الاِمام علی لابن المغازلی ص 363
34۔ مناقب الاِمام علی من الریاض النضرۃ: ص 141

35۔الصواعق المحرقۃ باب 11 ص 142، ذخائر العقبی ص 30 و 31،تذکرۃ الخواص ص 276، مناقب الإمام علی من الریاض النضرۃ ص141، نور الأبصار ص53

36۔ مناقب الإمام علی لابن المغازلی: ص342

37۔الصواعق المحرقۃ ص 180 و 232،مستدرک الحاکم، معرفۃ ما یجب لآل البیت النبوی من الحق علی من عداہم ص 73 ینابیع المودّۃ ج 2 باب 59 ص 468

38۔ مناقب الخوارزمی ص353

39۔الجامع الصغیر ج 1 ح 203 ص 37، الصواعق المحرقۃ ص 191، ینابیع المودّۃ ج 2 باب 59 ص 479، کنز العمّال ج 13 ص93

40۔الجامع الصغیر ج 1 ح 4112 ص 469، الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ ج 4 ص 378، البدایۃ والنہایۃ ج 2 ص 60،ذخائر العقبی ص 44

41۔ سیر إعلام النبلاء: ج 2 ص 126،ذخائر العقبی: ص 44

42۔کنز العمّال ج13 ص94، صحیح البخاری، کتاب الفضائل، باب مناقب فاطمۃ، البدایۃ والنہایۃ ج 2 ص61

43۔ سیر إعلام النبلاء ج 2 ص 127، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب فاطمۃ،مجمع الزوائد ج 2 ص 201،إسعاف الراغبین ص 187

44۔نور الأبصار ص 52/ ، کنز العمّال ج 13 ص 95

45۔إسعاف الراغبین ص 116، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ

46۔ ینابیع المودّۃ ج2 ص322 باب56

47۔الصواعق المحرقۃ ص237

48۔اصفہانی ،ابونعیم، حلیۃ الأولیاء ج 2 ص 40، صحیح البخاری کتاب الفضائل،کنز العمّال ج 13 ص 93،منتخب کنز العمّال ج 5 ص 97

49۔ صحیح البخاری ج 3 کتاب الفضائل باب مناقب فاطِمَۃ ص ۹۲۴، خصائص الإمام علیّ للنسائی ص 122،الجامع الصغیر ج 2 ص 653 ح 5858،کنز العمّال ج 3 ص 93 - 97، منتخب بہامش المسند ج 5 ص 96، مصابیح السنّۃ ج 4 ص 185، إسعاف الراغبین ص 188،ذخائر العقبی ص 37،ینابیع المودّۃ ج 2 ص 52 - 79

50۔ نور الأبصار ص 52

51۔ مناقب الإمام علی لابن المغازلی ص 296

52۔ الصواعق المحرقۃ ص 160، إسعاف الراغبین ص 188، کنز العمّال ج 13 ص 94، منتخب کنز العمّال ج 5 ص 97

53۔ مجمع الزوائد ج 9 ص 202، الجامع الصغیر ج 2 ص 654 ح 5761، منتخب کنز العمّال ج 5 ص 97، إسد الغابۃ ج 5 ص 522، ینابیع المودّۃ ج 2 باب 56 ص 79، الصواعق المحرقۃ الفصل الثالث ص 191

54۔ ینابیع المودّۃ ج 1 باب 15 ص 243

55۔ مجمع الزوائد ج 9 ص 202

56۔ الصواعق المحرقۃ ص 175، مستدرک الحاکم، باب مناقب فاطمۃ، مناقب الإمام علی لابن المغازلی ص 351

57۔ کنز العمّال ج 13 ص 96، منتخب کنز العمّال بہامش مسند إحمد ج 5 ص 97، إسعاف الراغبین بہامش نور الأبصار ص 118

58۔ کاشف الغطا، محمد حسین، بہشت برین ترجمہ (فارسی) جنۃ الماویٰ، ص ۱۰۹۔

59۔ نور الأبصار ص 51

60۔ تاریخ بغداد: ج 1 ص 259، تاریخ دمشق: ج 14 ص 170، لسان المیزان: ج 5 ص 70

61۔ الفصول المہمّۃ: ص 146، نور الأبصار: ص 53

62۔ حلیۃ الأولیاء: ج 2 ص 40

63۔ فرائد السمطین: 2 باب 11 ح 219، کشف الغمہ: ج 1 ص 467

64۔ الدر المنثور: ج 6 ص 203، تفسیر آیۃ النور, روح المعانی: ج 18 ص 174، تفسیر الثعلبی: ج 7 ص 107، الکشف والتبیان للمسفوی: ص 72

المراجع والمصادر

۱۔حافظ ابی نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی (المتوفی ۴۳۰ھ)، حلیۃ الأولیاء وطبقات الاصفیا، دارالفکر، بیروت لبنان، ۱۴۱۶ھ

۲۔علاوالدین علی المتقی الہندی (المتوفی ۹۷۵ ھ)، کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ

۳۔امام محمد بن اسماعیل بخاری (المتوفی ۲۵۶ھ): ''صحیح البخاری''، ناشر دار کثیر دمشق، ۱۴۲۳ھ

۴۔الترمذی محمد ابن عیسی (المتوفی ۲۷۹ھ): ''سنن الترمذی''، دارالفکر بیروت، سنۃ ۱۴۰۳ھ

۵۔امام احمد بن حنبل (المتوفی ۲۴۱ھ)، مسند الامام احمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ،

۶۔البیہقی ،ابی البکر احمد بن الحسین (المتوفی ۴۵۸ھ) ،السنن الکبری، دارالکتب العلمیہ، بیرت، ۱۴۲۴ھ

۷۔ الشیخ الشبلنجی مؤمن بن حسن (المتوفی ۱۳۰۸ھ) نور الأبصار فی مناقب آل بیت نبی المختار، منشورات الشریف الرضی، قم

۸۔ابن صباغ ،علی بن محمد احمد المالکی المکی (المتوفی ۸۵۵ھ)،الفصول المھمۃ فی معرفۃ الائمۃ، دارالحدیث، قم، ۱۴۲۲ھ

۹۔ الشافعی ،ابی سالم کمال الدین محمد بن طلۃ (المتوفی ۶۵۲ھ) مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، موسسۃ البلاغ

۱۰۔ الحافظ المحدث الطبری محب الدین احمد بن عبداللہ (المتوفی ۶۹۴ھ) ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ

۱۱۔الامام الحافظ ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیسابوری (المتوفی ۴۰۵ھ) المستدرک علی الصحیحین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ

۱۲۔الفیروزآبادی ،السید مرتضٰی الحسینی (المتوفی ھ) فضائل الخمسۃ من صحاح السّتۃ، منشورات فیروز آبادی، ۱۴۰۲ھ
۱۳۔ الجوینی الخراسانی ،ابراہیم بن محمد (المتوفی ۷۳۰ ھ)،فرائد السمطین فی فضائل المرتضٰی والبتول والسبطین والائمۃ من ذریتھم ، موسسۃ المحمودی لطباعۃ، بیروت ،۱۳۹۸ھ
۱۴۔کاشف الغطا، محمد حسین، بہشت برین ترجمہ (فارسی) جنۃ الماویٰ
۱۵۔امام مسلم بن حجّاج القشیری : '' صحیح مسلم ،'' ناشر دار الفکر بیروت۔ لبنان۔
۱۶۔الشیخ محمد باقر المجلسی (المتوفی ۱۱۱۱ھ) ''بحار الانوار''، ناشر مؤسسۃ الوفاء بیروت لبنان، الطبع الثانیہ، سنۃ ۱۹۹۳ء
۱۷۔ابو جعفر محمد ابن علی المعروف شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ) : ''معانی الاخبار''، طبع، انتشارات اسلامی قم ایران
۱۸۔القاضی ابو حنیفہ النعمان بن محمد التمیمی المغربی (۳۶۳ھ) : ''شرح الاخبار فی فضائل ائمہ الطہار، موسسۃ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ من المدرسین قم
۱۹۔المحدث احمد بن حجر الھیتمی المکی (المتوفی ۹۷۴ھ) الصواعق المحرقۃ فی الرد علی البدع والزندقۃ، مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکیا، ۱۴۲۴ھ
۲۰۔علی ابن عیسی اربلی (المتوفی ۶۹۳ھ) : '' کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ''، طبع ثانی، سال ۱۹۹۸ء دار الاضواء، بیروت لبنان۔
۲۱۔علامہ عزالدین ابن ابی الحدید المعتزلی البغدادی (المتوفی ۶۵۶ھ) : ''شرح نہج البلاغہ''، طبع ثانی، دار الاحیاء الکتب العربیہ مصر ۱۹۶۷ء
۲۲۔البلخی القندوزی، شیخ سلیمان ابن شیخ ابراہیم (المتوفی ۱۲۹۴ھ) ینابیع المودّۃ، منشورات موسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت ۱۴۱۸ھ

۲۳۔ ابن المغازلی، ابی الحسن علی بن محمد الشافعی (المتوفی ۴۸۳ھ) مناقب الإمام علی ابن ابی طالب علیہ السلام، دارالاضواء، بیروت، ۱۴۲۴ھ
۲۴۔ ابی المؤید الموفق بن احمد المالکی اخطب خوارزمی (المتوفی ۵۶۸ھ)، مقتل الحسین، انوار الھدیٰ، قم ایران، ۱۴۱۸ھ
۲۵۔ شوشتری، نور اللہ بن شریف الدین (المتوفی ۱۰۱۹ھ) إحقاق الحق و إزہاق الباطل، کتابخانہ عمومی آیت اللہ مرعشی نجفی، قم ۱۴۰۹ھ
۲۶۔ إحمد بن علی بن حجر العسقلانی إبو الفضل شہاب الدین (المتوفی ۸۵۲ھ)، لسان المیزان، مکتب المطبوعات الإسلامیۃ، بیروت ۱۴۲۳ھ
۲۷، سبط ابن الجوزی (المتوفی ۶۵۴ھ)، تذکرۃ الخواص، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۸ھ

کتاب شناسی

حضرت فاطمہ زہراءؑ کے بارے میں چند جدید و قدیم کتب کا تعارف

سید رمیز الحسن موسوی

سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کی دختر اور شیر خدا حضرت امام علی علیہ السلام کی زوجہ گرامی اور سید الشباب اہل الجنتہ حسنین شریفین علیہم السلام کی والدہ گرامی ہیں۔ جن کا شمار پنج تن آل عبا میں ہوتا ہے اور جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و صورت کا مجسمہ تھیں۔ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے دوران بھی تبلیغ و ترویج اسلام میں نمایاں حصہ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد بھی اپنے شوہر نامدار کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے ہوئے اسلام ناب محمدیؐ کو اصل راستے سے منحرف کرنے والوں کا کھل کر مقابلہ کیا اور نبوت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ولایت و امامت جیسے الٰہی منصب کی پاسداری کے لئے اپنی جان تک قربان کردی اور اسلام کے اس بنیادی رکن کی حفاظت کے لئے سیاسی و علمی اور معنوی جدوجہد کرتے ہوئے عالم اسلام کے لئے استبداد و آمریت کے خلاف قیام کی ایک مثال چھوڑ گئیں۔ اسلامی ادب و معارف میں سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے خصوصاً مکتب اہل بیت اطہارؑ میں جناب زہراء اُم الائمہ ہونے کی وجہ سے بھی عصمت و طہارت کا منبع سمجھی جاتی ہیں اور اسلام کی تعلیمات و معارف کی تبلیغ و اشاعت اور تفسیر و تبیین میں ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔ اس لئے صدر اسلام سے لے کر آج تک اسلام کی علمی تاریخ میں سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور آئندہ بھی لکھا جاتا رہے گا۔ ان صفحات میں عربی، فارسی اور اُردو زبان میں جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے بارے میں لکھی جانے والی چند جدید کتب کا مختصر تعارف پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ البتہ یہاں اُنہی کتابوں کا انتخاب کیا گیا ہے جو اپنے موضوع اور اسلوب کے لحاظ سے نمایاں ہیں اور جنہوں نے اپنے قارئین کو معارف فاطمیہ کے بارے میں وافر معلومات فراہم کی

ہیں۔ اُمید ہے جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے بارے میں اس کتاب شناسی سے جہاں اہل تحقیق مستفید ہوں گے وہاں سیرت اہل بیت اطہارؑ کے عام قارئین وشائقین بھی بہرہ مند ہوں گے۔

عربی کتب

فاطمة الزهراء علیها السلام بهجة قلب المصطفیٰ

احمد الرحمانی الهمدانی (متوفی ۱۳۸۳ شمسی)

ناشر: مؤسسة النعمان للطباعه والنشر والتوزیع، طبع سنة ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۲ء بیروت لبنان, زبان عربی:

کتاب ''فاطِمَةُ الزّہراء بَہجَةُ قَلبِ المُصطَفی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)'' عربی زبان میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے فضائل اور سیرت کے بارے میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کے مؤلف احمد رحمانی الہمدانی کا شمار معاصر ایرانی خطبا اور محققین میں ہوتا ہے۔ احمد رحمانی الہمدانی ۱۳۱۸ھ کو ہمدان میں پیدا ہوئے ہیں اور مشہور عالم آخوند ملا علی معصومی ہمدانی کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ اُنہوں نے آیت اللہ محمد تقی آملی، مرحوم آیت اللہ شعرانی، آیت اللہ شیخ حسن سعید، آیت اللہ سبط الشیخ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کئے ہیں۔ اُنہوں نے ایک تحقیقی کتاب حضرت علی علیہ السلام کی سیرت اور حیات کے بارے میں بھی لکھی ہے۔

کتاب '' فاطِمَةُ الزّہراء بَہجَةُ قَلبِ المُصطَفیٰ'' حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے بارے میں ممتاز محققین کی آراء سے شروع ہوتی ہے اور پھر حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے فضائل ومناقب اور حیات کے نمایاں عناوین کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ مؤلف نے کتاب کے مقدمے میں اختصار کے ساتھ ائمہ اطہار علیہم السلام کی نظر میں جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے مقام کی وضاحت کی ہے اور ہر امام معصوم سے اپنی جدہ معظّمہ کے بارے میں قول نقل کیا ہے۔

پہلی فصل میں حضرت فاطمہؑ کے متعلق مورّخین، محدثین اور قدیم وجدید اہل قلم کی آراء کو نقل کیا ہے۔ اس کے بعد گیارہوں فصل تک حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے مناقب وفضائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کیا گیا ہے۔ بارہویں فصل سے لے کر سترہویں فصل تک حضرت فاطمہؑ کے اسمائے گرامی

اور القاب کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور اس کے بعد کی فصلوں میں حضرت فاطمہؑ کے آثار، کلام، ولایت سے دفاع، خطبہ فدکیہ سے متعلق موضوعات کو پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح بی بی دوعالم کی شادی، گھرانے اور اولاد سے لے کر اُن کی شہادت کے واقعات کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ آخری فصل میں حضرت فاطمہؑ سے متعلق لکھی گئی کتابوں کا اجمالی تعارف کرایا گیا ہے اور اس سلسلے میں ۲۶۰ کتابوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں۔ کتاب کا ایک حصہ ایسی احادیث پر مشتمل ہے کہ جن کے آغاز میں قسم کھا کر بی بی کے فضائل میں میں سے کوئی فضیلت ذکر ہوئی ہے۔

فہرست کتاب:

اس کتاب کی فہرست کچھ اس طرح مرتب کی گئی ہے جس سے اس کتاب کی جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے:
فصل۱: محققین کی نظر میں حضرت فاطمہؑ کی شخصیت۔ فصل۲: قرآن مجید میں بی بی کے چہاردہ معصومینؑ کے ساتھ مشترکہ فضائل۔ فصل۳: احادیث اور روایات میں بی بی کے چہاردہ معصومینؑ کے ساتھ مشترکہ فضائل۔ فصل۴: بی بی کے وہ مناقب کہ جن کے شروع میں قسم کھائی گئی ہے۔ فصل۵: کتب اہل سنت میں بی بی کے فضائل۔ فصل۶: احادیث شیعہ میں بی بی کے فضائل ومناقب۔ فصل۷: حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا اعلیٰ مقام۔ فصل ۸: حضرت فاطمہؑ: سیدۃ النساء العالمین۔ فصل۹: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت فاطمہؑ کا مقام ومنزلت۔ فصل۱۰: پیغمبر اکرم ﷺ کے نزدیک بی بی دوعالم کا مقام ومرتبہ۔ فصل۱۱: حضرت امام علیؑ کے نزدیک بی بی دوعالم کا مقام ومرتبہ۔ فصل۱۲: حضرت فاطمہؑ کی والدہ گرامی حضرت خدیجہؑ کے فضائل ومناقب۔ فصل۱۳: حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت۔ فصل۱۴: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے اسمائے مبارک۔ فصل۱۵: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی کنیت۔ فصل۱۶: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے القاب۔ فصل :۱۷۔ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی دعائیں اور اذکار۔ فصل۱۸: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مکارم اخلاق۔ فصل۱۹: اہل سنت اور اہل تشیع کی کتب کے حوالے سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے فرامین۔ فصل۲۰: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے اشعار۔ فصل۲۱: حریم امامت کا دفاع اور حضرت علیؑ کی نصرت۔ فصل۲۲: خطبہ عیادت اور فدک۔ فصل۲۳: خطبہ فدک کی اسناد۔ فصل۲۴: خطبہ

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں بزرگان کے اقوال۔ فصل ۲۵: طبے کا موضوع اور خطبہ دینے کا اہم مقصد۔ فصل ۲۶: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے خطبہ دینے کا مقصد اور محرک۔ فصل ۲۷: ہجرتِ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا۔ فصل ۲۸: اللہ تعالیٰ کے حکم سے ازدواج فاطمہؑ۔ فصل ۲۹: اپنے شوہر حضرت علیؑ کے ساتھ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نیک اخلاق۔ فصل ۳۰: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے اموال اور صدقات۔ فصل ۳۱: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی مظلومیت اور آپؑ پر ہونے والے مظالم۔ فصل ۳۲: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی مدت عمر۔ فصل ۳۳: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شہادت کا سبب اور کیفیت۔ فصل ۳۴: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی زیارت و تحیت۔ فصل ۳۵: اشعار میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مصائب۔ فصل ۳۶: قیامت کے دن حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا مقام و منزلت۔ فصل ۳۷: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد۔ فصل ۳۸: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ذریت پر آتش جہنم کا حرام ہونا۔ فصل ۳۹: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خادمہ۔ فصل ۴۰: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں لکھی گئی کتابیں۔

کتاب کے منابع

اس کتاب کی تالیف میں مؤلف نے بہت سی قدیم وجدید کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور مختلف کتابوں سے اقوال اور آراء نقل کرنے کے سلسلے میں کسی قسم کے تعصب سے کام نہیں لیا اور محققین کی آراء کو کھلے دل سے لکھا ہے اور اُن پر اپنا تبصرہ نہیں کیا۔ اگرچہ یہ کتاب تحقیقی اور تحلیلی پہلو نہیں رکھتی، لیکن موضوعات کے تنوع، جدت اور جامعیت کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ اس کتاب کا فارسی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے لیکن دوسری زبانوں کے علاوہ اُردو میں کوئی ترجمہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ (رحمانی ہمدانی، احمد، فاطمۃ الزہراء بہجۃ قلب المصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، تہران، منیر، 1378ش)

الموسوعة الکبریٰ عن فاطمة الزهراء علیها السلام (۲۵ جلد)

اسماعیل انصاری زنجانی خوئینی

ناشر: دلیلِ ما، قم، سال اشاعت: ۱۴۲۸ھ، زبان: عربی

"اَلْمَوسوعَةُ الْکُبْری عَنْ فاطمَة الزّهراء علیهاسلام" ۲۵ جلدوں پر مشتمل عربی زبان میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے بارے میں ایک ضخیم کتاب ہے۔ جس کے مؤلف اسماعیل انصاری زنجانی ہیں۔ اس کتاب کی تالیف کا آغاز حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے یوم ولادت ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ کو کیا گیا ہے جس کو مکمل کرنے پر تقریباً بیس سال لگے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کی تالیف میں تیس ہزار سے زیادہ کتابوں کی طرف رجوع کیا ہے۔ اس دائرۃ المعارف میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا سے متعلق موضوعات کی بنیاد پر مطالب ومضامین کو ترتیب دیا گیا ہے اوراس کتاب کو تین اہم حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

الف: حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اس عالم سے پہلے۔　　ب: حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اس عالم میں۔

ج: حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اس عالم کے بعد۔

اس کتاب کی تالیف کے لئے کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی قم، کتابخانہ آستان قدس رضوی مشہد، کتابخانہ آیت اللہ گلپایگانی قم، مدرسہ باقرالعلوم قم اور مشہد وتہران کے دوسرے کتابخانوں کی قلمی اور مطبوعہ کتابوں سے استفادہ کے علاوہ کتابخانہ سلطانیہ استانبول، کتابخانہ ظاہریہ دمشق اور کتابخانہ عبدالعزیز مدینہ کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔

مضامین کتاب

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے اس کتاب کے مضامین اور مطالب کو تین بنیادی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مؤلف نے مقدمہ کتاب میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے بارے کچھ مسائل و مطالب پانچ حصوں میں ذکر کئے ہیں۔

فہرست کتاب

جلد۱: اس عالم سے پہلے حضرت فاطمہؑ کی خلقت۔　　جلد ۲: از ولادت تا ازدواج۔

جلد۳: ازدواج (۱)۔　　جلد۴ : ازدواج (۲)۔

جلد ۵: ولادت اولاد۔　　جلد ۶: اولاد حضرت فاطمہؑ (۱)۔

جلد ۷: اولاد حضرت فاطمہؑ (۲)۔

جلد ۸: حضرت فاطمہؑ کے اپنے والد گرامی (ﷺ) کے ساتھ گزرے حالات۔

جلد ۹: حضرت فاطمہؑ اپنے والد کے اصحاب کے ہمراہ حالات۔

جلد ۱۰: والد گرامی (ﷺ) کی رحلت سے لے کر شہادت تک کے حالات۔

جلد۱۱: والد گرامی (ﷺ) کی رحلت سے لے کر شہادت تک کے حالات (۲)۔

جلد ۱۲: فدک۔　　جلد۱۳: غصب حق فاطمہ و خطبہ فدکیہ۔

جلد ۱۴: بعد پدر گرامی (ﷺ) تا شہادت۔　　جلد ۱۵: شہادت (۱)۔

جلد ۱۶: شہادت (۲)　　جلد ۱۷: حضرت فاطمہ کی ذاتی زندگی کی تفصیل۔

جلد ۱۸: ذاتی خصوصیات (۱)۔　　جلد ۱۹: ذاتی خصوصیات (۲)۔

جلد ۲۰: حضرت فاطمہؑ کے محبین اور دشمنان۔　　جلد ۲۱: اوصاف اختصاصی۔

جلد ۲۲: اوصاف اختصاصی (۲)۔　　جلد ۲۳: کتابشناسی حضرت فاطمہؑ۔

جلد ۲۴: فاطمہ زہراءؑ اس عالم کے بعد۔

جلد ۲۵: فہارس (آیات، اعلام، اماکن، وقایع و ایام)۔

اشاعت کتاب: یہ کتاب پہلی بار ۱۴۲۸ھ میں قم کے اشاعتی ادارے "انتشارات دلیل ما" کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

مسند فاطمۃ الزہراء

جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)

تصحیح و تعلیق: خادم العلماء الحافظ عزیز بیک

ناشر: مطبعۃ العزیزیۃ، شاہ علی بندہ، حیدر آباد، الھند، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ، زبان: عربی

معروف اہل سنت عالم دین جلال الدین سیوطی کی یہ کتاب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں روایات اور احادیث پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں ۲۸۴ روایات اور احادیث جمع کی گئی ہیں، جن میں روایات کا تکرار بھی ہے۔ اس کتاب میں خود حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے منقول روایات کی تعداد ۲۴ ہے۔ کتاب کی دوسری روایات حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہؑ کے تعلق کے بارے میں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت اطہارؑ کے درمیان تعلق کے بارے میں ہیں۔ اسی طرح کچھ روایات حضرت فاطمہؑ کے اعمال اور خصائص کے بارے میں ہیں۔ چند ایک روایات وضعی اور موضوع سے غیر متعلق ہیں۔

مؤلف کتاب

امام جلال الدین السیوطی علمی دنیا کے لئے ایک آشنا چہرہ ہیں۔ وہ ایرانی الاصل ہیں، اُن کے والد قاضی تھے اور شافعی مذہب کی نمایاں شخصیات میں تھے۔ اصل نام عبد الرحمان، کنیت ابو الفضل، لقب جلال الدین اور عرف ابن کتب تھا۔ وہ ایک مفسر، محدث، فقیہ اور مورخ تھے۔آپ کی کثیر تصانیف ہیں، آپ کی کتب کی تعداد ۵۰۰ سے زائد ہے۔ تفسیر جلالین اور تفسیر درمنثور کے علاوہ قرآنیات پر الاتقان فی علوم القرآن علما میں کافی مقبول ہے اس کے علاوہ تاریخ اسلام پر تاریخ الخلفاء مشہور ہے۔

مآخذ کتاب

اس کتاب کے مآخذ میں صحاح ستہ کے علاوہ دوسری اُنیس کتابیں شامل ہیں۔ جن میں بعض اہم کتابوں کے نام یہ ہیں: ۱۔ مستدرک حاکم، ۲۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم، ۳۔ الکامل ابن عدی، ۴۔ التاریخ خطیب بغدادی، ۵۔ جامع الکبیر طبرانی، ۶۔ سنن دارقطنی، ۷۔ سنن کبری بیہقی،

۸۔ کنزالعمال کراجکی، ۹۔ مجمع الزوائد ہیثمی،۔ ۱۰ دلائل النبوۃ بیہقی، ۱۱۔المصنف عبدالرزاق، ۱۲۔الضعفاء عقیلی، ۱۳۔ السنن الکبری بیہقی جلال الدین سیوطی نے اس کتاب کو "مسند" سے زیادہ حضرت سیدۃالنساء العالمین کے بارے میں ایک کشکول کی مانند لکھا ہے۔ اس کتاب میں کوئی خاص نظم اور ترتیب موجود نہیں ہے۔

"مسند فاطمۃالزہراء" کے اہم ترین عناوین:

۱۔ چند سوروں کی قرائت کا ثواب، ۲۔ شرارُامت کا ذکر، ۳۔ مسجد میں داخل ہونے کی دعا، ۴۔ جمعہ کے دن دعا کا خاص اوقات ۵۔ بین الطلوعین میں بیداری ۶۔فردی حق کے بارے میں روایت، ۷۔ حضرت فاطمہ سے پیغمبر ﷺ کا وعدہ ،۸۔ پیغمبر ﷺ سے سب سے پہلے ملحق ہونے کا وعدہ۔ ۹۔ سیدۂ نساء العالمین کی روایت، ۱۰۔ حضرت علیؑ کے بارے میں روایت، ۱۱۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں روایت، ۱۲۔ نیند کے وقت کی دعا، ۱۳۔اخلاق مومن، ۱۴۔جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے، ۱۵۔ پیغمبر ﷺ کے ساتھ مشرکین کے ملنے کے بارے میں واقعہ، حضرت پیغمبر اکرم ﷺ اور حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے متعلق روایات، ۱۶۔ہر غزوہ اور سفر کے بعد آنحضرتؐ کا حضرت فاطمہؑ سے ملنا، ۱۷۔ صبح وشام کی دعا، ۱۸۔ پانچ جبرائلی کلمات، زیورات سے حضرت فاطمہؑ کی نہی، ۱۹۔خادمہ کے بدلے دعائیں اور تسبیحات، ۲۰۔ حضرت فاطمہؑ کو پیغمبر ﷺ کا چومنا، ۲۱۔ حضرت فاطمہؑ کا پیغمبر ﷺ کے لئے عزاداری کرنا، ۲۲۔ حضرت فاطمہؑ کا رحلت پیغمبر ﷺ سے پہلے آپؐ سے کلام کرنا، ۲۳۔ حضرت فاطمہؑ کا اپنی اولاد کے ساتھ پیغمبر ﷺ کے حضور حاضر ہونا، ۲۴۔اپنے سے پہلے پیغمبر کے ساتھ ہر پیغمبر کی مدت تبلیغ کا تعلق، ۲۵۔ حضرت علیؑ اور فاطمہؑ کی ازدواج سے متعلق روایات، ۲۶۔ازدواج کا حکم الٰہی سے انجام پانا، ۲۷۔ حضرت علیؑ کا محبوب ترین اہل بیتؑ ہونا، ۲۸۔ حضرت علیؑ کا بہترین شوہر ہونا، ۲۹۔ فاطمہؑ محبوب تر اور علیؑ عزیز تر ہیں، ۳۰۔ علیؑ برگزیدہ خدا ہیں، ۳۱۔ حضرت فاطمہؑ اور حضرت ابوبکر، ۳۲۔مطالبۂ میراث، ۳۳۔ سہم ذوی القربی، ۳۴۔بستر بیماری پر حضرت ابوبکر کا حضرت فاطمہؑ کی عیادت کرنا، ۳۵۔حضرت فاطمہؑ اور حضرت عمر، ۳۶۔ قصویٰ کی سواری ۳۷۔ حضرت فاطمہؑ کا صراط سے عبور اور آنکھیں نیچی کرنے کا حکم، ۳۸۔آگ کا حضرت فاطمہؑ پر حرام ہونا، ۳۹۔ بہترین زنان اور بہشت کی عورتوں کی سردار،

۴۰۔سب پہلے جنت میں جانے والی خاتون، ۴۱۔فرشتوں کا حضرت فاطمہؑ اور حسنین کی سیادت کی بشارت دینا، ۴۲۔پیغمبر ﷺ حضرت فاطمہؑ کی اولاد کے باپ ہیں، ۴۳۔پیغمبر ﷺ، علیؑ اور فاطمہؑ کے علاوہ مسجد کی طرف سب کے دروازوں کے بند ہونے کا حکم، ۴۴۔مہدی ازاولاد فاطمہؑ، ۴۵۔فاطمہؑ پارۂ تن پیغمبر ﷺ، ۴۶۔پیغمبر ﷺ کی رحلت کے بعد فاطمہ، باپ کی پہلی مہمان، ۴۷۔فاطمہؑ کا معنیٰ، ۴۸۔فاطمہؑ میوہ بہشت، ۴۹۔فاطمہؑ کے غضب اور رضایت میں خدا کا غضب اور رضایت، ۵۰۔ذریت فاطمہؑ پر عذاب کا نہ ہونا، ۵۱۔حضرت فاطمہؑ کی گھریلو زندگی، ۵۲۔حضرت فاطمہؑ کے فرزند جنت کے سردار، ۵۳۔سب سے پہلے جنت جانے والے، ۵۴۔آل ابراہیم پر صلوات، محبان اہل بیتؑ، ۵۵۔حدیث کساء اور اہل بیتؑ،۵۶۔پیغمبر ﷺ اور علیؑ میں برادری کا رشتہ، ۵۷۔پیغمبر ﷺ کا علیؑ وفاطمہؑ کو بیدار کرنا ،۵۸۔حضرت فاطمہؑ کے مہریہ سے متعلق احادیث، ۵۹۔حضرت فاطمہؑ کی کنیز۔۔۔۔الخ

اسی طرح اس کتاب میں کچھ مجعول اور وضعی احادیث بھی ہیں۔ جن کو بعض محققین نے مشخص کیا ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں بہت سی احادیث اہل بیت اطہارؑ کے موقف کی تائید کرتی ہیں اور بہت سے حقائق کو روشن کرتی ہیں، لیکن اس کے باوجود بعض موضوعات سے متعلق وضعی روایات اور حق و باطل کو مخلوط کرنے دینے والے مطالب کی وجہ سے اس کتاب کی اہمیت کم ہوئی ہے۔ البتہ یہ کتاب اہل تحقیق کے لئے ایک عمدہ ماخذ سمجھی جاتی ہے۔

مسند فاطمة الزهراء

عزیز اللہ عطاردی (متوفی ۱۳۹۳ شمسی)

ناشر: انتشارات عطارد، تہران، تاریخ اشاعت: ۱۴۱۲ھ زبان: عربی

"مُسْنَدُ فاطمة الزّہرا علیہا السلام" احادیث پر مشتمل عربی زبان میں لکھی گئی اس کتاب کے مؤلف عزیز اللہ عطاردی ہیں۔ اس کتاب میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں اور آپؑ سے منقول روایات کو

جمع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تین فصلوں میں مرتب کی گئی ہے جن میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی حیات مبارکہ اور فضائل پر مبنی روایات نقل کی گئی ہیں۔

عزیز اللہ عطاردی (۱۳۰۷-۱۳۹۳ شمسی) بہت سی کتابوں کے مولف ہیں۔ جن میں حدیث، تاریخ و جغرافیا، لغت شناسی و فہرست نگاری جیسے موضوعات شامل ہیں۔ اُن کی پیدائش ایران کے شہر قوچان میں ہوئی ہے اور اُنہوں نے حوزہ ہای علمیہ قوچان، مشہد، تہران و نجف اشرف میں اپنی دینی تعلیم مکمل کی ہے۔ عزیز اللہ عطاردی نے چند مَسانید اہل بیتؑ کی اشاعت کی سعادت حاصل کی ہے۔

کتاب کے مضامین اور مطالب

یہ کتاب تین فصلوں میں مرتب کی گئی ہے:

پہلی فصل: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی حیات، زندگانی، فضائل و مناقب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کے واقعات پر مشتمل ہے۔

دوسری فصل: اصول، سنن واحکام کے بارے میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے منقول روایات پر مشتمل ہے۔

تیسری فصل: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے روایت کرنے والے راویوں کے مختصر حالات پر مشتمل ہے۔

کتاب کی اشاعت اور ترجمہ

"مسند فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا" پہلی بار ۱۴۱۲ھ میں تہران میں چھپی ہے جسے "انتشارات عطارد" نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا فارسی ترجمہ محمد رضا عطائی نے کیا ہے اور یہ ترجمہ بھی ۱۳۸۶ شمسی میں "انتشارات عطارد" نے ہی شائع کیا ہے۔ (عطاردی، عزیز اللہ، مسند فاطمۃ الزہراء، تہران، عطارد، ۱۴۱۲ھ)

بیت الاحزان فی مصائب سیدۃ النّسوان

شیخ عباس قمی (متوفی ۱۳۵۹ھ)

ناشر: دار التعارف للمطبوعات، بیروت لبنان، سال: ۱۹۹۸ء

موضوع: سیرت وتاریخ حضرت فاطمہؑ، زبان: عربی

کتاب "بیت الاحزان" معروف شیعہ محدث شیخ عباس قمیؒ کی عربی تالیف ہے جو حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی مبارک زندگی کے بارے میں لکھی گئی ہے۔ شیخ عباس قمی کا شمار ہمارے کثیر التالیف علماء میں ہوتا ہے، اُن کی تقریباً ۶۳ تالیفات ہیں۔ یہ کتاب بھی اپنی دوسری تالیفات کی طرح شیخ عباس قمیؒ نے مستند روش کے مطابق لکھی ہے۔ شیخ عباس قمیؒ نے اس سے پہلے "مفاتیح الجنان"، "سفینۃ البحار" اور "نفس المھموم" وغیرہ جیسی شہرہ آفاق کتب لکھی ہیں۔ اُن کی عربی وفارسی کتابوں میں جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے بارے میں یہ کتاب ایک اہم اضافہ سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب میں شیخ تحلیل و تجزیہ کے بجائے فقط شیعہ وسنی منابع سے مستند، موثق اور معتبر احادیث نقل کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور بعض موقعوں پر احادیث کی سند کے لحاظ سے تحقیق بھی انجام دیتے ہیں۔ اس کتاب کا مکمل نام "بیت الاحزان فی مصائب سیدۃ النّسوان" ہے۔ "بیت الاحزان" وہ کمرہ تھا جو حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے قبرستان بقیع میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لئے بنایا تھا جس میں بیٹھ کر بی بی دوعالم اپنے بابا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں اُن کے بعد پیش آنے والے مصائب پر گریہ کرتی تھیں۔ تاکہ مدینہ کے دوسرے لوگ بی بی کے رونے اور گریہ کرنے سے پریشان نہ ہوں۔ بیت الاحزان درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اہل بیت رسولؐ پر وارد ہونے والے جانگداز مصائب کا استعارہ ہے کہ جو اس دور میں مسلمانوں کے خاندان رسولؐ کے ساتھ ناروا سلوک کو ظاہر کرتا ہے۔

مضامین کتاب:

اگرچہ شیخ عباس قمیؒ نے قدیم طرز تحریر کے مطابق یہ کتاب بغیر کسی اصلی سرخی اور ذیلی سرخی کے لکھی ہے، لیکن فارسی اور اردو مترجمین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کے مضامین کو مناسب

عناوین کے ساتھ لکھا ہے جس کی وجہ سے اس کے ابواب و فصول کی ترتیب سامنے آ گئی ہے جس کے مطابق اس کتاب کے عناوین کچھ یوں ہیں:

پہلا باب: حضرت فاطمہؑ کی ولادت اور اسماء اور کنیت کے بارے میں ہے۔

دوسرا باب: حضرت فاطمہؑ کے فضائل و مناقب، زہد اور عبادت کے متعلق ہے۔

تیسرا باب: رحلت رسول ﷺ کے بعد سقیفہ کے واقعات اور مصائب فاطمہؑ کے بارے میں ہے۔

چوتھا باب: رسول اللہ ﷺ کی رحلت اور فراق میں بی بی کے غم واندوہ، بی بی کی وصیت تجہیز و تکفین اور آخری ایام کی تفصیل پر مشتمل ہے۔

بیت الاحزان کے فارسی اور اُردو ترجمے

اس کتاب کے فارسی اور اُردو زبان میں کئی ترجمے کئے گئے ہیں:

۱۔رنج ہا و فریادہای فاطمہ سلام اللہ علیہا؛ ترجمہ محمد محمدی اشتہاردی، سال ۱۳۶۹ شمسی مقدمہ از آیت اللہ مکارم شیرازی۔

۲۔خانہ غم: شرح زندگانی فاطمہ زہرا؛ ترجمہ احمد رضا احمدی، ۱۳۷۳ شمسی

۳۔ہمراہ با حضرت زہرا در سرای غم ہا؛ ترجمہ ولی فاطمی، ۱۳۷۷ شمسی

۴۔کلبہ احزان؛ ترجمہ محمد باقر محبوب القلوب، ۱۳۷۹ شمسی

۵۔فاطمہ در سوگ عدالت؛ علی کرمی، ۱۳۸۱ شمسی

۶۔غم خانہ فاطمہ زہرا؛ ترجمہ محمد رضا حسن زادہ طباطبایی، ۱۳۸۲ شمسی

۷۔غم سرای حضرت زہرا؛ مترجمان: لطیف و سعید راشدی، ۱۳۸۷ شمسی

۸۔بر فاطمہ زہرا چہ گذشت؟؛ ترجمہ جواد قیومی اصفہانی، ۱۳۸۸ شمسی

۹۔شرح زندگانی حضرت زہرا(س) از ولادت تا شہادت؛ ترجمہ مجتبی خورشیدی، ۱۳۹۰ شمسی

اردو ترجمہ

اس کتاب کا اردو ترجمہ، ''بیت الاحزان'' ہی کے نام سے شائع ہوا ہے جس کے مترجم محمد حسن جعفری ہیں اور جسے کراچی کے ادارے ''حسن علی بکڈپو'' نے ۲۰۰۳ء میں شائع کیا ہے۔

مأساۃ الزہراء علیہا السلام (۲ جلد)

(شُبہَات وَ رُدُود)

سید جعفر مرتضی عاملی

ناشر: دار السیرۃ، لبنان، تاریخ طباعت ۱۴۱۸ ھ، موضوع: حضرت زہراء سلام اللہ علیہا، زبان: عربی

کتاب "**مَأساۃُ الزّہراء (س)، شُبَہات و رُدود**" حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی زندگی کے آخری ایام میں رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں بی بی دوعالم پر زندگی کے آخری ایام میں واقع ہونے والے مصائب اور شہادت کے متعلق اُٹھائے جانے والے سوالات اور شبہات جواب کا دیا گیا ہے۔

مؤلف کتاب

علامہ سید جعفر مرتضی عاملی مشہور معاصر دینی محقق اور مؤرخ ہیں کہ جن کی بہت سی علمی و تحقیقی کتابیں منظر عام پر آکر دنیائے علم و تحقیق میں اپنا نام پیدا کرچکی ہیں۔ اُن کی سب سے اہم کتاب "**الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم**" ہے جو ۳۵ جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔ سید جعفر مرتضیٰ عاملی لبنان کے علاقے جبل عامل میں پیدا ہوئے ہیں اور اُنہوں نے دینی تعلیم کے اعلیٰ مراحل حوزہ علمیہ قم اور نجف اشرف میں طے کئے ہیں۔

اس کتاب کو تالیف کرنے کا سب سے بڑا محرک جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شہادت اور مصائب کے بارے میں حالیہ سالوں میں پیدا ہونے والے شبہات ہیں کہ جو نہ صرف دنیائے تسنن میں بلکہ وہابی نظریات کی ترویج کی وجہ سے دنیائے تشیع کے بعض حلقوں میں بھی پیدا ہوئے ہیں۔ سید جعفر مرتضیٰ عاملی نے انہی شبہات کو مدنظر رکھ کر ۲ جلدوں میں "**ماساۃ الزہراء**" تالیف کی ہے۔ اس دوجلدی کتاب کے بعد اُنہوں نے ایک اور کتاب بھی دو جلدوں میں تحریر کی ہے جس کا نام "**خلفیات ماساۃ الزہراء**" ہے جو اسی کتاب کا تکملہ ہے۔

مضامین کتاب

مؤلف نے اس کتاب کی پہلی جلد میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مناقب وفضائل ذکر کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو جن دردناک واقعات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا، ان کی تفصیل بیان کی ہے اوران سب حالات وواقعات کا تاریخی تحلیل و تجزیہ کیا ہے۔ مؤلف نے تین ابواب اور سترہ فصلوں میں حضرت فاطمہؑ کو ضرب واہانت کا نشانہ بنانے ،دروازے کے پیچھے آنے ، دروازے کے اصل وجود ،،دروازے میں میخ کے ہونے ، محسن بن علی کے سقط ،اور دروازہ کو آگ لگائے جانے جیسے موضوعات کے بارے تاریخی حقائق ذکر کئے ہیں۔

کتاب کی دوسری جلد میں اُن روایات ،اشعار ،آثار کو شیعہ وسنی مستند کتب سے پیش کیا گیا ہے جن سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اہانت اور شہادت ثابت ہوتی ہے۔خلاصہ یہ کہ یہ کتاب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شہادت کے بارے میں اُٹھائے گئے تمام شبہات کا جواب ہے۔

ابواب کتاب پر ایک نظر

باب اول: مظلومیت زہرا (سلام اللہ علیہا)

فصل اول- مقام و عصمت زہرا (سلام اللہ علیہا)

فصل دوم-حضرت زہراؑ اور علم غیب

فصل سوم- قابل مذمت کوشش اور کتاب سلیم بن قیس پر تنقیدی نظر

فصل چہارم- شیخ مفید کا نظریہ

فصل پنجم- علامہ محمد حسین کاشف الغطاء و سید عبدالحسین شرف الدین کا نظریہ

فصل ششم- محبت و احترام زہرا سلام اللہ علیہا

فصل ہفتم- فاطمہ سلام اللہ علیہا نے دروازہ کیوں کھولا؟

فصل ہشتم- اردھر ،اُدھر سے

فصل نہم- دروازے میں میخ کا قصہ

باب دوم: متون و آثار

فصل اول- مظلومیت زہرا(سلام اللہ علیہا) عرب شعرا کے شعر میں
فصل دوم- مظلومیت زہرا(س) احادیث معصومینؑ میں
فصل سوم- مظلومیت زہرا(سلام اللہ علیہا)) مذہبی و دینی مناظرات میں
فصل چہارم-جناب محسن متون و آثار میں
فصل پنجم- محدثان و مؤرخیں کی نظر

باب سوم: زمانہ رسول خداﷺ میں مدینہ کے دروازے۔
فصل اول- زمانہ رسول خداﷺ میں مدینہ کے دروازے۔
فصل دوم- کعبہ اور مکہ کے گھروں کے دروازے۔
فصل سوم-فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے گھر کو آگ لگانے کا اقدام۔

فارسی ترجمہ :اس کتاب کا فارسی ترجمہ محمد سپھری نے "**رنج ہای حضرت زھراء علیہا السلام**" کے نام سے کیا ہے جو کئی بار شائع ہو چکا ہے۔

فدك فی التاریخ

آیت اللہ سید محمد باقر صدر شہید (متوفی ۱۴۰۰ھ)

ناشر: دارالتعارف للمطبوعات بیروت لبنان تاریخ اشاعت ۱۴۱۰ھ زبان: عربی

موضوع: واقعہ فدک

عربی زبان میں لکھی جانے والی کتاب "فدك فی التاریخ" آیت اللہ محمد باقر الصدر شہید کی ایک اہم تالیف ہے جس میں وہ تاریخ اسلام کے ایک اہم مسئلے کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس کتاب کے مضامین پانچ فصلوں پر مشتمل ہیں جن میں پیغمبر اسلامﷺ کے بعد حضرت فاطمہؑ کے حالات، خلیفہ وقت کے ساتھ اپنے والد کی میراث کے متعلق اُن کی گفتگو کو ذکر کیا جاتا ہے اور پھر باغ فدک کا جغرافیائی اور سیاسی تاریخچہ بیان کیا جاتا ہے اور اس سرزمین کی معنوی اور مادی قدر و منزلت کی وضاحت کی جاتی ہے۔ درحقیقت اس کتاب میں شہید صدرؒ نے فدک کی مکمل تاریخ رقم فرمائی ہے،اور کس طرح پیغمبر اکرمﷺ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بیٹی کو یہ جائداد ہبہ فرمائی اور حکومت وقت

نے کن حیلوں اور مکاریوں کے ذریعہ شہزادی کونین سلام اللہ علیہا کو ایک من گھڑت حدیث کا سہارا لے کر اس سے محروم کر دیا، لہٰذا شہید صدرؒ نے خلیفہ اول کے دور سے لے کر بنی عباس اور بنی فاطمہ کے دور تک فدک کی پوری تاریخ کو بڑی وضاحت اور مستحکم تاریخی دلائل کے ساتھ رقم کیا ہے، کہ یہ جائداد کس کس کے ہاتھ میں رہی، اور کس طرح اولاد زہرا سلام اللہ علیہا ہر دور میں اس سے محروم رکھی گئیں۔

مؤلف کتاب

آیت اللہ سید محمد باقر الصدر ۱۳۵۳ھ میں عراق کے علمی اور دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اُن کا شمار عراق کے مراجع تقلید، مفکرین شیعہ، اور سیاسی طور پر متحرک شخصیات میں ہوتا ہے۔ اُنہوں نے مراجع تقلید آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئیؒ سے کسب فیض کیا اور ۲۰ سال کی عمر سے پہلے درجہ اجتہاد پر فائز ہوگئے۔ جس کے بعد اُنہوں نے حوزہ علمیہ نجف میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اُن کی اہم کتابوں میں فلسفتنا، اقتصادنا، دروس فی علم الاصول بہت مشہور ہیں۔

کتاب ''فدک فی التاریخ'' تاریخی تحلیل و تجزیہ پر مبنی ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کو ہر قسم کے مذہبی تعصب سے دور رہ کر لکھا گیا ہے۔ شہید صدرؒ کی نظر میں مسئلہ فدک، مالکیت فدک کے بارے میں اختلاف سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ایک مکمل سیاسی مسئلہ ہے لہٰذا وہ اس کتاب میں اس مسئلہ کے سیاسی پہلوؤں کو ذکر کرتے ہیں۔

آیت اللہ باقر الصدرؒ کتاب کے مختصر مقدمے میں لکھتے ہیں: جو کچھ آپ کے سامنے ہے یہ اُس فرصت کا نتیجہ ہے جو حوزہ علمیہ نجف اشرف میں تعطیلات کے دنوں میں مجھے ملی ہے۔ میں نے اس فرصت کو غنیمت جانا اور اسے تاریخ اسلام کے ایک اہم مسئلے کی تحقیق کے لئے مختص کر دیا۔ یہ تاریخی مسئلہ فدک اور حضرت فاطمہ الزہراءؑ اور خلیفہ اول کے درمیان پیش آنے والے اختلاف سے متعلق ہے۔ بہر حال میں ان دنوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک نتیجے پر پہنچا اور میرے ذہن میں تدریجاً اس سلسلے میں کچھ افکار آنے لگے جنہیں میں نے پراگندہ اوراق پر محفوظ کر دیا۔ یہاں تک کہ میں نے فدک سے متعلق ان اسناد و منابع کا مطالعہ شروع کر دیا۔ تاکہ پھر ان یادداشتوں کو ایک تحقیق کی بنیاد بنا سکوں۔ اس طرح اس کی کچھ فصلیں مرتب ہو گئیں اور ایک چھوٹا سا رسالہ بن

گیا۔ لیکن میں نے اسے اپنی ضرورت کے لئے محفوظ کر دیا۔۔۔اسی دوران ایک دوست کے مشورے پر یہ کتاب شائع ہونے کے لئے اس کے سپرد کر دی گئی۔

مضامین کتاب

یہ کتاب پانچ فصلوں پر مشتمل ہے:

۱۔(عَلی مَسْرَحِ الثّورَۃ): انقلابی مناظر یعنی اس فصل میں شہید صدرؒ رحلت پیغمبر ﷺ کے بعد حضرت فاطمہؑ کے قیام کو ایک انقلاب قرار دیتے ہیں کہ جو اپنی تمام تر وسعت کے ساتھ تاریخ میں ثبت ہو چکا ہے۔ اس فصل میں اسی انقلاب کی منظر کشی کی گئی ہے۔

۲۔(فَدَكُ بِمَعْناهَا الْحَقیقی وَ الرّمْزی) فدک کا حقیقی مفہوم اور راز۔یہ فصل فدک کا جغرافیہ اور سیاسی تاریخچہ بیان کرتی ہے اور خلفا اور خاندان اہل بیتؑ کے درمیان اس کے ردوبدل کی تفصیل بیان کرتی ہے۔

۳۔(تاریخُ الثّوْرَۃ) تاریخ انقلاب اس فصل کا عنوان ہے جس میں شہید صدرؒ حضرت علیؑ کے ساتھ خلفا کی سیاسی رقابت کا تذکرہ کرتے ہیں اور اسی رقابت کے نتیجے میں بنی اُمیہ کی خلافت کے لئے جو راستہ ہموار کیا جاتا ہے، اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

۴۔(قَبَسات مِنَ الْکَلام الْفاطِمی) یعنی کلام فاطمہؑ سے اقتباسات۔ اس فصل میں حضرت فاطمہؑ کے خطبے کا تحلیل و تجزیہ کیا جاتا ہے۔

۵۔(مَحْکَمَۃُ الْکِتاب) مقدمہ فدک۔ اس میں ولایت کے دفاع کے لئے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے قرآنی استدلال کی تشریح کی جاتی ہے۔

کتاب کا اُردو ترجمہ

اس کتاب کا اردو ترجمہ شہید کے شاگرد رشید علامہ سید ذیشان حیدر جوادی مرحوم نے کیا ہے۔ ہند و پاک میں یہ کتاب متعدد بار شائع ہو کر منظر عام پر آئی اور مؤمنین نے اس علمی و تحقیقی سرمایہ سے خوب استفادہ کیا۔

اتحاف السائل بما لفاطمة من المناقب و الفضائل

محمد بن عبداللہ اکراوی قلقشندی الشافعی (متوفای ۱۰۳۵ھ)

تحقیق: محمد کاظم الموسوی

ناشر: مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی تہران، طباعت: ۲۰۰۶ء ، زبان: عربی موضوع: مناقب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا

"إتحافُ السّائل بِما لِفاطمة مِنَ المَناقب وَ الفَضائل" حضرت فاطمہ علیہا السلام کی زندگی اور مناقب کے بارے میں ایک مختصر سی کتاب ہے جو ۱۱ویں ہجری کے اہل سنت عالم دین محمد بن عبداللہ قلقشندی الشافعی کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی سوانح حیات، ولادت، خصوصیات کے بارے میں منقول روایات کو جمع کیا گیا ہے۔

مؤلف کتاب

مؤلف ایک شافعی عالم دین ہیں کہ جو ۹۷۵ھ میں حجاز کے علاقے "اکرا" میں پیدا ہوئے ہیں اور قاھرہ کے ایک گاؤں "قلقشندہ" میں سکونت پذیر تھے۔ علمائے رجال کے مطابق وہ ایک واعظ اور تفسیر و حدیث سے آگاہ عالم تھے۔ اُنہوں نے تقریباً ۳۰ اساتذہ سے کس فیض کیا ہے اُنہوں نے بہت سی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جن میں شرح جامع صغیر سیوطی، شرح الفیہ اور اتحاف السائل مشہور ہیں۔

روش تالیف

مؤلف اس کتاب میں احادیث بیان کرتے ہوئے فقط حدیث کے آخری راوی کو ذکر کرتے ہیں اور پورا سلسلہ سند نقل نہیں کرتے، اسی طرح وہ حدیث کے ماخذ کو بھی ذکر نہیں کرتے۔ لیکن مصحح نے حواشی میں کتاب میں ذکر ہونے والی تمام احادیث کے ماخذ تفصیل کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔ البتہ اُنہوں نے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی شہادت کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا۔

کتاب کے مظامین

یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں اجمال کے ساتھ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی سوانح حیات اور مناقب کو ذکر کیا گیا ہے:

باب اول: حضرت فاطمہؑ کی ولادت، آپؑ کے اسمائے گرامی کی وجہ تسمیہ اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آپ سے محبت۔

باب دوم: حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی شادی اور جہیز کا بیان۔

باب سوم: حضرت فاطمہؑ کے مناقب وفضائل کے بارے میں پنجاہ احادیث۔

باب چہارم: دوسروں کی نسبت حضرت فاطمہؑ کی خصوصیات اور فضیلتیں۔

باب پنجم: حضرت فاطمہؑ سے منقول روایات اور اشعار۔

کتاب کے مقدمے میں تین خطی نسخوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کی بنا پر جدید تحقیق کے ساتھ اس کتاب اشاعت انجام پائی ہے:

۱۔ پہلا خطی نسخہ کہ جو عبداللطیف عاشور کی تحقیق کے مطابق عبدالرؤوف مناوی سے منسوب ہے۔

۲۔ دانشگاہ زیتونہ تونس کے کتابخانہ احمدیہ میں موجود خطی نسخہ

۳۔ نسخہ دارالکتب المصریہ

منبع: (قلقشندی، محمد بن عبد اللہ، اتحاف السائل بما لفاطمۃ من المناقب و الفضائل، تحقیق محمد کاظم موسوی، تہران، مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی، ۱۴۲۷ ھ)

حیاۃ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء

باقر شریف قرشی (متوفی ۱۴۳۳ھ)

ناشر: دار الذخائر الاسلامیہ طبع: ۱۳۸۵ شمسی ، زبان: عربی ، موضوع: فاطمہ زہراء

کتاب "حَیاۃُ سَیِّدَۃ النِّساء فاطمَۃ الزَّہراء دراسۃ و تحلیل" حضرت فاطمہؑ کے بارے میں عربی زبان میں لکھی ہے۔ جس کے مؤلف معروف عراقی مصنف اور محقق باقر شریف قرشی مرحوم ہیں۔

مؤلف کتاب

باقر شریف قرشی ۱۳۴۴ھ میں نجف اشرف میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد شیخ شریف نجف کے علما میں سے تھے۔ اُن نے اپنی تعلیم کا آغاز نجف اشرف کے علمائے کرام سے کیا اُن کے مشہور ترین اساتذہ میں آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم خوئیؒ ہیں کہ جن سے اُنہوں تقریباً بیس سال تک کسب فیض کیا ہے۔ علامہ قرشی نے متعدد کتاب تالیف کی ہیں جن میں سیرت معصومینؑ سے متعلق اُن کی تالیفات کا سلسلہ بہت مقبول ہوا ہے۔

مضامین کتاب

علامہ قرشی نے کتاب کے مفصل مقدمے میں لکھا ہے: وہ حضرت فاطمہؑ کی مانند کسی اسلامی شخصیت کو نہیں جانتے کہ جو اس قدر زیادہ احترام وتکریم رکھتی ہو۔ بہت سے مسلمان علما اور دوسرے مذاہب و ادیان کے پیروکاروں نے خاتون اسلام کے بارے میں تحقیقات و تالیفات انجام دی ہیں۔ ''الکوثر فی احوال فاطمۃ بنت النبی الاطھر'' اور ''اعلموانی فاطمہ'' جیسی کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جن میں جناب زہراء سلام اللہ علیہا کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ اسی طرح ''مسند فاطمہ'' جیسی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں کہ جن میں حضرت فاطمہؑ سے منقول احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمع کی گئی ہیں۔ وہ اپنی کتاب کو اسی سلسلہ تالیفات کی ایک کڑی قرار دیتے ہیں کہ جس میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں تحقیق انجام دی گئی ہے۔ (مقدمہ کتاب)

ابواب کتاب

کتاب ''حَیاۃُ سَیِّدَۃ النّساء فاطمَۃ الزَّہراء دراسۃ و تحلیل'' کے ابواب میں پیش کئے گئے مضامین کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔نسب (مقام ومنزلت و شخصیت والدین)

۲۔ولادت اور پرورش (زمان و مکان، اسما و القاب و کنیہ)

۳۔خصوصیات وصفات عالیہ (عصمت، زہد و تقوا، دعائیں و تعویزات، تسبیحات، عبادات)

۴۔ قرآن و سنت میں جناب فاطمہؑ کا مقام (تفسیر آیت ابرار، تطہیر، مباہلہ و تحلیل احادیث ثقلین و سفینہ)

۵۔حضرت فاطمہؑ کے ساتھ امام علیؑ کی شادی (خاندانی سیرت: جہیزیہ، خواستگاری، خطبہ عقد، اشعار درباره ازدواج، شؤون منزل و خانہ داری)

۶۔اولاد فاطمہؑ (امام حسنؑ، امام حسینؑ، زینب کبریٰؑ، اُم کلثومؑ، محسنؑ)

۷۔ مقام علمی (کلمات قصار و افکار فاطمہ اور نظریات فقہی)

۸۔ تحریک اسلام کے لئے جناب فاطمہؑ کی جدوجہد۔

۹۔فتنہ کبری (پاسداری از ولایت و خلافت حضرت علیؑ، واقعہ سقیفہ، فدک)

۱۰۔خطابات تاریخی (شرح و تفسیر خطبات)

۱۱۔ بہشت برین کی طرف سفر (عاریخ شہادت، مزار)

فارسی کتب

نهج الحیاۃ (فرہنگ سخنان فاطمہؑ)

محمد دشتی (متوفی ۱۳۸۰ شمسی)

ناشر: موسسۂ فرہنگی تحقیقاتی امیر المؤمنینؑ، قم، سال اشاعت: ۱۳۷۶ شمسی، زبان: فارسی، موضوع: احادیث حضرت فاطمہؑ/خطبات حضرت فاطمہؑ

نہج الحیاۃ، یا فرہنگ سخنان فاطمہ (س) ایک ایسی کتاب ہے جو زندگی کے آداب ورسوم کو حضرت فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی روایات سے استنباط کرتی ہے۔ یہ کتاب قم کے ایک تحقیقاتی ادارے ''مؤسسہ تحقیقاتی امیر المؤمنینؑ'' کے محققین نے اُستاد محمد دشتی مرحوم کی سرپرستی میں تالیف کی ہے۔ یہ کتاب چھ سال کی زحمت کے بعد ایک اور علمی و دینی ادارے ''بنیاد فرہنگی امام رضاؑ'' کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے جو پہلی بار شائع ہونے کے بعد علمی حلقوں میں بہت زیادہ مقبول ہوئی ہے

اور اب تک اس کے ۱۴ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کے مؤلفین نے امیر المؤمنینؑ کی کتاب "نہج البلاغہ" جیسی کتاب تدوین کرنے کی سعی کی ہے۔

مرحوم اُستاد محمد دشتی بہت سی کتابوں کے مؤلف ہیں۔ وہ ۱۳۳۰ شمسی میں مازندران کے علاقے محمود آباد میں پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی دینی مدرسے میں داخل ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے آیت اللہ میرزا ہاشم آملیؒ، آیت اللہ مکارم شیرازی، آیت اللہ مشکینی اور آیت اللہ جوادی آملی کے درس میں شرکت کی اور ان بزرگ علماء سے علمی استفادہ کیا ہے۔

مضامین کتاب

اس کتاب کے مقدمے میں مؤلف لکھتے ہیں: نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے کلام کو جمع کرنے کی سوچ پیدا ہوئی۔ تاکہ اسلامی قدروں کی اور قرآنی آیات کی حقیقی تفسیر کو سیدۃ النساء العالمینؑ کے نورانی کلمات کی روشنی میں حاصل کریں۔ لہٰذا اس احادیث کے اس سلسلے کا نام "نہج الحیاۃ" یا "راہ و رسم زندگی از دیدگاہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا" انتخاب کیا کہ جو "نہج البلاغہ" جیسی کتاب کی ہم پلہ اور تشنگان حقیقت کے لئے رہنما کتاب بن سکتی ہے۔ (دشتی، محمد، نہج الحیاہ، مقدمہ کتاب)

کتاب کے مختلف حصوں میں دیئے گئے عناوین

حصہ (آ): ۳ حدیثیں، میاں بیوی کے حقوق، کھانا کھانے کے آداب اور آرائش و زیبائش کے متعلق ذکر کی گئی ہیں۔

حصہ (الف): حدیث نمبر ۴ تا ۲۸، میں اسلامی احکام، عبادت میں اخلاص، شادی میں انسانی تعلقات اور اخلاق، امامت و رہبری، امام علیؑ کی امامت، امام علیؑ کی خصوصیات، ایثار اور جان نثاری جیسے عناوین دیئے گئے ہیں۔

حصہ (ب): حدیث نمبر ۲۹ تا ۳۱ ہاتھوں کی صفائی، کھانے کھانے اور خود کھانے کے بارے میں حدیث ذکر کی گئی ہیں۔

حصہ (پ): حدیث نمبر ۳۲ تا ۴۴ میں عورت کے پردے اور حجاب، پیغمبر اسلام ﷺ اور پیغمبر ﷺ کی ابدیت، پیغمبر ﷺ کے تربیتی کردار، پیغمبر ﷺ کی وفات پر غم واندوہ، پیغمبر ﷺ کے ساتھ گلہ وشکایت اور آپ ﷺ کے بعد تنہائی اور یاد پیغمبر ﷺ جیسے عناوین لائے گئے ہیں۔

حصہ (ت): حدیث نمبر ۴۵ تا ۴۷ تربیت، خوف اور عذاب الٰہی کے بارے میں ذکر کی گئی ہے۔

حصہ (ج): حدیث نمبر ۴۸، جاہلیت، جبرائیلؑ، شیعوں کا جاذبہ ودافعہ، حملہ، جنگ اور جہاد میں شرکت کے موضوع پر ہے۔

حصہ (چ): حدیث نمبر ۴۹ تا ۵۵ پر مشتمل ہے جس میں چادر اور لباس، پیغمبر اکرم ﷺ کے چہرے کی زیبائی، حجاب، نامحرم سے پرہیز، عفت وحجاب اور بہشتی حوروں جیسے عناوین پیش کئے گئے ہیں۔

حصہ (خ): حدیث نمبر ۵۶ تا ۶۳ ہے جو خداشناسی، حضرت زہراء کے خطبات اور ایثار وخوش اخلاقی جیسے موضوعات ہیں۔

حصہ (د): حدیث نمبر ۶۴ تا ۸۳ لوگوں کو قیام کی دعوت، دفاع اور مبارزہ، دعا، دنیا اور دنیاپرستی جیسے عناوین پر مشتمل ہے۔

حصہ (ذ): حدیث نمبر ۸۴ تا ۸۶ ذکر، دعا، مسلمانوں کی پریشانی، ذلت جاہلیت، اجتماعی روابط، روزہ اور روزہ داری کے متعلق ہے۔

حصہ (ز): حدیث نمبر ۸۷ تا ۹۸ عورت اور زندگی، آئین زندگانی، عورت اور کام کاج، عورت اور زینت وآرائش جیسے موضوعات پر مشتمل ہے۔

حصہ (س): حدیث نمبر ۹۹ تا ۱۲۵ سادہ زندگی، سادہ لباس، حضرت فاطمہ کے خطبات، حضرت فاطمہؑ کی خوشی وسرور، سیاسی خاموشی، فرشتوں کے سلام، جبرائیل پر سلام، سلام فاطمہؑ، سیاسی جنگ وجدوجہد، حضرت فاطمہؑ کی خوشی، فرشتوں کی خوشی، حضرت فاطمہؑ کے اشعار، شفاعت حضرت فاطمہؑ، حضرت فاطمہؑ کے شیعہ اور شہادت وشاہد جیسے عناوین پر مشتمل ہیں۔

حصہ (ص): حدیث نمبر ۱۲۶ تا ۱۲۸ صحیفہ فاطمہؑ، صدقات، صلہ رحم، حضرت فاطمہؑ کے صبر وبردباری کے بارے میں ہے۔

حصہ (ط،ظ،ع): حدیث نمبر ۱۲۹تا۱۴۱ جنتی کھانوں، اطعام ،بچوں کی طہارت، امام علیؑ پر ظلم، حضرت فاطمہؑ پر ظلم، اہل بیتؑ پر ظلم مہاجرین وانصار کے ظلم، عبادت فاطمہؑ اسلامی عالم کے علم کی قدر و منزلت، علم وآگاہی حضرت فاطمہؑ کے متعلق ہیں۔

حصہ (غ،ف): حدیث نمبر ۱۴۲تا ۱۶۲ غدیر خم، غذا کھانے، جنتی غذاؤں، عزائے پیغمبر ﷺ میں غم، غصب خلافت، غصب حق اہل بیتؑ، جنگی غنائم، فدک اور سیاسی دفاع، فدک اور پیغمبر ﷺ، فدک اور مسلمانوں سے مدد طلبی، فضائل حضرت فاطمہؑ جیسے عناوین پر مشتمل ہے۔

حصہ (ق): حدیث نمبر ۱۶۳تا۱۶۵، قرآن، بچوں کے درمیان قضاوت اور قیامت کے بارے میں ہے۔

حصہ (ک،گ) حدیث نمبر ۱۶۶، عورت کے کام، کرامات و معجزات، کربلا اور شہادت امام حسینؑ، بہشتی کافور، کم فروشی، بے حد بھوک وپیاس، گناہگاروں، قربانی کے گوشت اور حضرت فاطمہؑ کے گریہ وزاری جیسے عناوین کو سمیٹے ہوئے ہے۔

حصہ (م): حدیث نمبر ۱۶۷ تا ۱۹۹، خصوصی مالکیت، سیاسی جدوجہد، زندگی کی مشکلات، حضرت فاطمہؑ کے معجزات اور کرامات۔ ماں کے مقام و مرتبے اور مہمان نوازی جیسے عناوین پر مشتمل ہے۔

حصہ (ن،و): حدیث نمبر ۲۰۰تا۲۰۷، روٹی پکانے، ناقہ صالح، نبوت، اجتماعی نظم، نعمتوں، نفاق، نماز، اخلاقی وصیتوں اور سیاسی وصیت کے بارے میں ہے۔

حصہ (ھ ،ی) حدیث نمبر ۲۰۸تا ۲۱۳، حضرت علیؑ کی ہجرت، ہدایت تشریعی، مومن کے ہدیہ، ہمسایہ، ہمسرداری، نمونہ شریک حیات، فن خطاطی، ایندھن اور آگ، دوستوں کی یاد، یاد دہانیِ غدیر خم، امام علیؑ کی نصرت مہاجرین و انصار سے نصرت طلبی جیسے عناوین پر مشتمل ہے۔

خصوصیات کتاب

خود ''نہج الحیاۃ'' میں اس کتاب کی ذکر کی گئی بعض خصوصیات یہ ہیں:

ا۔ حقیقی نمونہ عمل: اس کتاب کا بنیادی مقصد عورتوں اور جوان نسل کو حقیقی اسلام کی بنیادی اقدار اور نمونہ عمل ہستیوں سے آگاہ کرنا ہے تاکہ وہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی زندگی اور کلام سے آگاہ ہو کر اچھائی اور برائی کو پاسکیں۔ (دشتی، محمد، نہج الحیاہ، مقدمہ کتاب)

۲۔ تحقیق کو آسان بنانا: اس کتاب میں مختلف احادیث کے محدثین اور راویوں کو مکمل طور پر لکھا گیا ہے تاکہ اہل تحقیق کے لئے یہ کتاب قابل استفادہ ہوسکے۔ اس کے علاوہ صحیح احادیث کی تشخیص کے لئے حوزہ ہائے علمیہ اور دینی مدارس میں رائج جرح و تعدیل کے طریقے سے استفادہ کیا جاسکے۔

۳۔ حواشی میں دی گئی توضیحات: ہر حدیث لکھنے سے پہلے چند سطروں میں اس روایت کے صادر ہونے کی وجہ، مکان وزمان روایت اور حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی جانب سے اس روایت کو بیان کرنے کا مقصد ذکر کیا گیا ہے تاکہ مطالعہ کرنے والا آسانی کے ساتھ حضرت فاطمہؑ کے سیاسی و اعتقادی مقصد کو سمجھ سکے جیسا کہ بعض اہل قلم کے مطابق اس حصے میں شہید مطہریؒ کی کتاب ''داستان راستان'' سے استفادہ کیا گیا ہے۔ (دشتی، محمد، نہج الحیاہ، مقدمہ کتاب)

نہج الحیاۃ پر نقد و نظر

اس کتاب پر بعض محققین نے تنقیدی نگاہ بھی ڈالی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ سند روایت کی پابندی نہ ہونا: سہ ماہی ''علوم حدیث'' میں ایک مقالے میں لکھا ہے کہ اس کتاب میں درج پہلی پچاس اور آخری پچاس روایات پر تحقیق سے پتا چلتا ہے اس کتاب میں لکھی گئی ۴۵ فیصد روایات سند کے بغیر ہیں۔ (روحانی علی آبادی، ''نقد نہج الحیاۃ یا فرہنگ سخنان فاطمہ (س)''، فصلنامہ علوم حدیث، شمارہ ۸، ص ۲۲۴)

۲۔ تعداد میں غلطی: اسی طرح محمد روحانی علی آبادی نے لکھا ہے کہ اس کتاب میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ۲۱۳ احادیث نقل کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہے حالانکہ اس کتاب میں حضرت ہراءؑ سے منقول مذکورہ تعداد کی نصف بھی نہیں ہے۔

۳۔ غیر حقیقی مصادر: علی آبادی کی تحقیق کے مطابق اس کتاب میں غیر واقعی مصادر ذکر کئے گئے ہیں۔ تفصیل کے لئے مذکورہ مقالے کی طرف رجوع کیا جائے۔

زندگانی فاطمہ زہرا

سید جعفر شہیدی (متوفی ۱۴۲۸ھ)

ناشر: دفتر نشر فرہنگ اسلامی تہران، زبان: فارسی، موضوع: سیرت وتاریخ حضرت فاطمہؑ

یہ کتاب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی سوانح حیات کے بارے میں ایک تاریخی روداد ہے کہ جس میں بہت سے واقعات کا تحلیل و تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ سید جعفر شہیدی نے زمانہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شہادت تک کے حالات کی تحقیق کی ہے۔ یہ کتاب کئی بار تہران کے مشہور اشاعتی ادارے دفتر فرہنگ اسلامی کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

مؤلف کتاب

پروفیسر ڈاکٹر سید جعفر شہیدی کی ولادت ۱۹۲۱ء میں ایران کے شہر بروجرد میں ہوئی آپ نے ابتدائی تعلیم، عربی ادبیات، دینی علوم اور فقہ واصول کی تعلیم اسی شہر میں حاصل کی۔ ۱۹۴۱ء میں آپ نجف اشرف تشریف لے گئے اور وہاں اس زمانے کے علمائے عظام آیت اللہ حاجی سید یحیٰ یزدی، آیت اللہ حاجی میرزا حسن یزدی، آیت اللہ العظمیٰ حاجی میرزا ہاشم آملی اور بعد میں آیت اللہ العظمیٰ ابوالقاسم خوئی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

اس وقت کی علوم اسلامی کی عظیم ترین یونیورسٹی نجف اشرف میں سات سال قیام کے بعد ۱۹۴۸ء میں واپس تہران تشریف لائے۔ آپ نے ۱۹۴۹ء میں اپنا تحقیقی کام مرحوم استاد دہخدا کے ساتھ لغت نامہ میں شروع کیا اور ۱۹۵۱ء میں ثانوی اسکولوں میں تدریس کے ساتھ ساتھ لغت نامہ پر تحقیقی کام جاری رکھا۔ ۱۹۵۳ء میں دانش کدہ معقول ومنقول اور ۱۹۵۶ء میں تہران یونیورسٹی کی دانشکدہ ادبیات سے فارسی زبان و ادب میں بی اے کیا اور ۱۹۶۱ء میں اسی یونیورسٹی سے فارسی زبان وادبیات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر شہیدی نے اپنی کتاب کا مقدمہ آیہ مجیدہ ''نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ'' سے شروع کیا اور اپنی کتاب کو اسلام کی عظیم خاتون حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی حیات کی تاریخی روداد قرار دیتے ہوئے لکھا:

"اس کتاب کا موضوع دختر رسول ﷺ یعنی اسلام کی عظیم ترین خاتون فاطمہ یا فاطمۃ الزھراءؑ کی زندگی کا جائزہ ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے قاری کو یہ اندازہ ہوگا کہ جو کچھ ان چند اوراق میں سمو دیا گیا ہے، وہ صرف ایک شخصی زندگی کی روداد نہیں ہے بلکہ اس میں کئی سبق آموز اور عبرت آمیز پہلو موجود ہیں اگرچہ تاریخی اہمیت کی حامل شخصیات کے حالات زندگی خود سبق آموز ہوتے ہیں جو کچھ آپ ان صفحات میں پڑھیں گے وہ ان عجیب واقعات کا تجزیہ و تحلیل ہے جو ہمارے زمانے سے صدیوں پہلے رونما ہوئے۔ اگر ہم ان واقعات کے کرداروں کو ان واقعات سے علیحدہ کردیں تو ہم دیکھیں گے کہ وہ واقعات تاریخ کے ادوار میں بلکہ ہمارے زمانے میں بھی دنیا کے کسی گوشے میں وقوع پذیر ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ جن حوادث وواقعات کی ہم بات کریں گے اگرچہ زمان ومکان کے لحاظ سے ہم سے بہت دور ہیں لیکن ان کے باقی ماندہ اثرات نہ صرف پرانے نہیں ہوئے بلکہ اپنی تازگی کو اسی طرح برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کتاب پڑھنے کے بعد دیکھیں گے کہ جو ہم کہہ رہے ہیں وہ مبالغہ اور فضول گوئی نہیں ہے"۔ (مقدمہ کتاب)

مضامین کتاب

سید جعفر شہیدی نے اس کتاب میں تقریباً ۷۰ سے زیادہ شیعہ وسنی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ کتاب بغیر کسی خاص فصل بندی کے تدوین کی گئی ہے۔ لیکن اس کے مضامین ترتیب وار زمانہ پیغمبر ﷺ سے لے کر شہادت حضرت فاطمہؑ تک کے حالات پر مشتمل ہیں۔ اس کتاب کے عناوین کی فہرست کچھ یوں ہے:

سنتِ رسول ﷺ کے محافظ۔ تبدیلی و تجدید کے طالب۔ سنت شکنی کا انجام۔ تاریخی اسناد و مدارک کا جائزہ۔ صحرائے عرب۔ حضرت خدیجہؑ۔ حضرت فاطمہؑ کا نام اور القاب۔ حضرت فاطمہؑ کی تعلیم و تربیت۔ بچپن کی عبادت و ریاضت۔

حضرت خدیجہؑ اور حضرت ابوطالبؑ کی وفات۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی نظر میں حضرت فاطمہؑ کا مقام واحترام۔ حضرت فاطمہؑ سے شادی کے خواہشمند۔ بعض مستشرقین کی تحریروں کا جائزہ۔

اسلام اور اسلامی شخصیات کے بارے میں مستشرقین کی کتب کے قارئین کیلئے تذکرہ۔ حضرت علیؑ کا حضرت فاطمہؑ کا رشتہ مانگنا۔ رسول خداﷺ کی بیٹی کا حق مہر۔ حضرت فاطمہؑ کا جہیز۔ خطبۂ نکاح۔ دعوتِ ولیمہ۔ حضرت فاطمہؑ کی رخصتی۔ ابن شہر آشوب کی تحریر کا تجزیہ۔ حضرت فاطمہؑ شوہر کے گھر میں۔ اسماء بنت عُمیس کی شادی میں شرکت پر تبصرہ۔ علیؑ و فاطمہؑ کا حارثہ بن نعمان کے گھر منتقل ہونا۔ یہودی عبد اللہ بن اُبی اور پیغمبر خداﷺ۔ علیؑ و فاطمہؑ کا ایثار۔ ولادتِ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ کی ولادت۔ حضرت فاطمہؑ کا زُہد و ریاضت۔ علیؑ کے گھر پیغمبر اکرمﷺ اور حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی ملاقات۔ سلمان فارسی اور دختر پیغمبرﷺ کی چادر۔ گردن بند کا فروخت کرنا۔ مُلازم کی بجائے حمدِ خدا۔ پیغمبر اکرمﷺ کا حضرت فاطمہؑ کی تعریف کرنا۔ کیا میاں بیوی میں کبھی رنجش پیدا ہوئی؟ ابوجہل کی بیٹی جویریہ کا قصہ۔ مسور بن مخزمہ اور اس کی روایت کا جائزہ۔ حضرت فاطمہؑ کی عبادت، تسبیح اور دعا کا ذکر۔ جنگِ خندق۔ صُلحِ حدیبیہ۔ فدک۔ قریش کی جانب سے صُلح نامہ حُدیبیہ کی خلاف ورزی۔ ابو سفیان کا دختر پیغمبر سے سفارش کیلئے کہنا۔ حجۃ الوداع۔ احکامِ حج کی تعلیم۔ واقعۂ غدیر۔ پیغمبر اکرمﷺ کا حضرت فاطمہؑ کو اپنی وفات سے متعلق خبر دینا اور یہ کہنا کہ وہ ان سے جلد آ ملیں گی۔ رسولِ خداﷺ کا مریض ہونا اور مسجد میں جاکر وعظ و نصیحت کرنا۔ رسولِ خداﷺ بستر بیماری پر۔

محبوبِ خداﷺ، خدا سے جاملے۔ پیغمبر اکرمﷺ کی وفات پر حضرت عمر کا اعتراض اور حضرت ابوبکر کا جواب۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع۔ پیغمبر اکرمﷺ کے گھر کا محاصرہ۔ اہل سقیفہ کا بیعت پر اصرار۔ حکومت کا فدک پر قبضہ۔ فدک، مروان کے حوالے۔ فدک اور عمر بن عبد العزیز۔ مامون کا فدک کو فرزندان فاطمہؑ کے حوالے کردینا۔ مسجد مرکزِ عدل و انصاف۔ زہراؑ کا مجمعِ عام میں شکایت کرنا۔ خطبۂ حضرت زہراؑ۔ اندازِ خطبہ کا تجزیہ اور معترضین کا جواب۔ حضرت ابوبکر کا بنت رسولﷺ کو جواب۔ بنتِ رسول کا خلیفہ سے احتجاج کرنا۔ بنت رسول کی علیؑ سے گفتگو۔ انصار کی خواتین، بنت رسول کے گھر میں۔ حضرت فاطمہؑ کی عبرت آمیز باتیں۔ مستقبل کے خطرات سے آگاہ کرنا۔ حضرت فاطمہؑ کی

زندگی کے آخری ایام۔اسماء بنت عمیس کو حضرت فاطمہؑ کی وصیت۔ حضرت فاطمہؑ کی تدفین۔ قبرِ زہراؑ پر علیؑ کی مرثیہ گوئی۔ اولادِ حضرت فاطمہؑ: حضرت زینبؑ(ولادت، ازدواج،اولاد)۔ حضرت علیؑ کے ہمراہ عراق میں۔مدینہ واپسی۔ بھائی کے ہمراہ کربلا میں۔ بازار کوفہ میں خطبہ۔ابن زیاد کے دربار میں۔

اُردو ترجمہ

''زندگانی فاطمہ الزھراء'' کا اُردو ترجمہ سید حسنین عباس گردیزی کے توانا قلم سے ہوا ہے، جس کا تیسرا ایڈیشن نور الہدیٰ ٹرسٹ اسلام آباد کے شعبہ تحقیق کی جانب سے شائع ہو چکا ہے۔

فاطمہؑ از نگاہ علیؑ

محمد محمدیان

ناشر: نشر معارف، قم، طبع اول: ۱۴۲۷ھ، موضوع: حضرت فاطمہؑ کی تحلیلی سیرت وتاریخ، زبان: فارسی

حجۃ الاسلام محمد محمدیان کی کتاب ''فاطمہؑ از نگاہ علیؑ'' میں سب سے پہلے تو جناب زہراءؑ کے ''فاطمہ'' کہلانے کی وجوہات اوراس نام کے معانی ذکر کئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن کی محبوبیت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر اس دنیا اور آخرت میں تمام جہاں کی عورتوں کی سردار (سیدۃ النساء العالمین) ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پھر روایات کی روشنی میں جناب زہراءؑ کے غضب کو خداوند متعال کا غضب قرار دینے اور آپؑ کی پاکی، ظاہری و معنوی طہارت، عفت، حیا، عصمت، عبادت اور علم کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مؤلف نے حضرت فاطمہؑ کے بارے میں اُن کے شوہر نامدار حضرت امام علی علیہ السلام کی آراء کو نقل کیا ہے ان دونوں ہستیوں کے ازدواج کی کیفیت کا تذکرہ کیا جو حضرت فاطمہؑ کی حیات مبارکہ کا اہم ترین پہلو ہے۔ اس کے بعد مؤلف نے جناب زہراءؑ کی گھریلو زندگی کے بارے میں کچھ تاریخی حقائق ذکر کئے ہیں اور اُن کی ایسی نمایاں صفات و خصوصیات کو ذکر کیا ہے جو تمام زمانے کی خواتین کے لئے نمونہ عمل بن سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں جناب زہراءؑ کی صفات و خصوصیات کو حضرت امام علی علیہ السلام کی زبان سے ذکر کیا ہے جو اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت

ہے۔ مؤلف کی نظر میں جناب زہراء سلام اللہ علیہا کی صفاتو خصوصیات کو امام علیؑ سے زیادہ کوئی بہتر انداز میں بیان نہیں کرسکتا چنانچہ امام علیؑ نے جس طرح بی بی دوعالم کی قناعت، زہد، گھریلو زندگی، مظلومیت، حق کی خاطر قیام، شہادت وحقانیت کو بلامبالغہ ذکر کیا ہے اس طرح کسی اور نے نہیں کیا۔ چونکہ امام علی علیہ السلام جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے گہرے ایمان، صفائے باطن اور معنوی قدرت و طاقت سے آگاہ تھے اور آسمان معرفت پر اُن کا جو مقام ومرتبہ تھا اس کی خبر سوائے علیؑ کے اور کوئی نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ علی علیہ السلام نے جناب زہرائے مرضیہؑ کی عظمت روح اور اُن کے سامنے ملائیکہ کے خضوع واحترام کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا اور علیؑ جیسی بلند مقام ہستی کو اس بات پر فخر تھا کہ اُنہیں جناب زہراء سلام اللہ علیہا جیسی ہستی کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ یہ کتاب جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے بارے میں لکھی جانے والی جدید فارسی کتابوں میں اہم مقام رکھتی ہے۔

جامی از زلال کوثر

آیت اللہ محمد تقی مصباح یزدی

ناشر : مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینیؒ، قم ،تاریخ اشاعت :۱۳۸۰ شمسی، موضوع: سیرت وشخصیت حضرت فاطمہ ،زبان : فارسی

یہ کتاب حوزہ علمیہ قم کے معروف عالم، فیلسوف اور اُستاد آیت اللہ محمد تقی مصباح یزدی کے خطابات کا مجموعہ ہے جس میں انہوں نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی نمایاں شخصیت، بے شمار فضائل ومناقب اور اخلاقی ومعنوی خصوصیات کی شرح کی ہے۔ اُستاد کے بیانات کو اُن کے ایک شاگرد محمد باقر حیدری کاشانی نے تحریر کی شکل دی ہے اور ساتھ ''انوار جمال یار'' کے عنوان سے حضرت امام خمینیؒ کے حضرت زہرائے مرضیہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں کلمات و بیانات کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اس کتاب میں جن موضوعات کے بارے میں علمی گفتگو کی گئی ہے، اُن کی مختصر فہرست کچھ یوں ہے:

۱۔ جلوہ ای از جمال فاطمہ: اس حصے میں حضرت زھرا سلام اللہ علیہا کی شخصی و اخلاقی خصوصیات و صفات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

۲۔ رسالت مجالس ذکر اہل بیتؑ: اس حصے میں اہل بیت اطہار علیہم السلام کے ذکر کی مجالس و محافل کا حکمت وفلسفہ اور فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

۳۔ اُسوہ پذیری از سیرہ فاطمی: کتاب کے اس حصے میں اُسوہ پذیری کی اقسام بیان کی گئی ہیں اور پھر غلط اُسوہ اور نمونہ عمل کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ساتھ اُسوہ پذیری کی اصلاح کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اور آخر میں حضرت زہرا علیہا السلام کا بطور اُسوۂ کامل تعارف کراتے ہوئے اُسوہ اور نمونہ عمل کی شخصیت پر اثرانداز ہونے والے عوامل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس تحقیق میں اُسوہ شخصیت پر اثرانداز ہونے عوامل میں سے وراثت، ماحول، عمر، اخلاقی وجدان کی قدرومنزلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور آخر میں اُسوہ اور نمونہ عمل شخصیات کا سب سے قوی عامل اُن کے ارادے کو قرار دیا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی شخصیت پر موثر واقع ہونے والے عوامل کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

۴۔ جلوہ ہائی زیبا از سیرہ فاطمی: اس بحث میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عبادت، حجاب، حریت پسندی، جدوجہد، ثقافتی وعلمی جہاد، اخلاقی روش اور خاندانی شرافت کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔

۵۔ حماسہ فاطمی و عبرت ہای آن: اس باب میں حضرت فاطمہؑ کے ولایت مدار ہونے اورولایت الٰہی کے لئے ایثار وقربانی، اُن کی فصیح وبلیغ خطبات، اُن پر وارد ہونے والے مصائب اور ان مظالم کے علل واسباب کا جائزہ لیا گیا ہے۔

فاطمۂ زہرا علیہاالسلام

علامہ عبدالحسین امینیؒ (متوفی ۱۳۹۰ھ)

ناشر: انتشارات استقلال تہران، طبع اول: ۱۳۷۶ شمسی، موضوع: سیرت فاطمہ زہراؑ، زبان: فارسی

عالم اسلام میں علامہ عبدالحسین امینی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الغدیر فی الکتاب و السنۃ و الادب'' کی وجہ سے دنیائے اسلام کے علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اس کتاب کا تعارف ''نور معرفت'' کے ۳۷ ویں شمارہ چھپ چکا ہے۔ علامہ امینیؒ کی کتاب ''فاطمہ زہرا علیہاسلام'' در حقیقت اُن کے پانچ تقریروں کا مجموعہ ہے جو اُنہوں نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے فضائل اور مناقب کے موضوع پر تہران میں کی تھیں۔ یہ تقریریں ۱۳۶۲ شمسی میں پہلی بار بغیر کسی علمی تحقیق کے تہران کے ایک اشاعتی ادارے کی جانب سے شائع ہوئی تھیں۔ اس کے بعد یہ کتاب علامہ کے فاضل بیٹے محمد امینی نجفی کے علمی مقدمے، توضیحات اور حواشی کے ساتھ ۱۳۷۶ شمسی میں دوبارہ تہران سے تحقیقی شکل میں شائع ہوئی۔ اس اشاعت میں جو کام انجام پایا ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

کتاب کے شروع میں ایک فصل میں علامہ امینیؒ کے حالات زندگی تفصیل کے ساتھ ذکر ہوئے ہیں۔ جس میں علامہ امینیؒ کی علمی جدوجہد پڑھنے والوں کے لئے بہت ہی سبق آموز ہے۔ اصل کتاب کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا حصہ: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا از دیدگاہ قرآن

اس حصے میں درج ذیل ۷ قرآنی آیات سے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مناقب و فضائل کو ثابت کیا گیا ہے:

۱۔ آیہ تطہیر ''إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا'' (سورۂ احزاب، آیت ۳۳)

۲۔آیہ مباہلہ ''فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْاْ نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ'' (سورۂ آل عمران، آیت ۶۱)

۳۔آیہ مبارکہ '' فَتَلَقَّى آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ'' (سورۂ بقرہ، آیت ۳۷)

۴۔آیہ مبارکہ '' وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ'' (سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۴)

۵۔آیہ مودّت ''قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى'' (سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳)

۶۔آیہ مبارکہ اطعام '' وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيراً۔ '' (سورۂ دھر، آیت ۸،۹)

۷۔آیہ مبارکہ امانت '' إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ ۔۔۔ '' (سورۂ احزاب، آیت ۷۲)

یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ علامہ امینیؒ نے یہاں فقط اُنہی آیات کو پیش کیا ہے جنہیں اہل سنت بھی قبول کرتے ہیں ورنہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے متعلق معارف قرآن بہت زیادہ ہیں جن کی تفصیل کتب شیعہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

دوسرا حصہ: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا از دیدگاہ روایات

اس حصے میں جناب زہراء سلام اللہ علیہا کے بارے میں شیعہ سنی کتب حدیث میں نقل ہونے والی احادیث اور روایات کو جمع کیا گیا ہے۔ مثلاً جناب فاطمہؑ سے دوستی ودشمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی ودشمنی ہے، حضرت فاطمہؑ کا محدثہ ہونا، حضرت فاطمہؑ کے محبین اور شیعوں کا جنت میں جانا وغیرہ۔

کتاب کے آخر میں چند توضیحات اور تعلیقات بھی بیان کئے گئے ہیں جن میں آیہ تطہیر کا شان نزول اور حدیث کساء کے روایوں کی تفصیل، حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا شوریٰ کے دن اس آیہ سے استدلال کرنا وغیرہ۔

اُردو کتب

الزّھراء

یعنی

احوال جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا

خان بہادر مولوی سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی (متوفی ۱۹۴۲ء)

ناشر: مقبول پریس گندہ نالہ دہلی۔ طبع: مارچ ۱۹۲۲ء، زبان: اُردو، موضوع: سیرت فاطمہ زہراؑ

خان بہادر سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (متوفی ۱۹۴۲ء) ایک معزز صاحب اقتدار زمیندار تھے، کسی دینی مدرسے سے دینی تعلیم باقاعدہ تو حاصل نہیں کی تھی، لیکن تاریخ سے گہرا تعلق اور سیرت سے عشق تھا۔ مطالعے اور شوق کی بنا پر جناب رسالتمآب ﷺ اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی سیرت پر بہت ہی مقبول کتابیں لکھیں۔ جن سے اُن کی تاریخی مطالعے کی وسعت اور قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ زندگی بھر مطالعہ اور تحقیق کرتے رہے۔ اُردو زبان میں سیرت النبی ﷺ اور سیرت معصومین علیہم السلام پر شیعہ مؤلفین کی کتابوں میں اُن کی کتابیں سب سے زیادہ ضخیم اور مقبول ہیں۔ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی کی سب سے مشہور کتاب ''اُسوۃ الرسول ﷺ'' ہے۔ اس کے علاوہ ترجمہ قرآن شریف، سراج المنیر (سیرت امیر المؤمنینؑ)، سروچمن (سیرت امام حسنؑ)، ذبح عظیم (سیرت امام حسینؑ)، صحیفۃ العابدین (سیرت امام زین العابدینؑ)، مآثر الباقریہ (سیرت امام محمد باقرؑ)، آثار جعفریہ (سیرت امام جعفر صادقؑ)، علوم کاظمیہ (سیرت امام موسیٰ کاظمؑ)، تحفہ رضویہ (سیرت امام رضاؑ)، تحفۃ المتقین (سیرت امام نقیؑ)، سیرۃ النقی، العسکری اور در مقصود نامی کتابیں لکھی ہیں۔ سیرت جناب فاطمہ زہراء پر اُن کی تالیف ''الزھراء'' بھی بہت اہم کتاب ہے۔ وہ مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء) کے ہم عصر تھے۔ لہٰذا سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے شبلی کی سیرت النبی ﷺ کی مجلدات پر ناقدانہ نظر ڈالی جو پانچ بڑے سائز کی جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ کتاب

'الزھراء'' میں بھی اُنھوں نے مولانا شبلی کی تحریروں کو ہی مد نظر رکھ کر اپنی تحقیقات پیش کی ہیں اور جہاں بھی ضرورت محسوس کی ہے ان پر ناقدانہ تبصرہ کیا ہے۔

مضامین کتاب

کتاب ''الزھراء'' کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

کافی ہے ہماری پردہ پوشی کے لئے　　دامان علیؑ اور ردائے زہراءؑ

اس کے بعد دیباچہ ہے اور اس کے بعد مضامین کتاب کچھ اس طرح ہیں:

۱۔اسماء والقاب جناب فاطمہؑ، ۲۔ترکیب خلقت نور جناب سیدہؑ سے لے کر استقرار حمل تک کے حالات، ۳۔ایام حمل میں قدرتی آثار، ۴۔ولادت باسعادت کے وقت ظہور کرامت، ۵۔مولد مطہر، ۶۔عالم طفولیت اور ایام پرورش، ۷۔جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کی وفات اور جناب سیدہؑ کی پہلی مصیبت، ۸۔پرورش وتربیت کا زمانہ، ۹۔بچپن میں رسولؐ کی خدمت اور رفاقت، ۱۰۔مدینۂ منورہ میں نزول عصمت ، ۱۱۔تزویج جناب سیدہؑ، ۱۲۔اُحد میں رفاقت نبویؐ کی خدمات، ۱۳۔جنگ احزاب میں رسول اللہؐ کی خدمت، ۱۴۔وادی القریٰ فدک، ۱۵۔ہبہ فدک جناب سیدہؑ کے نام، ۱۶۔نصاریٰ نجران کے معاملات، ۱۷۔نزول آیہ تطہیر، ۱۸۔حجۃ الوداع، ۱۹۔غدیر خم کے واقعات، ۲۰۔وفات رسولؐ اور اضطراب بتولؑ، ۲۱۔وفات رسولؐ سے لے کر رحلت بتولؑ تک کے حالات، ۲۲۔حدیث ''نحن معاشر الانبیاء'' کی پوری تحقیق، ۲۳۔احراق خانہ بتولؑ وایذائے بضۃ الرسولؐ، ۲۴۔خطبۂ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا، ۲۵۔جناب سیدہؑ کی وفات اور تجہیز وتدفین کے پورے حالات، ۲۶۔جناب سیدہؑ کی مکارم اخلاق اور محاسن معاشرت، ۲۷۔عبادت اور خوف الٰہی، ۲۸۔الفت فاطمہؑ رسولؐ کے دل میں، ۲۹۔اُلفت رسولؐ فاطمہؑ کے دل میں، ۳۰۔استجابت دعا یا درگاہ رب العزت میں فاطمہؑ کا اقتدار اور عظمت، ۳۱۔افلاس میں کمال استغنا، ۳۲۔عام مراعا تو موافقات میں دینی احتیاط، ۳۳۔جود وسخا اور دوسروں کی حاجت کی اپنی ضرورت پر تقدم، ۳۴۔شرم وحیا اور عصمت وعفت، ۳۵۔آپ کے خلق عظیم کی ایک بینظیر مثال، ۳۶۔جناب سیدہؑ کے فضائل ومناقب، ۳۷۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے فضائل ومناقب میں احادیث،

۳۸۔جناب سیدہؑ سلام اللہ علیہا آنحضرت ﷺ کی اکلوتی صاحبزادی تھیں ، ۳۹۔برکت بنت النبیؐ، ۴۰۔مسئلہ زیر بحث کے معقولی ثبوت، ۴۱۔جناب سیدہؑ کی اولاد طاہرہ، ۴۲۔جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا مدفن مطہر۔

مؤلف کی روش

کتاب ''الزھراء'' کے مؤلف نے بڑی دقت نظر کے ساتھ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے حالات زندگی کو لکھا ہے۔ کتاب کی اُردو قدیم ہے جس میں مؤلف کی روش ناقدانہ ہے، اُنہوں نے اپنے ہم عصر مؤلفین اور محققین کی کتابوں کو بھی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور جہاں بھی اُن کی آراء کے ساتھ اختلاف نظر آیا ہے، اُس پر کھل کر تنقید کی ہے۔ تاریخ اسلام اور سیرت رسولؐ سے متعلق لکھنے والے محققین کی تاریخی تحریروں پر سید اولاد حیدر فوق بلگرامی کا تبصرہ اور نقد و نظر اُن کی تمام کتابوں میں ملتا ہے لیکن ''اُسوۃ الرسول'' اور ''الزھراء'' میں یہ چیز واضح نظر آتی ہے۔ اُن کی مولانا شبلی نعمانی سے لے کر ڈپٹی نذیر احمد تک کی تحریروں پر نظر تھی اور وہ ان کا نام اپنی اس کتاب میں جگہ جگہ لیتے ہیں اور اُن پر عالمانہ تنقید کرتے ہیں۔

کتاب کے منابع

سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے اپنی کتاب ''الزھراء'' میں جن کتابوں اور تاریخی ماخذ سے استفادہ کیا ہے یہاں اُن کی مختصر فہرست پیش کی جاتی ہے:

نزہۃ المجالس، روضۃ الشہداء کاشفی، عمدۃ المطالب، جلاء العیون مجلسی، سیرۃ النبویہ، شبلی نعمانی، تاریخ طبری، ینابیع المودۃ، قندوزی، مودۃ القربی، سید علی ہمدانی، اصابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن بر، طبقات ابن سعد، صواعق محرقہ ابن حجر مکی، نورالابصار شبلنجی، روضۃ الاحباب حافظ جمال الدین محدث شیرازی، ذخائر العقبیٰ محب الدین طبری، استیعاب ابو نصر ہمدانی، روض الفائق امام مناوی، اُمہات الامۃ ڈپٹی نذیر احمد، الموافقۃ ابن السمّان، تفسیر کبیر فخر رازی، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ریاض النظرہ، محب الدین طبری، معارج النبوۃ، ملا معین ہروی، صحیح بخاری، فتح الباری ابن حجر عسقلانی۔

سیرۃُ فاطمۃُ الزہراء علیہاالسلام

جسٹس آغا محمد سلطان مرزا دہلوی (متوفی ۱۹۶۵ء)

ناشر: ادارۂ اصلاح، مسجد دیوان ناصر علی، مرتضی حسین روڈ لکھنو، طبع جدید: جنوری ۱۹۹۱ء،

زبان: اُردو،

آغا محمد سلطان مرزا ۱۸۸۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام محمد سجاد مرزا تھا۔ اُنہوں نے ابتدائی تعلیم دہلی اور آلہ آباد میں حاصل کی۔ ایل ایل بی اور ایم اے علی گڑھ یونی ورسٹی سے کیا۔ ۱۹۱۰ء میں پنجاب سول سروس کے مقابلے میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور جوڈیشنل لائن میں تقرر ہوا۔ ۱۹۴۴ء میں ڈسٹرکٹ سیشن جج کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ جسٹس سلطان مرزا تحقیق اور مطالعے کے شوقین تھے اور اُن کو تاریخ اسلام پر عبور حاصل تھا جس کا ثبوت تاریخ اسلام کے بارے میں اُن کی ٹھوس تحقیقی تصانیف ہیں جن سے اُن کے مطالعے کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اُن کی کتاب ''البلاغ المبین، التفریق والتحریف فی الاسلام، نور المشرقین من حیاۃ الصادقین، فلسفۂ اسلام اور سیرۃ فاطمۃ الزہراؑ معرکۃ الآراء کتابیں ہیں۔

تالیف کتاب کا سبب

آغا محمد سلطان مرزا ''سیرۃ فاطمۃ الزہراء'' کے پہلے دیباچے میں یہ کتاب لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''لہٰذا ضرورت اس بات کی ہوئی اصلی ائمہ اور رہنماؤں کا تعارف موجودہ مضطرب الحال دینا سے کرایا جائے۔ اصلی اسلام کی اشاعت کی جائےاور لوگوں کو اس طرف دعوت دی جائے۔ اس غرض کے لئے کوئی فلسفہ اسلام کی کتاب اتنا کام نہیں کر سکتی جتنا خود ائمہ کے سوانح حیات پر غور وفکر کرنا اور اُن کے طرز عمل کی پیروی کرنی۔ اس غرض کے لئے ہم نے یہ سلسلہ جاری کیا ہے، خداوند سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ارادے میں برکت دے اور ہم چہاردہ معصومینؑ کی سوانح حیات لکھ سکیں۔۔۔۔۔جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد ہی فوراً بلکہ اُسی دن سے اُمت نے اہل بیت رسولؐ سے کشمکش شروع کردی اور اُن سے انحراف کرنے کو اپنی حیات کا مقصد بنالیا۔ اس

سیاست اس کشمکش و ظلم کی آل رسولؐ میں سے پہلی شہیدۂ ظلم جناب فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہیں۔ لہٰذا ہم اس سلسلہ مبارکہ کو اُن ہی کے سوانح حیات سے شروع کرتے ہیں۔ (دیباچہ کتاب)

مضامین کتاب

باب اول : تمہید :آنحضرتؐ کی پیش گوئیاں جن سے تصدیق رسالت ہوئی۔

باب دوم : والدین

باب سوم : برادران وخواہران

باب چہارم : از پیدائش تا ہجرت

باب پنجم : ہجرت

باب ششم : تزویج و طرز رہائش روزانہ واُمور خانہ داری

باب ہفتم : فضائل فاطمہ زہراءؑ

باب ہشتم : مناقب اہل بیت علیہم السلام (آیہ تطہیر، مباہلہ)

باب نہم : مناقب اہل بیت علیہم السلام (آیہ صلواۃ، آیہ مودۃ)

باب دہم : مناقب اہل بیت علیہم السلام (حدیث ثقلین وغیرہ)

باب یازدہم : حجۃ الوداع

باب دوازدہم : رحلت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

باب سیزدہم : رحلت محمدؐ کے ایک ہفتے کے اندر کے واقعات

باب چہاردہم : خلافت کے ایوان عدالت میں دختر رسولؐ کے مقدمہ کی سماعت اور اس کا فیصلہ

باب پنجدہم : جناب فاطمہ الزہراءؑ کے ہجوم مصائب اور آلام رحلت رسول کے بعد

باب ششدہم : مرض الموت میں جناب معصومہ کا خطبہ مستورات مہاجر وانصار کے سامنے

باب ہفتدہم : وصیت اور رحلت

باب ہشتدہم : جناب معصومہ کے اقوال وافعال و تحریکات

باب نوزدہم : جناب فاطمۃ الزہراء کے اوقاف و تصدقات

باب بستم : اولاد

باب بست ویکم : جناب فاطمہؑ کے زمانے کی دنیا

باب بست ودوم : نمونہ عمل

روش تالیف

یہ کتاب تاریخی تحلیل و تجزیہ پر مبنی ہے جس میں مؤلف کی وسعت معلومات کی وجہ سے بہت زیادہ تنوع پایا جاتا ہے اور مؤلف کا اسلوب مکمل تحقیقی اور تحلیلی ہے جو آغا سلطان مرزا کی تالیفات و تصانیف کا خاصہ ہے۔ مؤلف اپنے زمانے میں لکھی گئی کتب تاریخ پر مکمل نظر و تسلط رکھتے ہیں اور اُن پر ناقدانہ تبصرہ کرتے ہیں۔ چونکہ مؤلف ایک جج اور قاضی ہیں جس کی وجہ سے اُن کی تحقیقات میں بھی یہی انداز نظر آتا ہے۔ البتہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں آغا سلطان مرزا کی یہ کتاب اور دوسری کتابیں بے طرف اور غیر متعصب قارئین کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں۔

HAZRAT FATIMAH AND EXEGETIST OF QURAN

By: ***Dr. Farishteh nudri Abyana****
Trans: ***Syed Husnain Abbas Gardezi†***

Key Words: *Nobel model, Quran, knowledge about God, Philosophy of divine* injunctions

Abstract

One of the way of practical education and training is to obey and follow the model. Allah sent prophets for purification of souls (tazkiyyah) as well as education and training and made them practical models for human beings. The submission to these divinely-ordained models (namunah) is constructive taqlīd (to follow) which is based on reason. Islam demands eternal guidance and character so that solutions to and answers for every human need and demand in every epoch can be given. Hazrat Fatimah, in this regard, is a practical model not only for women, but also for every pious person. Like Kauthar, which is the shortest chapter in the Quran, her lifespan was very short. The primary purpose of this paper is to examine the criteria for knowledge about God (marifat-e elahi) and human dignity in the eyes of Hazrat Fatimah. In this regard, she has mentioned following things as the basis: to accept religion and the trust of God; to profess the final religion; to believe in the silent Book (Kitab-e Samit i.e. the Quran) and the speaking Wali (i.e. Imam Ali); knowledge of the Quran; to act upon religious laws on the basis of beliefs and the explanation of the divine wisdom in those laws. Following are the ahkam (religious laws) whose logic and philosophy has been described: formal prayers, fasting, pilgrimage, justice, the submission to those in authority (ulu al-amr); holy struggle; patience; enjoining the good, good behavior with parents, maintaining relations with relatives, blood-vengeance (qisas), to fulfill religious vows, prohibition of wine-drinking, and avoidance of qazaf (false charge of fornication), stealing, and polytheism.

** . Assistant Professor Boo Ali Sina University, Humdan.*

† . Chief Editor Quarerly Noor-e-Marfat, Islamabad.

HAZRAT FATIMAH AS A PRACTICAL MODEL

By: ***Nazr Hafi****

***Key words**: Perfection (kamal), Human being, miraj, the Quran, Hadith (the tradition), hExegetists, Characteristics, fazail (virtues/merits)*

Abstract:

The acquisition of perfection is inalienable right of every human being. When a human being strives to achieve perfection, the whole system of nature/universe assist him. It is inevitable for every individual to be taken towards perfection by a divine guide. A human being is not like a stone to be carried by someone else to the position of perfection. Rather, it is necessary for every individual to know and follow his guide (hadi) with his volition. When he follows a perfect guide, he excels in his march towards perfection. Hazrat Fatimah is among those personalities whom God has made as practical models for humanity. It is important to explore different aspects of the divine personality of Fatimah to human beings so that they could attain both material and spiritual merits. If we want our society to be lifted to the highest levels of humanity and spirituality, we should be acquainted with the practical personality and fazail of Lady Fatimah and introduce her to the coming generations.

**. Fazil Qum, Researcher Aloom-e-Islamia, Madrasa Imam Khomani, Qum, Iran.*

A CRITICAL REVIEW OF THE CHAIN OF TRANSMISSION (SANAD) OF THE SERMON OF HAZRAT FATIMAH

By: ***Aftab Hussain Jawadi****

Key words: *The scholars of hadith and rijal, Sunnite religious scholars, Shiite religious scholars, the Household of the Prophet, Hazrat Ali, Transmitters of ahadith*

Abstract

In her sermon, Hazrat Fatimah has discussed the ideology of monotheism; the status of the Prophet of Islam and the objective of his prophethood; responsibilities of the Muslim Ummah; the concept of Imamate and caliphate; the significance of the Quran; the description of religious laws and their logic, and the description of the services of Imam Ali for the ummah. She also protested for her rights before the ruler, muhajirīn and anssar, ladies and gentleman. Different historians have quoted the sermon. If anyone among the narrators of the ahadith was suspected of having devotion to the Ahl al-Bait, he was tortured, yet the ahadith regarding the merits of the ahl al-bait were revealed and transmitted. Some unjust writers have attempt to hide what the noble lady had endured, but history is after all history that unearths the secrets and realities over time. The sermon of the Lady Fatimah has been recorded by such a great number of ulama that attests its authenticity, it is, nonetheless, not useless to look at it from the point of view of the 'science of the men of ahadith'. In this paper, the sanad (chain of transmission of ahadith) of the sermon has been assessed. It has been argued, here, that the sanad of the sermon is undeniable for every just scholar, and that the points of it can be a great source of the guidance for the whole ummah.

**. Researcher and Tutor, Jamia Al-Kosur, Islamabad.*

RELIGIOUS AND ETHICAL MAARIF (GNOSTIC KNOWLEDGE) IN THE LIGHT OF THE SERMON OF HAZRAT FATIMAH

By: ***Roshan Ali****

Key words: *Hazrat Fatimah, the messenger of God, ethical maarif, the roots of religion, the branches of religion, the sirah*

Abstract

The significance of the sermon of hazrat Fatimah lies not only of its political aspect, its religious and ethical marif and teachings are also of an extraordinary importance. This sermon has been recorded by narrators of ahadith with various isnad. This paper is not concerned with examining the sasnad of the sermon, rather it focuses on presenting the religious and ethical maarif. We have divided this sermon on the basis of the religious and ethical teachings into some categories. According to this typology, the Lady Fatimah discussed the following topics in her sermon: (i) tawhid: including justice of God, His characteristics; the philosophy of creation etc. (ii) prophethood: the satatus and characteristics of prophets; the prophethood of hazrat Muhammad and the social condition of the people before it; and his demise. (iii) Obligations: the responsibilities of the Muslims, the attachment with the Book of God, the laws of religion and their philosophy. (iv) Branches of the religion: faith, alms tax, fasting, pilgrimage, the imamate of the Ahl al-Bait, jihad, enjoining the good and forbidding the evil. (v) Ethics: patient, good behavior with parents, the maintenance of good relations with relatives; avoiding of drinking wine, stealing, and polytheism. (vi) Politics: the view against government. (vii) Ahl al-Bait: the extraordinary sympathy of the Prophet for Ahl al-Bait, the sacrifices of the Prophet before Islam and after it, the sacrifies made by Ali for islam. In sum, the noble Lady has presented the religious and ethical maarif in a logical and convincing way in which there is guidance for the ummah.

**.Assistant Professor, Model College For Boys, Islamabad.*

THE GUIDING PRINCIPLES OF THE SYSTEM OF FAMILY LIFE
(IN THE LIGHT OF THE LIFE OF HAZRAT FATIMAH)

By: ***Sabir Hussain Siraj****

Key words: *Family life, type of families, the sirah/life of hazrat Fatimah, the affairs of household, the tarbiyah (upbringing) of children*

Abstract

Man is in need of social relations in his life. The social institution man, as a social being, is in need of after his existence is called 'family'. And, the ways of living in this institution is referred to as the 'system of family life'. Husband and wife form the basic unit of family life because it is through their marital relations that give birth to life. Man is in need of an ideal guide in his family life in the same way as he is in other aspects of life. It is this reason that Islam has set down rules and principles as well as rights and duties of the members of this institution. Islam has, moreover, presented the House of the Prophet as a practical model for human beings in this regard as well. Sayyida Fatimah is the center of the Family of the Prophet. The Prophet has called her 'the leader of the women of the world'. In her short life, hazrat Fatimah – as a daughter, wife and mother - has offered an excellent model for all the women of the world. In this paper, an attempt has been made to highlight the sirah of hazrat Fatimah as a model in the light of the Quran, tradition, and history.

* *. Fazil Aloom-e-Islamia, Jamia Al-Kosur, Islamabad.*

THE STATUS AND STANDING OF HAZRAT FATIMAH WITH REFERENCE TO (THE VIEWS OF) IMAM KHOMEINI

By: ***Syed Rameez ul Hassan Mosvi****

Key words: *Imam Khomeini, Women's Day, Gabriel, the Ahl al-Bait, Islamic Revolution*

Abstract

The socio-political approach of Imam Khomeini is based upon Quran and the sirah (way of life) of the Ahl al-Bait. There is no doubt that women, along with men, also participated in the triumph of the Islamic Revolution. Imam Khomeini has given a special importance to the role of women in the Islamic Revolution, and has presented Hazrat Fatimah as a role model to the women. His views, written and spoken, regarding the status of hazrat Fatimah have been compiled in this paper, albeit briefly. For him, of the all names of Lady Fatimah, 'muhadditha' is of a great significance which reveal her spiritual status. The second characteristic of the Holy Lady lies in the simplicity of her life. The sermons and saying of Hazrat Fatimah reveal the fact that she actively participated in the social and collective issues of the society. The 'sahifa-ye Fatimah (the Book of Fatimah) is also a source of pride for Imam Khomeini. Ahl al-Bait, along with the Quran, are that spiritual asset, regarding which sensitivity is symbol of faith. Desecration of Fatimah is the desecration of Islam, and to react against it is the quality of ulama like Imam Khomeini. Imam Khomeini has declared the birthday of hazrat Fatimah the 'women's day' which has been celebrated for last 40 years.

** . Editor Quarterly Noor-e-Marfat, NMT; Bara Khau, Islamabad.*

FATIMAH: THE MODEL OF UPRISING (QIYAM) AND RESISTENCE

By: ***Jafar Ali Meer****

Key words: *Real personality, fabricated personality, the Quran, Culture, the* Sermon of Fidak

Abstract

We have, instead of knowing the real personality of the Ahl al-Bait, constructed fabricated personality of the Ahl al-Bait which is based upon our emotions, culture, customs and tradition. The result of this unfortunate trend is that we have not made the sirah of these divine personalities as our model. In our mental construction of the noble Lady, she is a hepless lady who knocked every door to reclaim the garden of Fidak after the demise of the Holy Prophet. According to this mental construction of the personality of hazrat Fatimah, she even went to the Mosque of the prophet to ask for the return of the garden, and passed away in a state of annoyance when her request was turned down. But, in the sermon, known as the sermon of Fidak, she did not mentioned even the name of fidak. If the sermon is carefully examined, it shows that it was a courgeous uprising against the will (wasiyyat) of the Holy Prophet. It was a demonstration of resistence that tore down many veils (of falsehood) and showed the people their direction.

**.Responsible Department of Education, Jamia Al-Raza, Bahra Kahu, Islamabad.*

SOME OF THE SKEPTICISM ABOUT THE EDUCATION OF FEMALES

By: ***Syed Muzamal Hussain Naqvi****

Key words: *Skepticism, Women, Muhaddisa, Idol, Especially*

Abstract

The key of treasure of the knowledge and education is question and skepticism. So the illiterate persons appreciate scientific questions. Specially, it is the responsibility of every faithful person that he finds the facts of skepticism about the religion and religious personalities. In this article, we have tried to answers in shortly of some questions about the education of females. After a time of prophecy, for humans there are only two ways to know about The Hazrat Muhammad P.B.U.H. i.e. Commands of Qur'an, Ahlul Bait and Sahaba Karam. Most important personality of the Ahlul Bait is Hazrat Ali A.S. and from his birth to wisal of Hazrat Muhammad P.B.U.H., at every moment and at every main issues of life he stands with Hazrat Muhammad P.B.U.H. Therefore, Hazrat Ali A.S. is that personality who can actually introduce Hazrat Muhammad P.B.U.H. In speech of Hazrat Ali A.S., he said that woman is not the wisdom personality; here we tried to understand the meaning.

In addition your wife Hazrat Fatima S.A. is the great entity of the universe. God has many names for you and Muhaddisa is one of them. You have called Muhaddisa because the angels used to talk to you and they told you about upcoming events. These events pen off by the Hazrat Ali A.S. and let them write in a booklet format and later on, that book was famous by 'Mushaf Fatima' and now it is with Imam-e-Zamana A.S. Hazrat Fatima S.A. is also a nickname Batool (Idol) because you are seen unique from others in custom, in functions and values, in character and in other features.

** . Researcher and Tutor, Madrasa Jamia Al-Raza, Bahra Kahu, Islamabad*

THE STATUS OF HAZRAT FATIMAH IN THE TRADITIONS (AHADITH) OF THE PROPHET OF ISLAM

By: ***Ibn-e Zakir Mosavi****

Key words: *Raool Allah(PBUH) , Alebait(a.s), Fatima Zahra(a.s), Imam Ali (a.s), Ahima e Alebait (a.s), Syeda Al-Nisa-e-Alameen (a.s), Humility Fatima (a.s).*

Abstract

Hazrat Fatimah is the Daughter of the Holy Prophet, wife of Imam Ali, mother of the eleven Imam, and the third personality of the Ahl al-Bait. The status of Hazrat Fatimah among the 14 infallibles can be discerned from the ahadith that have been reported in all canonical books (kutub-e ahadith). In these books, one can find such titles and topics that reveal the extraordinary personality of Hazrat Fatimah. In the sirah of the Holy Prophet, we find her in the position of wilaya as a perfect human being. It is the extraordinary sirah of the Holy Prophet that makes her the role model for all Muslim women. In this paper, some of the merits/virtues (faza'il) of the great lady have been mentioned under some major headings. Under every heading, ahadith from both Shia and Sunni books have been given that show the status of Hazrat Fatimah.

* . *Researcher and author The institution NMT, Islamabad.*

Declaration No: 7334 **ISSN** 2221-1659

Quarterly Research Journal

NOOR-E-MARFAT

Vol # 8 Issue:4 | Vol # 9 Issue:1

Oct - March 2017-18

According to Muharam - Jamadiulawal 1439

Chief Editor

S.Hasnain Abbas Gardezi

Editor

S. Rameez-ul-Hassan Mosvi

EDITORIAL BOARD

- Dr. Sh. M. Hasnain
- Dr. S. Rashid Abbas
- Dr. Ali Raza Tahir
- Dr. Sukaina Hussain
- Dr. Roshan Ali
- Dr. Karam Hussain Wadhoo

ADVISORY BOARD

- Alama Aqeel Haider Zaidi
- Alama Ali Murtaza Zaidi
- Dr. Sajid Ali Subhani
- Alama Samar Ali Naqvi
- Dr. S. Nisaar Ali Hamdani
- Dr. Muhammad Riaz

Registration

Pakistan: 500 PKR
Middle East: 070 $
USA, Canada, Europe: 150 $

Composing Babar Abbas

Printer Pictorial Press (Islamabad)

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا از نظر حسنین شریفین علیہما السلام

عن الحسن بن علی علیهما السلام: رأیت أمی فاطمة علیها السلام قامت فی محرابها لیلة جمعتها، فلم تزل راکعة ساجدة حتی اتضح عمود الصبح، وسمعتها تدعو للمؤمنین والمؤمنات وتسمیهم وتکثر الدعاء لهم ولا تدعو لنفسها بشیء، **فقلت لها: یا أماه لم لا تدعین لنفسك کما تدعین لغیرك؟ فقالت: یا بنی! الجار ثم الدار.** (البحار، ج۴۳، ص۸۱)

یعنی: حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ایک رات میں نے اپنی والدہ گرامی کو محراب عبادت میں کھڑے دیکھا وہ طلوع خورشید تک رکوع و سجود میں مشغول رہیں۔ میں نے سنا وہ ایک ایک مؤمن اور مؤمنہ کا نام لے کر اُن کے لئے دعا کر رہی تھیں، لیکن اپنے لئے کچھ بھی نہیں مانگ رہی تھیں۔ میں عرض کی: اے مادر گرامی! آپ جس طرح دوسروں کے لئے دعا کر رہی ہیں، اپنے لئے دعا نہیں کر رہیں؟ اُنہوں نے فرمایا: پہلے ہمسایوں (کا حق ہے کہ میں اُن کے لئے طلب خیر کروں) پھر گھر والوں کا۔

عن الحسین بن علی علیهما السلام: قال رسول الله صلی الله علیه وآله: فاطمة بهجة قلبی، وابناها ثمرة فؤادی، وبعلها نور بصری، والأئمة من ولدها أمناء ربی، وحبله الممدود بینه وبین خلقه، مَن اعتصم به نجا، ومَن تخلف عنه هوی۔

یعنی: حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہؑ میرے دل کا سرور ہے اور اُن کے شوہر میں آنکھوں کا نور ہیں اور اُن کے فرزند میرے دل کا میوہ ہیں اور اُن کی ذریت میں (پیدا ہونے والے) ائمہ اطہارؑ میرے پروردگار کے امین ہیں اور وہ اُس کے اور اُس کی مخلوق کے درمیان تعلق قائم کرنے والی رسی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو بھی اس رسی کو پکڑ لے گا نجات پا جائے گا اور جو بھی اُسے چھوڑ دے گا نابود ہو جائے گا۔

(فرائد السمطین، ج۲، ص۶۶)

QUARTERLY

SOCIAL / RELIGIOUS RESEARCH JOURNAL

NOOR-E-MARFAT

حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا تمام انسانی کمالات کا مجموعہ اور تمام جہانوں کی عورتوں کے لئے اسوہ اور نمونہ عمل ہیں۔ آپ کی اس فضیلت کو امام خمینیؒ ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

"ایک عورت اور ایک انسان کی جتنی خوبیاں ممکن ہیں، وہ سب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا میں جلوہ گر تھیں۔ آپؑ ایک عام عورت نہیں، بلکہ ایک روحانی اور ملکوتی خاتون تھیں۔ آپ ایک انسان کامل تھیں۔ آپ انسانیت کا کامل نسخہ، عورت کا حقیقی مفہوم اور انسان کی عین حقیقت تھیں۔ آپؑ ایک عام عورت نہیں، بلکہ ایسی ملکوتی خاتون ہیں جو اس دنیا میں انسان کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ آپؑ خدا کی ایک جبروتی مخلوق ہیں جو ایک عورت کے روپ میں ظاہر ہوئی۔ انسان اور عورت کے اندر جو کمالات ممکن ہیں وہ سب آپؑ کے اندر موجود ہیں۔"

Ph:051-2231937 www.nmt.org.pk | www.nht.org.pk

DECLARATION NO: 7334 ISSN2221-1659